میرے چاند سی

میمونہ خورشید علی

میں چاند سی...... میمونہ خورشید علی کا ایک بہت خوبصورت ناول جس پر ARY Digital پر ڈرامہ بھی پیشکش کیا جا رہا ہے

میں چاند سی

میمونہ خورشید علی

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40۔اُردو بازار، لاہور
فون: 042-37352332-37232336

نام کتاب .... میں چاندسی
مصنفہ .... میمونہ خورشید علی
ناشر .... گل فراز احمد
علم وعرفان پبلشرز، لاہور
مطبع .... زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
پروف ریڈنگ .... محمد زاہد ملک
کمپوزنگ .... انیس احمد
سن اشاعت .... دسمبر 2011ء
قیمت .... =/300روپے

ملنے کے پتے ......

ویلکم بک پورٹ، اُردو بازار، کراچی
خزینہ علم وادب، الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور
اشرف بک ایجنسی، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی
کتاب گھر، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل وکرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاءاللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (ناشر)

انتساب!

پاکستان ڈرامہ انڈسٹری کے ڈائریکٹر
بابر جاوید کے نام!

جنہوں نے اس کہانی میں اپنی تکنیکی صلاحیتوں
سے زندگی کی روح پھونکی......
اور ڈرامائی تشکیل دے کر واقعی......
زندہ جاوید کر دیا۔

ارسہ گھر میں داخل ہوئی تو اس کا موڈ سخت آف تھا...... جبکہ یہاں ڈھولکی رکھی جاچکی تھی۔ سعد، میرو اور رابعہ کی شادی کی تیاری عروج پر تھی۔ اس کے بگڑے تیور دیکھ کر نعیمہ بیگم نے ضبط کی سانس کھینچی پھر برہم لہجے میں بیٹی کو دیکھ کر کہنے لگیں۔

''بہن بھائیوں کی شادی ہے۔ خدا کے واسطے اپنے موڈ کو درست رکھنا۔ میں نہیں چاہتی تم یا تمہارا میاں یہاں کوئی بدمزگی کرے اور میرے ملنے جلنے والوں میں میرا گھر جگ ہنسائی کا مرکز بن جائے۔''

''کیا...... میرا ہی موڈ آپ کو برا لگ رہا ہے اور جو میں اس قید خانے میں وقت گزار رہی ہوں...... خیال ہے آپ کو میرا ذرا سا بھی۔''

نعیمہ بیگم چپ ہوگئیں۔ بیٹی کا شکوہ بھی تو جائز تھا مگر کیا کہتیں...... ہر گر بیٹی کو بتا چکی تھیں۔ فقط یہی داماد ایسا تھا جو قابو میں نہیں آسکا تھا ورنہ اس سے قبل چاروں داماد نہ صرف بیویوں کے غلام تھے بلکہ ساس اور سالوں کے بھی مطیع رہتے تھے...... لیکن نہ جانے سالار کس مٹی سے بنا تھا۔ ارسہ کی خوب صورتی، اداؤں اور شاطر چالوں سے زیر ہی نہیں ہوسکا تھا۔ جب بھی ارسہ سر اٹھاتی اسے منہ کی کھانی پڑتی۔ نعیمہ بیگم نے گہری سانس بھری اور بیٹی سے نرم لہجے میں بولیں۔

''دیکھو اپنا موڈ درست کرو...... یہاں تم شادی انجوائے کرنے آئی ہو اور بس۔''

''کیسے موڈ درست کروں، یہ دیکھیں۔'' اس نے فینسی برقع اٹھا کر ماں کو دکھایا...... جو اس نے میکے کی دہلیز پہ قدم رکھتے ہی فوراً اتار کر بیگ میں رکھ لیا تھا تاکہ اس کے بہن بھائی اسے برقع میں دیکھ کر مذاق نہ اڑائیں۔

''یہ کیا بکواس ہے؟'' نعیمہ بیگم نے ناگواری سے برقع کی طرف دیکھا۔

''اسے برقع کہتے ہیں، نیک اور پاک زادیاں اسی کو پہن کر گھر سے نکلتیں ہیں اور جو برقع نہیں پہنیں وہ آوارہ عورتیں ہوتی ہیں۔'' ارسہ جل کر بتارہی تھی۔

''یہ ضرور تمہاری دادی ساس اور ساس کی سازش ہوگی۔ اُف یہ جوائن سسٹم بھی...... میں شرط لگا کر کہہ سکتی ہوں اگر سالار اپنی فیملی کے ہمراہ نہ رہ رہا ہوتا تو کب کا تم اسے قابو میں کرچکی ہوتیں...... لیکن گھر والوں کی الٹی سیدھی پٹیوں سے اس کا ہر وقت دماغ ہی الٹا ہوا رہتا ہے۔''

''آپ کو ہی شوق تھا مجھے رئیس گھرانے میں بیاہنے کا۔ دولت دیکھتے ہوئے انسانوں کی فطرت کو بھی دیکھ لیتیں انتہائی دقیانوسی اور جاہل لوگوں میں میری قسمت پھوڑ دی ہے آپ نے۔ باقی چار بیٹیاں بھی تو بیاہ رکھی تھیں آپ نے، دو بیٹے بھی بیاہے ہوئے تھے۔ پھر میری باری میں ہی اتنا برا تجربہ کیوں کیا...... کیا میں آپ کی سگی اولاد نہیں تھی۔'' یہ کہہ کر ارسہ نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کردیا۔ نعیمہ بیگم کو گہرا رنج ہوا۔ وہ بیٹی کو چمکارتے ہوئے بولیں۔

''مجھے کیا معلوم تھا وہ لوگ اندر سے اتنے گنوار ہوں گے۔ تمہارے بڑے بھائی دلاور نے کیا تھا یہ رشتہ۔ اس کی ہی یاری دوستی تھی ان لوگوں میں۔ کہتا تھا ارسہ کو بڑے گھرانے میں اس لیے بیاہ رہا ہوں کہ وہ خالدہ اور زبیدہ کی طرح ہمارے اوپر بوجھ نہیں بنے گی...... برے وقت میں

بھائیوں کے بھی کام آئے گی...... بے وقوف تھا میرا بیٹا......ایسے کائیاں لوگوں میں تجھے جا پھنسا جو پیسہ دھیلا تو ایک طرف کسی کو بخار بھی نہ دیں۔''

''اتھارٹی ہوگی سالار کی تو دے گا ناں! اس سے بڑے تو اس کے دو بھائی ہیں۔ جن کا بزنس پہ پورا ہولڈ ہے۔ سالار کی حیثیت تو بس ملازم کی سی ہے۔ دو جوڑے تک بھی بنوا کر نہیں دیے اس نے...... کہتا ہے شادی کو عرصہ ہی کتنا ہوا ہے۔ داج، بری کے کپڑے سب نئے نکور پڑے ہیں وہی پہن لوں۔''

''تو کیا اس نے تجھے خرچ وغیرہ بھی نہیں دیا۔ آخر تو یہاں بہن بھائی کی شادی میں آئی ہے۔ انسان کو سو ضرورتیں پڑتی ہیں۔ بہن بھائیوں کو چھوٹے موٹے گفٹ بھی دے گی۔ یونہی خالی ہاتھ چلی آئی ہے۔''

''تو کیا کرتی، ڈاکا مارتی...... منہ سے مانگنے پر ماں اور دادی سے صلح مشورہ کرنے چلا گیا اور پھر مجھے آکر کہہ دیا جو کچھ بھی دینا ہوگا میں خود لے کر آؤں گا۔ تمہیں قبل از وقت لے جانے کی ضرورت نہیں۔ گویا مجھ پر تو اعتبار ہی نہیں تھا۔''

''یہ سب چھوڑو...... یہ بتا، یہ برقع اوڑھانے کی کیا مصیبت تھی۔ بیٹھے بٹھائے برقع کا کیوں خیال آ گیا اس کمبخت کو۔ کیا دیکھ لیا تھا اس نے۔ اُف اللہ، میرا تو سوچ سوچ کر ہی دل ہول رہا ہے۔ میری پھول سی بچی یہ ترپال کیسے اوڑھے گی۔'' نعیمہ بیگم نے دلگرفتگی سے بیٹی کی طرف دیکھا۔

''وہاں سب خواتین برقع ہی لیتی ہیں۔ فقط میں ہی ماڈرن لڑکی تھی جو برقع کے بغیر تھی۔ اس لیے اگر مجھے اس گھر میں رہنا ہے تو ان کی روایات کی پاسداری کرنا پڑے گی اور وہی کچھ کرنا ہوگا جو وہاں کی سب عورتیں کرتی ہیں۔ برقع لیتی ہیں...... غیر محرموں سے باتیں نہیں کرتیں، ان سے نہیں ملتیں۔''

''تو غیر محرموں سے کون ملتا ہے، کون باتیں کرتا ہے۔ ہمیں بھی دین کا پتا ہے۔ ٹھیک ہے ہم لوگ برقع نہیں لیتے لیکن...... دین دنیا کی ہمیں بھی خبر ہے۔''

''لیکن ان کے نزدیک تو ہمیں دین کی خبر نہیں...... اس لیے میرا قبلہ درست کرنے کے لیے سب سے پہلے مجھ پر برقع کی پابندی لگائی گئی ہے۔ سالار کو اول روز سے پسند نہیں تھا کہ میں اپنے بہنوئیوں سے مذاق کروں۔ ان کے ساتھ کھانا پینا، کزنز کے ساتھ گھومنے پھرنے جانا۔ بھائیوں کے دوستوں کا ہمارے گھر میں آنا اسے ہر چیز پر اعتراض تھا ہے...... اور رہے گا۔ اس لیے مجھے......''

''اُف میرے خدایا۔'' نعیمہ بیگم نے چکرا کر سر تھام لیا۔ ''بہنوئی تو بھائی ہوتے ہیں، ان سے کیسا پردہ اور تایا، چچا زاد بھائی کے ساتھ تو تم پلی بڑھی ہو...... کتنا آکورڈ لگتا ہے، اب ان سے چھپنا۔ کوئی بھی کسی سے پردہ نہیں کرتا اگر تم ایسا کرو گی تو فیملی میں کتنا مضحکہ خیز لگے گا۔ یہ بات تم نے سمجھائی کیوں نہیں اسے؟'' دلاور کمرے میں داخل ہو رہا تھا یکدم ناگواری سے بولا تو ارسہ چیخ اٹھی۔

''میرے سمجھانے سے اسے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کی سمجھ میں وہی کچھ آتا ہے جو اس کی فیملی اسے کہتی ہے اور اسے یہ بھی اعتراض ہے بھائی جان آپ لوگوں کے ملنے والے منہ اٹھائے گھر میں چلے آتے ہیں۔ ڈرائنگ روم تک محدود نہیں رہتے۔ اس لیے مجھے چاہیے کہ آپ لوگوں کو تنبیہ کروں کہ آپ کے دوست احباب گھر میں داخل نہ ہوں۔ وگرنہ سالار شادی میں شرکت نہیں کرے گا۔''

''واٹ نان سینس، بھلے سے نہ کرے وہ شرکت مگر ہمارے معاملات میں دخل اندازی کا اسے کوئی حق نہیں۔ صرف ان کی وجہ سے ہم اپنے دوست احباب کو ناراض نہیں کر سکتے۔ میری سمجھ سے تو باہر ہیں یہ معاملات۔'' دلاور چڑچڑے انداز میں گویا ہوا۔

''اور میری سمجھ سے تم باہر ہو دلاور، وہ اتنے ہی دقیانوسی لوگ تھے تو تم نے ہمیں بتایا کیوں نہیں تھا؟''

''مگر چھپایا بھی کچھ نہیں تھا امی...... آپ لوگوں کے سامنے ان کے گھر کا ماحول آئینے کی طرح صاف تھا۔ آپ خود بھی گئی تھیں ان کے یہاں...... وہ لوگ بھی یہاں آئے تھے اگر ایسے مسائل تھے تو آپ خود بھی پرکھ سکتی تھیں۔ ساری ذمے داری فقط مجھ ہی پر تو نہیں تھی۔ لڑکا شریف تھا اور امیر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ میں نے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں دیکھا تھا۔ باقی معاملات پر آپ لوگ بھی نظرِ ثانی کر سکتے تھے۔''

''میں کیا دیکھتی...... میں تو شادی سے قبل دو بار ان کے یہاں گئی تھی۔ ایک بار جب میلاد تھا اور ایک بار ان کے ہاں دوسری بہو کے بچہ ہوا تھا...... لیکن مجھے تو اس کی ساس اور دادی ساس سادی اور شریف عورتیں ہی لگی تھیں اور سچ تو یہ ہے کہ پہلی بار میں نے انسانوں سے زیادہ ڈرائنگ روم کی آرائش، وسعت اور بیش بہا قیمتی اشیاء کو دیکھنے میں ہی وقت لگایا اور دوسری بار میں اس بات سے متاثر ہوئی تھی کہ ان کی بہو کے بچہ آپریشن سے ہوا تھا اور انہوں نے بڑے اور مہنگے اسپتال میں کیس کرایا تھا۔ اس کے باوجود ان کی پیشانی پر کوئی بل نہیں تھا بلکہ پوتا ہونے کی خوشی میں گھر میں بہت بڑا جشن منایا جا رہا تھا۔ آپریشن والی زچہ کے ہاتھوں میں سونے کی بارہ بارہ چوڑیاں تھیں اور نندیں اس کے آگے پیچھے پھر رہی تھیں...... تب ہی میں نے سوچا تھا میری ارسہ اس گھر میں آ کر کتنا راج کرے گی۔ شاید اس وقت مجھے ایسا لگا تھا کہ میری ارسہ میری سب بیٹیوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب ہو گی لیکن اس کی بدبختی دیکھو...... چار دن بھی اس نے عیش کے نہ گزارے۔ جس دن سے اس نے اس دہلیز پر قدم رکھا تھا پابندیاں زنجیروں کی طرح اسے جکڑنا شروع ہوئیں اور اب یہ نوبت آ گئی کہ اسے برقع ہی اوڑھانے پر مصر ہو گئے وہ لوگ...... اگر برقع ہی اوڑھانا تھا تو اس روز اوڑھاتے جب یہاں سے اسے رخصت کرا کے لے کر گئے تھے۔ جب تو انہیں اس کی بے پردگی پہ اعتراض نہ ہوا اور اب چھ ماہ کے بعد انہوں نے برقع اوڑھا دیا۔''

''آخر چاہتے کیا ہیں وہ لوگ؟'' دلاور سوچ میں پڑ گیا...... پھر کہنے لگا ''فی الحال ان باتوں کا وقت نہیں ہے تم خاموشی سے شادی گزارو، میں اس کے بعد محراب سے ہی بات کروں گا کہ وہ اتنی پابندیاں تم پر کیوں لگا رہے ہیں؟''

''تو گویا آپ چاہتے ہیں کہ میں شادی اس بار دانے میں اٹینڈ کروں؟''

''تو تمہیں کس نے کہا ہے کہ تم یہاں برقع لو...... جب سسرال جاؤ تو برقع اوڑھ کر چلی جانا اور بس...... اور دیکھو آج شام کو فرحان اور اس کی فیملی بھی یہاں آ رہی ہے اور شاید وہ لوگ شادی کے بعد ہی یہاں سے جائیں گے۔ تم پلیز اپنے آپ کو ریلیکس رکھنا...... کہیں ایسا نہ ہو کہ ان لوگوں کو تمہارے حالات کا پتا چلے اور وہ میرا تمسخر اڑائیں...... بہت دل سے ان لوگوں نے تمہارا ہاتھ مانگا تھا اور میں نے سالار کے رشتے کے آگے فرحان کے رشتے کو ریجیکٹ کر دیا تھا لیکن شاید یہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی...... آج تم فرحان کے ساتھ ہوتیں تو من پسند زندگی گزار رہی ہوتیں۔'' ارسہ کے دل کو کچھ ہوا یہ قلق تو اسے بھی تھا کہ سالار کی فیملی اور اس کا ماحول اس کے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ یہی اگر فرحان کی فیملی ہوتی تو کتنی خوش اور مطمئن ہوتی۔

''خیر، اب یہ باتیں تو فضول ہیں...... تم یہاں شادی اٹینڈ کرنے آئی ہو...... کسی بھی بدمزگی کو دماغ سے نکال کرشادی انجوائے کرو...... باقی معاملات میں بعد میں دیکھ لوں گا۔''

دلاور بھائی نے اسے تسلی دی تو اس کے دل کو کچھ تقویت ہوئی وگرنہ جب وہ سسرال سے چلی تھی تو اسے لگ رہا تھا کہ اس کا دل بند ہو جائے گا لیکن یہاں آ کر اس نے کھلی فضا میں گویا سانس لی تھی۔ پھر فرحان کی آمد نے اس کے اندر سرشاری پیدا کر دی تھی۔ وہ ہرگز بھی فرحان کے سامنے پژمردہ نہیں ہوگی نہیں تو وہ بہت اترائے گا اور اس سے پھر یہ سب کچھ برداشت نہیں ہوگا۔

☆☆☆

''کیا بنتا ہے ایسی دولت کا جب دل ہی بڑا نہ ہو۔ رابعہ کے منگیتر نے دیکھو کتنا خوب صورت اور مہنگا موبائل خریدا ہے اس کے لیے۔ ارسہ کو تو سلامی میں بھی اتنا مہنگا گفٹ نہیں ملا تھا جیسا کہ رابعہ کو شاہد بھیج رہا ہے۔'' ارسہ نے دل ہی دل میں اس بات کی تائید کی اور موبائل رابعہ کو واپس پکڑا دیا۔

''لگتا ہے بہت پیسہ ہے ان لوگوں کے پاس!'' وہ بس اسی طرح سراہ سکی تھی۔ رابعہ جو مایوں کے جوڑے میں سرسوں کا کھیت لگ رہی تھی کھلکھلا کر ہنس دی۔

''سالار بھائی سے بڑی آسامی تو نہیں ہیں وہ لوگ...... ہاں یہ اور بات ہے کہ دل کے دھنی ہیں۔'' رابعہ کے چہرے پر اتراہٹ چھلک رہی تھی۔ اس سے قبل کہ ارسہ اپنے بارے میں غصے کا اظہار کرتی ساجدہ بیزاری سے بولی۔

اس بات کو تو چھوڑو، یہ بتاؤ تم رابعہ کو شادی پر گفٹ کیا دے رہی ہو؟'' پہلے تو وہ چپ رہی پھر ان کے اصرار پر کہنے لگی۔

''مجھے سالار نے کچھ بھی لا کر نہیں دیا، میں چاہتی تھی اپنی چھوٹی بہن کو ایک تولے کا ہی سہی سونے کا نیکلس سیٹ دوں گی لیکن سالار نے میری خواہش سن کر خاموشی اختیار کر لی۔ نہ ہاں کہا نہ ناں پھر دوسرے روز ماں اور دادی سے مشورہ کر کے مجھے ٹال دیا کہ جو کچھ بھی دینا ہو گا میں لے آؤں گا۔ اسے تو ٹالنا ہی کہتے ہیں ناں...... اگر اسے دینا ہوتا تو مجھے لا کر دے دیتا۔ اس لیے میں رابعہ کے لیے کچھ بھی نہیں لا سکی۔''

''چچ...... چچ۔'' اس کی بڑی بہنیں تاسف و حقارت کا اظہار کر رہی تھیں۔

''لیکن...... آپ لوگ یہ مت سمجھیے گا کہ میں رابعہ کو کچھ بھی نہیں دوں گی۔ یہ میری انگوٹھی رابعہ کو بہت پسند تھی۔ میں یہ پہن کر آئی تھی ......بس رابعہ کو یہی دے دوں گی۔''

''مگر...... یہ تو تمہارے بری کے سیٹ کی ہے اور اس میں بہت قیمتی زرقون لگا ہوا ہے۔ تمہارے سسرال والے تو تمہیں جان سے مار دیں گے...... یہ حرکت غلطی سے بھی مت کرنا۔'' ماجدہ نے اس پر گہرا طنز کیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں کلس کر رہ گئی۔

''یہ میرا مسئلہ ہے کہ مجھے کیا اور کیسے کرنا ہے۔ آپ سب بتائیں کہ آپ لوگ کیا کیا دے رہی ہیں؟''

''بھئی یہ تو سرپرائز ہے، ہم پہلے سے کیوں بتائیں۔'' ماجدہ اور ساجدہ نے تجسس کو ہوا دی تو خالدہ آپا کہنے لگیں۔

''کیا ہمیں ارسہ سے ہی پردہ رکھنا ہے۔ باقی سب کو معلوم ہی ہے حتیٰ کہ رابعہ کو بھی تو پھر ارسہ کو بتانے میں کیا حرج ہے۔ بھئی میں نے تو رابعہ کی پسند کا ایک سوٹ اور اس کی پسند کی دو بیڈ شیٹس لی ہیں۔'' یہ کہ کر خالدہ آپا رو پڑیں۔ ''تم سب کو تو معلوم ہی ہے میرے حالات...... چھوٹا سا تحفہ ہے۔''

''کیا کہہ رہی ہیں خالدہ آپا آپ...... آپ دل کی کتنی امیر ہیں، یہ تو ہمیں ہی پتا ہے۔'' رابعہ نے فوراً بڑی بہن کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

''یقین جانیں آپ کا تحفہ میرے لیے سب سے قیمتی ہو گا اور دیکھو ارسہ...... آپا نے جو سوٹ اور بیڈ شیٹس لی ہیں وہ یہیں میرے پاس رکھی

ہیں۔ ذرا دیکھ کر بتاؤ کیا کمی ہے خالدہ آپا کے خلوص میں۔'' اس کے ساتھ ہی رابعہ نے اپنی وارڈ روب کھولی سوٹ اور بیڈ شیٹس ارسہ کے سامنے ڈال دیں۔ بلیو ویلوٹ کے سوٹ پر ملٹی بیٹس کا بہت خوب صورت اور نفیس کام ہوا تھا۔ پہلی نظر میں ہی وہ سوٹ ارسہ کے دل میں اتر گیا۔ بیڈ شیٹس بھی قیمتی تھیں۔ وہ خالدہ آپا...... کی دریا دلی پہ دل ہی دل میں نادم ہوگئی۔ خالدہ آپا نے اس کی شادی پہ بھی تو اسی طرح کا اچھا تحفہ دیا تھا۔

''بہت پیارا ہے خالدہ آپا...... اسے آپ نے پیک کیوں نہیں کیا؟'' وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''دلاور بھائی نے کہا ہے کہ سب کے تحفے جہیز میں سجائے جائیں گے جس طرح تمہاری شادی میں سجائے گئے تھے تو پھر پیکنگ کی کیا ضرورت ہے۔ ہم سب نے تحفے یہیں لا کر رکھ لیے ہیں پرسوں جہیز اٹھے گا۔ جہیز میں رکھ دیں گے لیکن ان چیزوں کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے یہ ہمارے تحفے ہیں۔ برادری والے عجیب عجیب باتیں بناتے ہیں کہ تحفے تحائف سے داج اکٹھا کیا ہے۔ اس لیے بس خاموشی سے جہیز میں سجا دیں گے۔ چیزیں رابعہ کی ہیں۔ اسی کے پاس پہنچیں گی۔''

''اور زبیدہ آپا نے کیا لیا؟'' ارسہ دوسرے نمبر والی بہن کی طرف دیکھ کر پوچھنے لگی جس کے حالات بھی خالدہ کی طرح ہی تھے۔

''میں نے رابعہ کے لیے کچن سیٹ لیا ہے۔ دکھاؤ ناں ماجدہ...... اب کیا رابعہ ہی سارے تحفے دکھائے گی۔'' بڑی بہن کے کہنے پر ماجدہ اٹھی اور...... جوسر بلینڈر مشین جو سات پیسز میں تھی ارسہ کو دکھانے لگی۔

''اور یہ ساجدہ نے دیا ہے۔''

''یہ کیا ہے؟'' اس نے ایک سائیڈ پر رکھے بڑے سے ڈبے پہ سے کپڑا ہٹایا۔

''چوبیس انچ کا جاپانی ٹی وی اور جو میں دے رہی ہوں وہ بھی دیکھ لو۔ واشنگ مشین دو ڈرائر......'' ماجدہ نے اترا کر ایک اور ڈبے پہ سے کپڑا ہٹایا اور اپنی اشیاء کی پبلسٹی کرنے لگی۔

''اظہر کہہ رہے تھے رابعہ انکی سب سے چھوٹی اور لاڈلی سالی ہے۔ وہ رابعہ کو علیحدہ سے بھی تحفہ دیں گے۔'' ارسہ بری طرح نفسیاتی دباؤ میں آگئی۔ ماجدہ کی عادت تھی وہ اپنے میاں کی تعریف بروقت کرتی تھی۔

''سعد اور معیز کو ہم لوگ پانچ پانچ ہزار کے ہار ڈالیں گے اور اتنی ہی مالیت کے ہار ہمارے میاں ڈالیں گے...... اب تم بتاؤ کیا تم اور سالار، سعد اور معیز کی شادی پر انہیں ہار بھی نہیں پہناؤ گے۔'' ماجدہ نے ایک بار پھر طنز کیا تو ارسہ فوراً سنبھل گئی اور بات بدل کر بولی۔

''یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ خالدہ آپا کے لیے تو بہت مشکل ہو جائے گی۔ آپ لوگوں کو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہئے تھا۔''

''بس...... بس...... رہنے دو۔ خالدہ آپا اور زبیدہ آپا کا نام لے کر اپنا دفاع نہ کرو۔ اول بات تو یہ ہے کہ سعد اور معیز ہمارے چھوٹے بھائی ہیں۔ یاری دوستی میں لوگ اتنے مہنگے مہنگے نیوتے ڈال آتے ہیں۔ یہ تو پھر بہن بھائیوں کی بات ہے اور پھر ہار کون سا امی نے رکھنے ہیں۔ ہم لوگوں کو واپس ہی ملیں گے۔ یہ تو صرف دنیا کے دکھاوے کے لیے ڈالے جاتے ہیں۔ انہوں نے بیٹیوں کا مال تھوڑا ہی رکھنا ہے پھر تگڑی سی سہرا بندھائی بھی تو لینی ہے...... اگر ہزار پانچ سو والے ہار ڈالیں گے تو دلاور بھائی پہ رعب نہیں پڑے گا۔ اس لیے یہ مشورہ میرا ہی تھا۔ بڑے ہار ڈال کر موٹی رقم ہتھیانی ہے۔''

''بڑی چالاک ہیں ماجدہ باجی آپ تو۔'' ارسہ کی ہنسی پہلی باران کی ہنسی میں شامل ہوئی تھی۔

''اچھا اب جلدی جلدی اس کا تام جھام کو سمیٹو...... امی نے کیا تاکید کی تھی...... گھر میں مہمان رکیں گے۔ قبل از وقت کسی کو کسی بات کا پتا نہ چلے۔'' وہ اٹھ کر ماجدہ کے ساتھ سامان واپس ڈھکنے لگی۔

''اور رابعہ کا میاں آئے گا، اسے سلامی میں کیا دینا ہوگا؟'' ارسہ کو فوراً خیال آیا تو پوچھ بیٹھی۔

''ہاں...... یہ تو ہم لوگ بھول ہی گئے۔'' ماجدہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا حسبِ معمول...... ارسہ نے طنزیہ کہا۔

''کسی ایک نے بھی سالار کو سلامی میں کچھ نہیں دیا تھا۔ آج تک اس کی امی اور دادی یہی گنواتی رہتی ہیں۔''

''اے لو، سن لو فقیروں کی...... اول تو ان لوگوں کو رخصتی کی جلدی پڑی ہوئی تھی۔ بارش جو ہوگئی تھی...... یکدم سے ہال میں بھگدڑ مچ گئی تھی۔ اتنی افراتفری تھی کہ ڈھنگ سے رسمیں بھی نہیں ہوسکی تھیں۔ ایسے میں پھر بندہ بھول ہی جاتا ہے۔''

''ایسی بات ہی نہیں ہے ماجدہ باجی۔ دودھ پلائی کی رسم تو آپ لوگوں نے کی تھی اور بیس ہزار لیے تھے۔ میں سالار کے قریب ہی تو بیٹھی تھی۔'' ارسہ نے یاد دلایا تو ساجدہ چمک کر بولی۔

''وہ تو تمہاری بھانجیوں، بھتیجیوں کی کارستانی تھی اور فقط رابعہ تھی ہم لوگوں کو تو کھانا ضائع ہونے کی فکر پڑ گئی تھی۔ ہم لوگ تو اسٹیج پر پہنچ ہی نہیں سکے تھے۔''

''بالفرض میں اس وقت اسٹیج پر پہنچ جاتی ناں تو پورے ایک لاکھ روپے لیتی سالار صاحب سے۔'' ماجدہ نے تفاخر سے کہا اور پھر خود ہی اپنے ہاتھ پر تالی بجا کر بولی۔

''وہ کنجوس مہا کنجوس بیس ہزار دے گیا تھا بڑی بات تھی۔'' ارسہ کا منہ اتر گیا۔ زبیدہ نے نوٹ کر لیا تو اسے اپنے قریب بٹھالیا پھر کہنے لگی۔

''تم سالار کو فون پر بتا دینا کہ ہم سب اتنے والے ہار ڈال رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ وقت پر شرمندگی محسوس کرے۔ ہر گھر کے اپنے طور طریقے ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے سالار کے گھر میں سالوں یا سالیوں کو لینے دینے کا رواج نہ ہو پھر بھی تم اپنی عزت کے لیے اس سے کہہ دینا۔''

''میں ہرگز نہیں کہوں گی۔'' وہ اکھڑ گئی۔ ''اور اچھا ہی ہوگا کہ پوری برادری کے بیچ میں اس کی بے عزتی ہوگی...... جو لوگ صرف اپنے ہی طور طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں ان کی انا کو سب کے بیچ میں ملیامیٹ ہونا ہی چاہیے۔'' اس نے اکھڑے ہوئے انداز میں کہا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

''مجھے معلوم ہے آج مہندی کا فنکشن ہے تمہارے یہاں۔ تمہارا بھائی کارڈ دے گیا تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ میرے گھر سے کوئی تمہارے یہاں اس فنکشن میں شریک ہونے نہیں آئے گا...... فقط میں آؤں گا۔ میں جانتا ہوں اچھی طرح سے جس قدر بے ہودگی تم لوگوں کے یہاں ہوتی ہے۔ مکس گیدرنگ، ناچ گانے ذرا بھی لحاظ تمیز نہیں رہتی تم لوگوں کو رشتوں کی محرم غیر محرم کی۔ بس میں تمہیں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھنا۔ تمہارا سارا گھر چاہے جیسی بے غیرتی کرے...... تم سے میں کسی بھی طور کسی بھی بے ہودگی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ سن رہی ہو تم میری بات۔''

''مجھے یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا یا کوئی اور بکواس بھی کرنی ہے تم نے......؟'' ارسہ سخت چڑچڑے سے انداز میں بولی تو سالار بری طرح تپ گیا۔ میکے جانے کے بعد اس کی بات چیت کا انداز ہی بدل جاتا تھا۔

''میں جو بات کر رہا ہوں...... وہ تم نظر انداز نہیں کر سکتیں۔ دیکھ لیا ہے میں نے تم لوگوں کے ہاں ڈیٹ فکسنگ پہ ڈراما۔ سالیاں، بہنوئیوں کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر ناچ رہی تھیں اور تمہاری بھابیاں تمہارے بھائیوں کے دوستوں کے ساتھ رقص وسرور کی محفلیں لوٹ رہی تھیں۔''

''اوہ...... شٹ اپ۔'' ارسہ غصے سے چلائی۔

''چلاؤ مت۔'' سالار غصے سے غرایا۔ ''میں بھی چلا سکتا ہوں پر کیوں چلاؤں۔ کیا چلانے سے سچائی چھپ جاتی ہے۔ تمہارے چاچا کی بیٹی کس طرح چہک رہی تھی میرے ساتھ۔ ناچنا چاہتی تھی میرے ساتھ اور جب میں اس محفل سے بچ کر نکلنے لگا تو تمہارے کزنز مجھے ہلڑ بازی سے شرمندہ کرنے لگے۔ کان کھول کر سن لو ارسہ میرا ایک کلچر ہے۔ ایک وقار ہے۔ ڈوم، میراثیوں کی طرح میں تمہارے گھر کی عورتوں کے ساتھ ناچ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے وہاں سے نکل آیا تھا۔ جس کا تم لوگوں نے سخت ایکشن لیا اور تمہاری ماں نے اور بھائیوں نے میری کلاس لگائی...... بالآخر زچ ہو کر میں گھر آ گیا لیکن تم اپنے گھر والوں کو میرے ماحول اور میری شخصیت سے مطمئن نہ کر سکیں۔ الٹا مجھ ہی سے بدگمان رہیں...... اور تم نے میرے گھر میں بھی آ کر میرا تماشا لگوا دیا کہ میں کھانا کھائے بغیر بیچ فنکشن میں سے اٹھ کر چلا آیا تھا۔ کیا بتاتا انہیں کہ وہاں کیسا گھٹیا کھاتا کھلا ہوا تھا۔ زچ کر دیا تم نے مجھ...... بالآخر مجھے انہیں بتانا پڑا اور تب ان لوگوں نے پردے کی پابندی عائد کر دی۔ جس پر ضرور تم نے اپنے میکے میں جا کر رونا رویا ہو گا۔ بس میں نے یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا کہ تمہیں پردے کا لحاظ رکھنا ہو گا کوئی شرعی حدود نہیں پھلانگو گی تم...... اگر میں نے تمہاری کوئی ایسی ویسی بات دیکھی تو تمہیں ہمیشہ کے لیے میکے سے دور ہٹنا پڑے گا۔'' یہ کہہ کر سالار نے فون بند کر دیا اور ارسہ کے ہوش اڑ گئے۔ بہت دیر تک وہ سر پکڑ کر بیٹھی رہی...... جانتی تھی وہ اتنا ہی خودسر اور ہٹ دھرم ہے۔ وہ ایسا کر گیا تو وہ جیتے جی مر جائے گی مگر یہ بھی کیسے ممکن تھا کہ وہ ان ہنگاموں سے دور رہے۔ کیا وہ ایک کمرے میں بند ہو کر رہ جائے...... اپنے بہن بھائیوں کی شادی کو وہ اس طرح اٹینڈ کرے گی، اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

سب کزنز میں سب سے اچھا ڈانس اسے ہی آتا تھا۔ سب سے اچھی ڈھولکی بھی اسے ہی بجانا آتی تھی اور جب وہ گانے بیٹھتی تو دوسرے فریق کے چھکے چھڑا دیتی۔ خاندان بھر میں وہ شادی بیاہ کے فنکشن میں بے حد مقبول اور ہر دلعزیز زندہ دل لڑکی جانی جاتی تھی۔ وہ تو دور دراز کے رشتے داروں میں شادی بیاہ میں رنگ لگا لیتی تھی۔ اپنے بہن بھائیوں کی شادیوں میں اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ اسے پابندیاں جھیلنا پڑیں گی...... کتنی بدرنگ اور بے رونق ہو گئی تھی زندگی...... اس طرح جینے کا تو اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ تو آزاد فضاؤں میں پلی بڑھی تھی۔ ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد...... کبھی امی نے کسی بات پر نہیں ٹوکا تھا۔ دلاور بھائی نے اسے اور رابعہ کو تو بہت ہی لاڈ و نعم میں پالا تھا۔ ان کا ہر ہر ناز اٹھایا تھا اور پھر آخر میں کیا کیا...... اڑان دے کر پر کاٹ دیئے گئے۔

''ہاؤ......'' کسی نے اس قدر زور سے کہا تھا کہ وہ ڈر کر اچھل پڑی سامنے ہی فرحان ریڈ ٹی شرٹ اور گرے پینٹ میں ملبوس استادہ تھا۔

''تم۔'' اس نے اپنی بے ترتیب ہوتی سانسوں کو سنبھالا۔

''کیوں......یقین نہیں آرہا آنکھوں پر؟'' وہ شوخی سے گویا ہوا۔

''اس میں یقین نہ آنے والی کون سی بات ہے۔'' وہ قدرے ناراضی سے بولی۔

''تو پھر ملاؤ ہاتھ۔'' اس نے بے ساختگی سے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو وہ یکلخت ان لمحوں میں گم ہوگئی جو اُن دونوں نے ہنستے کھیلتے ایک ساتھ گزارے تھے۔

اس گزرے وقت میں کتنے لمحے ایسے تھے۔ جوان دونوں کو ایک دوسرے کے بے حد قریب لے آئے تھے۔ وہ بسنت کی ایک شام تھی ......وہ جوش سے چلا رہی تھی۔

''ڈور کو ڈھیل دو......فرحان......میں کہتی ہوں ڈور کو ڈھیل دو۔ ورنہ ہماری پتنگ کٹ جائے گی۔''

''پیچا بڑے کا نٹے کا ہے۔ تم بے فکر رہو۔ نہیں کٹے گی......میں ڈھیل دے رہا ہوں......''

''آؤچ۔'' اس نے یکدم ڈور چھوڑی......اور بوکاٹا کی آوازیں فضا میں گونجنے لگیں۔

''یہ تم نے کیا کیا گڈی کٹوادی؟'' فرحان چرخی پھینک کر اس کی طرف بڑھا۔

''میری انگلی کٹ گئی ہے۔'' اس کی آنکھوں میں تکلیف کی وجہ سے نمی آگئی تھی۔ فرحان نے یکدم اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''بے وقوف لڑکی، یہ کیا کیا تم نے۔ اس کا مطلب ہے تمہیں ابھی پتنگ اڑانی نہیں آئی......چلو نیچے چلو......میں تمہاری پٹی کرتا ہوں۔''

فرحان بے ساختہ اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے اتر آیا اور وہ حیران پریشان ہوتی اس کے ساتھ تقریباً کھنچتی چلی آئی۔ معمولی سی چوٹ پر فرحان کس قدر بے چین ہو گیا تھا پھر وہ اسے اسپرٹ لگا کر پٹی باندھنے لگا۔

''تمہیں پتا ہے تمہارے ہاتھ کتنے خوب صورت ہیں۔ خواہ مخواہ اب انگلی پہ نشان آجائے گا۔''

''ہاتھ چھوڑو میرا، سب لوگ اِدھر ہی ہیں۔ اچانک کوئی آ گیا تو؟''

''تو میں کہہ دوں گا کہ میں تمہارے ہاتھ پہ پٹی باندھ رہا تھا، ہم کوئی چوری تھوڑی ہی کر رہے ہیں جو تم اتنا گھبرا رہی ہو۔''

''اچھا میں چلتی ہوں۔'' وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلنے لگی۔

''کہاں؟'' وہ اس کے پیچھے پیچھے آیا۔

''جہاں سب ہیں۔''

''تم مجھ سے اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔'' وہ بالکل اس کے سامنے دروازے میں جگہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

''میں کوئی گھبرا و برا نہیں رہی ہوں۔ اور بات سنو......تم کوئی بہت بڑے ہیرو نہیں ہو۔ جس سے میں پزل ہو جاؤں گی۔ میں اپنی فیملی کے ساتھ یہاں آئی ہوں......صرف تم سے ملنے نہیں آئی تھی۔ جو تمہارے ساتھ چپک کر ہی بیٹھ جاؤں گی۔ ہٹو سامنے سے۔'' فرحان نے اس کے جملے سے گہرا لطف لیا۔

''ایک دن دیکھنا تم صرف مجھ سے ملنے آؤ گی اور مجھ سے چپک کر بیٹھو گی۔ وہ وقت دور نہیں میڈم۔'' وہ اسے دھکیلتے ہوئے باہر نکل گئی تھی اور فرحان ہنستے ہوئے اسے چیلنج کر رہا تھا۔

''اے..... کہاں ہو تم؟'' فرحان نے اس کے سامنے ہاتھ ہلایا تو وہ ماضی سے نکل آئی اور کھسیانی سی ہو گئی۔ فرحان نے اب بھی ہاتھ اس کی طرف بڑھا رکھا تھا۔ اس نے جھجکتے ہوئے فرحان کے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ کتنی کتنی دیر تک اس کے ہاتھ فرحان کے ہاتھوں میں رہتے تھے.....اور اب اچانک کیسی جھجک مانع آ گئی تھی.....صرف اور صرف سالار کا خوف.....ابھی کچھ دیر قبل وہ فون پہ کیا کہہ رہا تھا۔

''اگر تم نے کسی شرعی حدود کو پھلانگنے کی کوشش کی.....تو اس کی تمہیں بڑی سزا اٹھانا پڑے گی۔''

''کم آن یار۔'' فرحان نے جھنجلاتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا اور زبردستی ملا لیا۔

''وقتم سے لگ ہی نہیں رہا تم وہی ارسہ ہو جس کے قہقہے آسمان کو چھوتے تھے.....کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ کیوں گم صم ہو گئی ہو.....کیا شوہر اچھا نہیں ملا؟''

''تم سے کس نے کہا ہے۔'' وہ یکدم چیخ کر بولی۔

''لگتا تو ایسا ہی ہے۔ ذرا حلیہ دیکھو اپنا۔''

''کیا ہوا ہے میرے حلیے کو.....ٹھیک تو ہوں۔''

''کہاں سے ٹھیک ہو.....کیسے کپڑے پہن رکھے ہیں تم نے.....کہاں گیا تمہارا سارا فیشن اور چلبلا پن جو تمہیں ایک پل بھی نچلا بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔'' وہ براہ راست اس کی ذات پہ اٹیک کرنے لگا تو اسے گھبراہٹ نے آن گھیرا، وہ فوراً موضوع بدلتے ہوئے بولی۔

''اچھا یہ بتاؤ تمہاری تو شادی ہو رہی تھی۔ ہوتے ہوتے کیوں رک گئی؟''

''ہک.....ہا.....یہ ایک دکھ بھری داستان ہے۔ ویسے سچ پوچھو نا یار.....وہ لڑکی میرے قابل نہیں تھی۔'' وہ یکدم سنجیدہ ہوا تو ارسہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''جبکہ میری انفارمیشن میں تو یہ ہے کہ تم نے اس سے لمبا چوڑا عشق فرمایا تھا۔ پھر کیا تمہارا من بھر گیا تھا اس سے؟''

''سچ پوچھو ناں.....تو ایسا ہی تھا۔ یکدم اچاٹ ہو گیا تھا میں اس سے اور عین وقت پر شادی سے انکار کر دیا میں نے۔''

''چہ چہ.....اور اس لڑکی کا کیا حال ہوا ہو گا؟'' ارسہ کو افسوس ہوا۔

''محترمہ، خودکشی کی دھمکیاں دے رہی ہے پر میرے اوپر کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''بہت بدتمیز ہو فرحان تم!'' وہ یکدم پرانے انداز میں آ گئی۔

''کیوں، میں نے کیا کہا ہے تم سے شادی کا وعدہ کر کے دھوکا دیا کیا جو تم مجھے گالیاں دے رہی ہو۔''

''کیا مطلب؟'' وہ یکدم نظریں چرا گئی۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''اچھا یہ بتاؤ، رات مہندی کے فنکشن میں کیا پروگرام ہے۔ سچ پوچھو نا یار میں تو فیصل آباد سے صرف آیا ہی مہندی کا فنکشن اٹینڈ کرنے کے لیے ہوں۔ کیا کمال کا فنکشن ہوتا ہے، مہندی کا تمہارے ہاں۔ قسم سے مزہ آجاتا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ تم نے کیا کیا تیاری کی ہے۔ کون سا آئٹم پیش کرو گی؟'' وہ اتنا ہی بولڈ تھا۔ دن رات ان کے گھر میں گزرے تھے۔ بیٹھے بٹھائے کبھی ناچنے گانے کا پروگرام بن جاتا تھا۔ فرحان خود ناچنے میں طاق تھا اور اب بھی اس کی ہی خواہش تھی کہ وہ دونوں کسی ایک گانے پہ اکٹھا ڈانس کریں۔ اس کی خواہش پہ ارسہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سالار کی موجودگی میں وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔

''نہیں...... میں رات کو کوئی ڈانس نہیں کروں گی۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''

''اوہ۔'' فرحان بالکل بدمزہ سا ہو گیا۔ ''وہی پریگنینٹ ہونے کا بہانہ کرو گی تم؟'' اس کی بے باکی پہ وہ بری طرح جھینپ گئی حالانکہ ...... فرحان سے اس کا کھلا مذاق تھا۔ آج سے قبل تو اسے فرحان کے کسی جملے سے جھجک محسوس نہیں ہوئی تھی۔ الٹا وہ قہقہے ہی برساتی تھی۔ آج اسے فرحان کی بولڈنیس اتنا پزل کیوں کر رہی تھی۔ حالانکہ وہ تو پریگنینٹ بھی نہیں تھی۔

''اچھا سنو، ڈانس نہ کرنا۔ میرے ساتھ لڈی تو ڈال سکتی ہو۔'' وہ اب بھی بضد تھا۔ وہ زچ ہو گئی۔

''میں کچھ بھی نہیں کروں گی اور پلیز مجھے فنکشن میں کہنا بھی مت۔'' وہ اس قدر چڑچڑے سے انداز میں بولی کہ فرحان حیران رہ گیا۔

☆☆☆

مہندی کا فنکشن میرج ہال میں رکھا گیا تھا۔ ہال کی ڈیکوریشن اور کھانے پینے کے اسٹال قابلِ دید تھے۔ میوزیکل پروگرام عروج پر تھا۔ اسٹیج کی معروف فنکارہ اپنا رقص پیش کر رہی تھی۔ ہال میں مکس گیدرنگ تھی۔ نوجوان لڑکوں نے ہی کیا عمر رسیدہ مردوں نے رقاصہ کی عریانی پہ ہلڑ مچا رکھا تھا۔ خواتین اور بچے بھی اس بے ہودگی پہ خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ آج کے دور میں یہ سب کچھ بالکل عام تھا۔ اس کے باوجود سالار کو عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی۔

پورے ہال میں وہ کئی بار نگاہ ڈال چکا تھا لیکن اسے ارسہ کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ اس کی ساری بہنیں، کزنز حتیٰ کہ رابعہ مایوں کے جوڑے میں ملبوس وہاں موجود بھائیوں کی مہندی کے فنکشن کو اٹینڈ کر رہی تھی جبکہ ارسہ نہیں تھی۔ بالآخر اس نے فون ملایا۔ آخر پوچھے تو سہی وہ ہے کہاں ...... لیکن ارسہ نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ اسے اور بھی بے چینی ہونے لگی۔

''ہو سکتا ہے وہ ناراض ہو اور گھر سے ہی نہ آئی ہو۔'' وہاں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں نے چہرے پہ مختلف جانوروں کے ماسک پہن رکھے تھے اور وہ تیز میوزک کو ایک دوسرے کے ہمراہ انجوائے کر رہے تھے۔ یکدم سالار کو لگا اس بہت ساری بھیڑ میں ارسہ بھی موجود ہے اور اس نے اپنے شوہر سے چھپنے کے لیے ماسک پہن رکھا ہے لیکن ان لڑکیوں نے اتنے بے ہودہ کپڑے پہن رکھے تھے کہ اسکے دل نے کہا کہ ارسہ اس کے ساتھ اتنا بڑا دھوکا نہیں کر سکتی۔

''ٹھیک ہے ہم لوگوں کا ماحول آپس میں نہیں ملتا لیکن ارسہ کو مجھ سے اور مجھے ارسہ سے محبت تو ہے ناں اور محبت ...... بہت کچھ منوا لیتی

ہے۔'' بارہا اس نے اپنے دل کو یقین دہانی کرائی تھی۔

''تم کچھ نہیں لے رہے سالار؟'' یکدم اس کے قریب آ کر ماجدہ کے شوہر نے پوچھا تو وہ چونک گیا۔ ''یہیں ایک کونے میں بیٹھے ہو تم، اپنی وائف کے ساتھ انجوائے کرو۔ اسٹالز سے کولڈ ڈرنک پیو، گول گپے کھاؤ، کھانا لگنے میں تو ابھی بہت دیر ہے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں، مجھے کسی چیز کی ضرورت ہو گی تو لے لوں گا۔''

''اچھا...... اچھا۔'' اظہر اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے ہنس دیا۔ پھر رازداری سے بولا۔ ''خصوصی ڈرنک کا بھی انتظام ہے جتنا چاہو پی سکتے ہو۔'' لگتا تھا اس نے مفت کی سمجھ کر بہت پی لی تھی۔ سالار نے ناگواری سے اظہر کی طرف دیکھا۔

''جی شکریہ، بڑی مہربانی، میں یہ خرافات نہیں لیتا۔''

''اوہ یار...... تو ایک بات تو بتا۔'' وہ اس کا کندھا پکڑ کر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

''شکل پہ تو تیرے داڑھی بھی نہیں ہے، کپڑے بھی تو نے پینٹ شرٹ پہن رکھی ہے۔ جوتے بھی تیرے امپورٹڈ ہیں اور تیرا ہیئر اسٹائل بھی کسی ہیرو سے کم نہیں۔ پھر بھی تو اس موج مستی سے دور بھاگتا ہے۔ چکر کیا ہے؟ اوپر سے تو ماڈرن ہے اور اندر سے مولوی یہ بات یار کچھ ہضم نہیں ہوتی ہاں......'' اظہر پہ نشہ خوب چڑھ گیا تھا۔ سالار نے اسے کراہیت سے دیکھا اور پھر ہنس دیا۔

''اگر میں مولوی ہوتا تو اس فنکشن میں آتا ہی کیوں؟''

''سیدھی بات ہے تو اپنے سسرال کو نبھانے آیا ہے۔ گھر والی نے کھینچا ہو گا ناں۔'' اظہر نے قہقہہ لگایا پھر رازداری سے بولا ''یہ جو گھر والیاں ہوتی ہیں ناں سمجھتی ہیں بڑے رعب میں رکھا ہے انہوں نے ہمیں...... پر۔'' یہ کہہ کر اظہر دونوں انگوٹھے دکھانے لگا اور بے ہودگی سے ہنسنے لگا۔

سالار نے گہری سانس کھینچی...... اس سے کوئی بھی بات کرنا فضول تھا۔ وہ تو نشے میں بہک رہا تھا۔

''آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں...... سب لوگ کتنا مزہ کر رہے ہیں۔'' ماجدہ اسے کھینچتے ہوئے لے گئی۔

''ارسہ کہیں نظر نہیں آ رہی...... ماجدہ باجی؟'' وہ تیزی سے بولا تو ماجدہ نے اسے پلٹ کر دیکھا اور پھر ہنس دی اور ذومعنی لہجے میں بولی۔

''یہیں ہے، ڈھونڈ لو۔'' یہ کہہ کر وہ ہنستے ہوئے اپنے میاں کا بازو بغل میں دبائے آگے بڑھ گئی۔

سالار کو بڑی بے چینی نے آن گھیرا۔ اس کا دل کرتا تھا کہ آگے بڑھے اور ایک ایک لڑکے لڑکی کا ماسک نوچ کر پھینک دے۔ لیکن اتنی بڑی گیدرنگ میں ایسا کرنا اسے خود ہی گھٹیا لگا۔ اس نے پھر فون ملایا بیل جاتی رہی لیکن فون اٹینڈ نہیں ہوا...... پُرتکلف کھانا میزوں پر لگ گیا تھا۔ اس کے باوجود لوگ رقص میں مگن تھے۔ سالار سے وہاں بیٹھا نہ گیا اور وہ وہاں سے نکل آیا۔

☆☆☆

ساری رات اس نے کروٹیں بدلتے ہوئے گزاری تھی۔ پر اسے نیند تو کہاں چین بھی نہیں آ رہا تھا۔ اگر ارسہ نے اس کے ساتھ یہ حرکت کی ہو گی تو وہ ارسہ کو جان سے مار دے گا۔

ایک ایک ماسک والا چہرہ اور وجود ساری رات اس کی آنکھوں میں آتا رہا۔ ان میں سے کون سا چہرہ ایسا تھا جو ارسہ کا تھا۔ وہ سوچتا تو اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے لگتیں۔ اتنی بے ہودگی اپنے گھر میں تو کیا اپنے پورے خاندان میں اس نے کہیں نہیں دیکھی تھی۔

☆☆☆

''ایسا کون سا جرم کیا تھا میں نے جو آپ لوگوں نے مجھے ایسے خاندان میں بیاہا؟'' وہ اپنے غم و غصے کا اظہار ماں کے سامنے کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ سوجا ہوا تھا اور رات جاگنے کی وجہ سے آنکھوں کے پپوٹے بھی بھاری ہو رہے تھے۔ عشرت بیگم نے بیٹے کے ناراض چہرے کی طرف دیکھا پھر ناشتے کی طرف اشارہ کیا۔

''مجھے ناشتا نہیں کرنا۔ مجھے میرے سوال کا جواب چاہیے۔''

''رات فنکشن کس وقت ختم ہوا؟'' عشرت بیگم نے پھر رسان سے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم، میں فنکشن بیچ میں ہی چھوڑ کر آ گیا تھا۔''

''رات کے ڈھائی بجے بھی فنکشن ادھورا تھا۔'' عشرت بیگم کو اچنبھا ہوا۔ سالار نے کچھ نہ کہا۔

''کوئی بدمزگی تو نہیں کر کے آئے ہو...... کبھی پھر اس کا بھائی تمہارے بڑے بھائی محراب علی کے پاس شکایت لے کر پہنچ جائے۔'' سالار نے شکوہ کناں نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا۔

''بہتر ہوتا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی میرے ساتھ وہاں جاتا، ان لوگوں کی بے ہودگی کو آپ لوگ دیکھتے تب آپ سے سوال کرتا...... اگر مجھے ایسے ہی لوگوں میں بیاہنا تھا تو نیکی اور پردے کا درس کیوں دیا۔ کیوں اتنے پاکیزہ ماحول میں پال پوس کر پرورش کی۔ باقی بیٹے تو آپ نے اعلیٰ خاندانوں میں بیاہے۔ مجھ میں ایسا کیا تھا کہ جو ایسے گھر میں جا ڈبویا۔''

''ایسی باتیں لڑکیوں کے منہ سے جچتی ہیں۔ ایسے شکوے تو لڑکیاں کرتی ہیں۔ تم نے تھوڑی وہاں گزارہ کرنا تھا۔ ماحول تبدیل تو لڑکی کو کرنا پڑتا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں ان باتوں سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ ان کا جیسا ماحول ہے۔ ٹھیک ہے...... ارسہ ہمارے ساتھ ہمارے ماحول میں ایڈجسٹ ہو جائے، ہمیں کوئی شکایت نہیں۔''

''آپ کیسے اس بات سے بری الذمہ ہو سکتی ہیں۔'' وہ چلا اٹھا۔ ''وہ جس ماحول جس خاندان سے آئی ہے...... وہ اسے کبھی بھی ترک نہیں کرے گی۔ آج میری زندگی اجیرن ہو رہی ہے کل میری نسل تباہ ہو جائے گی۔''

''کیوں اتنے جذباتی ہو رہے ہو سالار علی۔ آخر ایسا کیا دیکھا ہے وہاں۔ جو تمہیں اتنا غصہ آ رہا ہے۔'' سالار نے چیدہ چیدہ رات فنکشن کے حالات ماں کے گوش گزار کیے۔ البتہ یہ بات حذف کر لی کہ اس کی بیوی کس حلیے میں تھی۔ شاید اس کی غیرت نے گوارا نہیں کیا یا پھر اسے اب بھی شک تھا یقین نہیں۔

''اور ارسہ کہاں تھی؟'' عشرت بیگم نے پہلا سوال یہی کیا۔

''وہ بھی وہیں تھی کہاں ہوتی؟'' وہ سخت غصے میں بولا تھا۔ عشرت بیگم گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔

''اچھا..... اماں جی کے سامنے رات فنکشن کا ذکر مت کرنا۔ میں نے اماں جی کی وجہ سے ہی تمہاری دونوں بھابیوں میں سے کسی کو وہاں نہیں بھیجا۔ اتنا تو ہمیں پتا ہی چل چکا ہے کہ ان لوگوں کے ہاں مکس گیدرنگ پروگرام ہوتے ہیں۔ اماں جی کو یہ بات بالکل بھی پسند نہیں۔ پھر تمہارے بھائی تو ایسے فنکشنز میں جانا آنا پسند نہیں کرتے۔''

''ہاں، مجھے تو بہت شوق تھا ناں اتنی بے ہودگی کا۔'' وہ جل کر بولا۔ ''اور پھر بقول آپ کی بہو بیگم کے محراب بھائی تو بہت آیا جایا کرتے تھے ان کے ہاں۔'' عشرت بیگم کو غصہ آ گیا۔

''جھوٹ بولتی ہے وہ..... کاروباری معاملات کی وجہ سے وہ ان کے دفتر تک تو جاتا تھا۔ گھر تو کبھی نہیں گیا۔''

''شاید آپ کو معلوم نہیں امی..... دلاور علی کا دفتر گھر ہی سے منسلک ہے اور اگر وہ بیچ کا دروازہ کھول دیں تو گھر اور دفتر ایک ہی لگتے ہیں۔'' سالار چبا چبا کر جتلا رہا تھا۔

''ہاں تو اس میں محراب کا کیا قصور ہے اگر ان لوگوں نے دفتر اور گھر کو ایک کر رکھا ہے..... مگر میرا بچہ تو کبھی ان کے گھر نہیں گیا۔ ٹھیک ہے دلاور علی سے دوستی تھی۔ اس کے باوجود تمہیں پتا ہی ہے اپنے بھائی کی عادت کا، وہ تو اپنے خاندان کی خواتین کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا..... ان کو تو کیا دیکھنا تھا۔'' ''یہ تو مجھے رنج ہے کہ بغیر دیکھے پھر میرا رشتہ وہاں کیوں کیا۔ محراب بھائی اور الیاب بھائی کی طرح اچھے گھر کیوں نہیں دیکھے آپ نے۔''

''دیکھو سالار! یہ صرف قسمت کا لکھا ہوتا ہے۔ تمہارے چچا کے ہاں تمہاری منگنی ہو رہی تھی۔ نازش تمہاری بچپن کی مانگ تھی ناں..... تھا تمہیں کوئی اعتراض..... تمہارا بھلا نہیں چاہا تھا ہم نے۔ تمہیں بھی اعلیٰ ہی خاندان میں بیاہنا چاہتے تھے مگر انہوں نے اچانک تمہارے ابو کی جائیداد پہ دعویٰ کر دیا اور پھر اس دعویٰ کو تنازع بنا کر کورٹ کچہری تک لے گئے۔ تمہارے مرحوم باپ پہ ہر طرح کے الزام لگائے ایسی صورتِ حال میں کیا میں وہ رشتہ باقی رکھ سکتی تھی۔''

''وہ تو ٹھیک ہے امی..... میں یہ نہیں کہہ رہا اس کے علاوہ اور بھی تو گھر تھے۔''

''ایک چچا کے ٹوٹنے سے تمہارا سارا ددھیال ہم سے ختم ہو گیا۔ تمہارے دونوں بڑے بھائی پہلے ہی ایک خالہ اور ماموں کے بیاہے ہوئے تھے پھر سب سے بڑھ کر تمہارا جوڑ بھی نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا مجھے غیروں میں نکلنا تھا۔ ہاں..... البتہ نایاب کے سسرال والوں کو جلدی نہ پڑی ہوتی تو ہم تمہارے لیے اور بھی جانچ پڑتال کرتے لیکن دیکھو قسمت نے موقع ہی نہیں دیا۔ ادھر نایاب کے سسرال والوں کو جلدی تھی اور دوسری طرف تمہارے ٹھیکرے کی سگائی ٹوٹ گئی تھی۔ انا کا سوال تھا، دو ماہ کے اندر اندر رشتہ دیکھنا اور بیاہنا واقعی آسان نہیں تھا۔ محراب علی نے صرف اشارتاً ارسہ کے گھر والوں کا ذکر کیا تھا۔ تمہاری بہنیں دیکھنے گئیں تو انہیں ارسہ پسند ہی بہت آئی۔'' عشرت بیگم نے یہ کہہ کر ایک تلخ ہنکارا بھرا تھا۔

''تو کیا وہ آپ کو پسند نہیں آئی تھی؟'' اس نے چبھتے لہجے میں ماں سے پوچھا۔

''ارسہ پیاری تھی لیکن مجھے پہلی ہی ملاقات میں وہ خاصی بے باک سی لگی تھی اور اس چبھن کا اظہار جب میں نے اپنی بیٹیوں کے سامنے کیا

تو وہ الٹا مجھ ہی سے خفا ہوگئیں اور مجھے ہی سمجھانے لگیں کہ آج کل ماحول بہت تبدیل ہو گیا ہے۔ میں نے محسوس کیا میری بہوؤں کو بھی ارسہ بہت پسند آئی ہے۔ ارسہ خوب صورت تھی پڑھی لکھی تھی۔ اس کے سگھڑاپے کا تو خیر مجھے علم نہیں تھا۔ وہ بھید تو خیر بعد میں ہی کھلا کہ محترمہ کو کچن کے کاموں سے کوئی رغبت نہیں ہے...... میرے گھر میں الحمدللہ کام کرنے والوں کی کمی نہیں، میں تو یہ کڑوا گھونٹ بھی پی لیتی لیکن بے پردگی......اور بیہودگی...... یہ ناقابل برداشت ہے۔'' سالار کچھ نہیں بولا۔ سر جھکائے بیٹھا رہا...... عشرت بیگم نے بیٹے کی طرف دیکھا پھر کچھ خائف سے لہجے میں بولیں۔

''اب تو ارسہ کو پورے چھ ماہ ہو گئے ہیں۔ ہمارے گھر کا ماحول سمجھتے ہوئے اسے خود ہی چاہئے کہ وہ تمہیں کسی قسم کا موقع نہ دے۔ آخر وہ پڑھی لکھی ہے باشعور ہے۔ اسے اپنی گرہستی کو سمجھنا چاہئے۔''

''ہونہہ۔'' سالار تلخ ہوا۔ ''اس گھر سے جب تک وہ منسلک رہے گی اس کے اندر کی بے غیرتی ختم نہیں ہوگی۔'' سالار دوٹوک لہجے میں بولا۔ عشرت بیگم کچھ دیر سوچ کر کہنے لگیں۔

''وہ اپنے بہن بھائیوں کی شادیوں سے فارغ ہو جائے تب تم اس کا آنا جانا کم کر دینا۔''

''میرے لیے تو یہ شادی ہی حلق میں ہڈی کی طرح پھنس گئی ہے۔'' وہ منہ بنا کر بڑبڑایا۔ اماں جی جوتیاں گھسیٹتی اندر کمرے میں داخل ہو رہی تھیں اس کا پھولا منہ دیکھ کر کہنے لگیں۔

''اب پھر بیوی کی کوئی شکایت لیے بیٹھے ہو؟'' وہ چپ چاپ بیٹھا رہا۔

''کیوں میاں...... بولتی کیوں بند ہوگئی۔ جب وہ تمہارے پاس ہوتی ہے تب تو تمہیں اس میں کوئی خرابی، برائی نظر نہیں آتی...... اگر ہم کہہ دیں۔ یہ بہو ہے یا لنگوڑی لونڈا...... بنا دوپٹے کے بچوں کے ہمراہ کودتی پھرتی ہے۔ تب تو تمہیں کسی کو نظر نہیں آتا۔ تمہاری بہنیں بھی حمایت کرنے لگتی ہیں اور تمہاری بھابیاں بھی۔ چھوٹی ہے...... سمجھ جائے گی...... ارے کمبخت کو کیا بارہ سال کی بیاہ کر لائے تھے...... اس سے چھوٹی تو ہماری نایاب ہے۔ اس میں کوئی ایسی اچھل کود۔ کمبخت ہنستی بھی ہے تو دیواروں سے پار قہقہے جاتے ہیں، ہم نے شروع شروع میں اعتراض کیا تو سارا گھر ہمارا ہی دشمن ہو گیا اور میاں تمہیں بھی سمجھ نہیں آتی۔ ابھی وہ آ جائے تم گاڑی کی چابی اٹھاؤ گے اور اس کے ساتھ گھومنے پھرنے چلے جاؤ گے۔'' سالار جز بز سا ہوا پھر پہلو بدل کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اماں کی باتیں ایسی ہی جلی کٹی ہوتی تھیں۔

''اب کیوں بھاگ گیا تمہارا بیٹا، ہمیں بھی تو بتاتا کون سے گل کھلا رہی ہے وہ وہاں...... آج کل۔''

''اس میں اماں جی سالار کا بھی کیا قصور۔ آخر بیاہ کر تو ہم ہی لائے تھے اس کو۔ سالار بھگا کر نہیں لایا تھا۔'' عشرت بیگم تلخ لہجے میں بولیں تو اماں جی کو غصہ آ گیا۔

''اے لو، یہ نرالی سنی...... دنیا میں یہی دستور ہے کہ گھر والے ہی بیاہ کر لاتے ہیں...... اور بی بی بیاہ کر لائی تھیں تم اور تمہارے نمبردار بیٹے۔ ہمارا تو اس رشتے سے لینا دینا ہی نہیں تھا۔ ہم تو ایک دن بھی ان کی دہلیز پر نہیں گئے۔ آخری جلدی کس بات کی تھی۔ پہلے تو خاندان کی بچی سے رشتہ توڑا پھر بیٹے کو گند میں ڈال دیا۔ بھاگ رہا تھا تمہارا بیٹا کیا؟''

''اماں جی...... آپ کو سب کچھ پتا ہے۔ کون سی کسر چھوڑ دی تھی فضل بھائی نے ہمارے ساتھ اور پھر انہوں نے جو کیا سو کیا۔ آپ کی ساری اولاد نے فضل بھائی کا ہی ساتھ دیا۔ یہ بھی نہ سوچا کہ...... آپ۔'' عشرت بیگم نے دانتوں تلے زبان دبالی۔

''ہاں...... ہاں...... کہو...... کہ میں تمہارے گھر میں بیٹھی تھی۔ یہی ایک کسر باقی تھی۔ اب وہ تم پوری کرلو...... مجھے نیچا دکھانے کے لیے تم بیٹے کو فوراً بیاہنا چاہتی تھیں ناں۔ دیکھو...... اللہ تعالیٰ نے کیسی سزا دی اور ابھی تو اور سزا اٹھاؤ گی۔'' اماں جی...... بددعائیں دیتیں واپس جوتیاں گھسیٹتی کمرے سے نکل گئیں۔ عشرت بیگم نے دکھ اور صدمے سے نڈھال ہو کر سر ہاتھوں میں پکڑ لیا۔

☆☆☆

''حالانکہ اماں جی اپنی اولاد کی نیچر کو اچھی طرح سے جانتی ہیں۔ اس کے باوجود ان کا یہ رویہ ہے۔'' مریم نے ماں کی ساری روداد سن کر غصے میں کہا۔ ''کون سی زیادتی ہے جو چچاؤں نے ہمارے ساتھ نہیں کی پھر بھی ان کے پروں پر پانی نہیں پڑنے دیتیں...... جبکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ اماں جی خود سارے معاملات کو اپنے ہاتھوں سے حل کریں، اولادوں کو سمجھائیں لیکن نہیں جی۔ ان کا زور تو بس ہمارے اوپر ہی ہوگا۔ چاچا فضل کی بیٹی اس گھر میں آجاتی تو اماں جی واری سیاں ہوتیں لیکن اب طعن و تشنیع سے جینا حرام کر رکھا ہے۔ ارسہ کے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے تک پر اعتراض ہے اماں جی کو۔''

''اماں جی...... کی یہ نکتہ چینی نہ جانے کیا چاند چڑھائے گی۔''

''یہ بات رہنے دو مریم...... مانا کہ اماں جی نکتہ چینی سے باز نہیں آتیں، وہ ناجائز بات پر اڑ جائیں تو مجھ ہی سے محاذ آرائی شروع کر دیتی ہیں، وہ جوانی سے اتنی ہی ترش مزاج ہیں۔''

''تو پھر رہ لیں ان بیٹوں کے ساتھ جن سے اماں جی کو ہمدردیاں ہیں۔ آپ کو دن رات کس چیز کے طعنے دیتی ہیں۔ اماں جی کی تو عادت ہے ہر چیز کو اپنے زمانے کے حساب سے دیکھیں گی۔ وہی سو سال والی روایت باقی رہے گی تو ٹھیک ورنہ وہ طعنے دے دے کر جینا حرام کر دیں گی۔'' مریم کو سخت غصہ آرہا تھا۔

''وہ تو ٹھیک ہے مریم لیکن ارسہ بھی بہت موقع دے رہی ہے۔ آخر چھ ماہ کم تو نہیں ہوتے ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے۔ میں سب کچھ نظر انداز کر بھی دوں تو کیا ہے، وہ سالار کو بہت زچ کر رہی ہے۔'' پھر عشرت بیگم نے چیدہ چیدہ وہی معاملہ بیٹی کے گوش گزار کیا تو مریم کہنے لگی۔

''اگر ہم لوگ سالار کے ساتھ جاتے تو سالار کبھی بھی اس فنکشن میں خود کو اکیلا محسوس کر کے ارسہ کے گھر والوں سے بدظن نہیں ہوتا۔ ٹھیک ہے وہ لوگ ہم سے زیادہ ماڈرن ہیں لیکن اب ایسے فنکشن ہمارے اس گھر کے علاوہ اور بھی گھروں میں ہو رہے ہیں اور دور جانے کی ضرورت کیا ہے۔ میرے سسرال میں ہی دیکھ لیں۔ ابھی کچھ عرصہ قبل میرے نند اور دیور کی شادیاں ہوئی ہیں تب بھی کچھ ہوا...... میں نے جو یہاں نہیں دیکھا تھا وہ کچھ وہاں دیکھ رہی ہوں...... اب اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں آکر آپ لوگوں کو ہی الزام دوں کہ میرے لیے ایسا گھر کیوں دیکھا۔ یہ میری قسمت تھی...... ورنہ میری دوسری دونوں بہنیں ایسے ہی گھروں میں سروائیو کر رہی ہیں جیسا اس گھر میں دیکھ کر گئی ہیں۔ میری سمجھ سے باہر ہے، سالار مرد ہو کر

کیوں اتنے چھوٹے دل کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اسے سمجھائیں کہ ایسی باتیں نہ کرے۔ وہ ایسا کرے گا تو اماں جی کو موقع ملے گا۔ اور پھر وہ ہمیں اسی گھر میں بیٹھ کر پورے خاندان میں بدنام کریں گی۔'' عشرت بیگم بیٹی کی باتوں سے مطمئن نہ ہوئیں کہنے لگیں۔

''میں نے دیکھا ہے ارسہ تم سے زیادہ اٹیچ ہے...... تم اسے سمجھایا کرو کہ وہ سنبھل کر چلے اور صرف اپنے میاں کو خوش رکھے۔ اس کی خوشی میں ہم سب کی خوشی ہے۔''

''آپ مطمئن ہو جائیں میں اسے ضرور سمجھاؤں گی اور ایک بات میری سمجھ لیں۔ شادی کے فنکشن میں آپ نے بھائیوں کو بھی بھیجنا ہے اور ہم بہنیں بھی جائیں گی۔ شادی سے پہلے بھی تو ہمیں ان لوگوں کو جاننے کا زیادہ موقع نہیں ملتا تھا اور اب بھی اگر آنا جانا ترک کر دیا تو یہ ساری پریشانی سالار کو اٹھانا پڑے گی۔ آخر اب اس گھر سے ناتا جڑا ہے تو غم وخوشی میں تو دنیا کے دستور کے مطابق آنا جانا ہی ہوگا۔ کب تک ہم اماں جی کے ڈر سے اس رشتے کو نبھانے سے بھاگیں گے۔ اب بھائی کو بیاہا ہے تو نبھانا بھی پڑے گا۔'' عشرت بیگم کچھ سوچتے ہوئے سر ہلا رہی تھیں۔

☆☆☆

ارسہ ابھی ابھی فرحان کے ساتھ شاپنگ کر کے آئی تھی اور بہت خوش تھی۔ ''اگر تم مجھے مہندی کے فنکشن کے لیے یہ تجویز نہ دیتے تو میں کبھی بھی اپنے بھائیوں کی مہندی کو انجوائے نہ کر سکتی مگر میں یہ سوچ رہی ہوں کہ سالار نے یہ تو ضرور سوچا ہوگا کہ میں کہاں ہوں۔''

''ہاں، تم نے دیکھا نہیں تھا کہ وہ بار بار فون ملا رہا تھا۔ وہ ضرور تمہیں ہی فون ملا رہا ہوگا اور پھر وہ فنکشن ادھورا چھوڑ کر چلا بھی گیا۔''

''ماجدہ باجی بتا رہی تھیں کہ اس نے میرے بارے میں ان سے پوچھا تھا اور انہوں نے ہنس کر ٹال دیا، مناسب جواب نہیں دیا۔ میں سوچ رہی ہوں فرحان کہیں ماجدہ باجی کے جواب سے اسے شک نہ ہو گیا ہو۔''

''اوہ...... کم آن۔'' فرحان جھنجلایا۔

''ارے بھئی کیا ہو رہا ہے یہاں؟'' اچانک باسط بھائی ان لوگوں کے درمیان میں آ کر بیٹھ گئے۔ یہ ساجدہ کے شوہر تھے۔

''بھئی باقی لوگ کہاں ہیں...... ساجدہ بھئی ایک کپ چائے کا تو بنوا دو۔'' انہوں نے ہانک لگائی۔

''ساجدہ باجی، رابعہ کے ساتھ سیلون گئی ہیں۔ میں بنا لاتی ہوں۔''

''اور امی کدھر ہیں؟''

''امی بھی دلاور بھائی کے ساتھ شاپنگ کرنے گئی ہیں۔''

''اور ان کی مسز...... شمیم بھابھی اوپر ہیں اور نسرین بھابی، ماجدہ باجی کے ہمراہ ٹیلر کے پاس گئی ہیں۔ اس کے بعد وہ بھی سیلون جائیں گی۔ میرا خیال ہے میں نے سب خواتین کی تفصیل آپ کو بتا دی ہے۔ میں اب چائے بناتی ہوں...... فرحان تم چائے پیو گے؟''

''ہاں...... بناؤ۔ میں سعد وغیرہ کے کمرے میں جا رہا ہوں۔ ان کے دوست ان کے کمرے ڈیکوریٹ کرا رہے ہیں۔ دیکھتا ہوں کیسی سیٹنگ کی ان لوگوں نے۔'' فرحان اٹھ کر جانے لگا تو باسط بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔

''چلو میں بھی چلتا ہوں۔ بھئی ارسہ، تم بھی چائے لے کر ادھر ہی آ جانا۔ یہاں اکیلی کیا کرو گی۔'' وہ کچن میں جھانک کر بولا تو ارسہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''اور بھئی فرحان میاں سناؤ...... آج کل کیا کر رہے ہو؟''

''کچھ نہیں باسط بھائی۔ بس اپنا بزنس ہے۔ کہیں دوسری طرف دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی...... مہران بھائی اور ابو ہی بزنس کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں۔ میرے تو عیش ہی عیش ہیں۔''

''بھئی یہ بھی خوب ہے۔ اچھا یہ بتاؤ اس بار تم اکیلے ہی آئے ہو۔ تمہارے ابو اور بھائی وغیرہ کیوں نہیں آئے؟''

''مہران بھائی اپنے بیوی بچوں میں مصروف ہیں اور ابو تنہائی میں مگن۔''

''کیا مطلب...... انکل تو بہت بذلہ سنج آدمی تھے۔ وہ کب سے تنہائی پسند ہو گئے؟''

''تین سال پہلے امی کا انتقال ہوا تھا۔ جب سے ابو نے اپنا دائرہ احباب مختصر کر لیا ہے۔''

''ہاں......یار......وہ تمہاری امی کے بارے میں سنا تھا۔ اچانک ان کی موت کا بہت افسوس ہوا۔ اچھی خاصی صحت مند تھیں آنٹی۔ اچانک ایسی جان لیوا بیماری اور پھر کچھ ہی عرصے کے بعد موت کا سنا تو واقعی بہت بڑا دھچکا لگا تھا۔''

''امی اچانک چلی گئیں......حالانکہ کینسر میں لوگ کئی کئی سال تک جی لیتے ہیں لیکن جیسے ہی بیماری کا انکشاف ہوا، امی خود کو سنبھال نہ پائیں۔ شاید انہوں نے اس بیماری کا خوف دل میں بٹھالیا تھا۔'' فرحان زود رنج دکھائی دے رہا تھا۔ باسط نے دلاسے والے انداز میں اس کا کاندھا تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

''انکل کا خیال رکھا کرو......میں تو کہتا ہوں انکی دوسری شادی کرادو ان کا جی بہل جائے گا۔ آخر ابھی تو وہ جوان ہی ہیں۔'' باسط نے کچھ اس انداز میں کہا کہ فرحان کو ہنسی آگئی۔

''اگر آپ کی نظر میں کوئی لڑکی ہے تو ضرور بتایئے گا۔'' وہ یکدم ہشاش لہجے میں بولا تو باسط ہنس پڑا۔

''غضب خدا کا ان مردوں کا بھی کوئی جواب نہیں۔ بڑھاپے میں بھی انہیں لڑکیاں چاہیے ہوتی ہیں۔ ہٹو سامنے سے۔'' وہ لوگ کاریڈور میں کھڑے تھے۔ ارسہ فریج میں سے دودھ نکالنے آئی تھی ڈپٹ کر بولی تو باسط اور فرحان ہنستے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

☆☆☆

وہ چائے تیار کر کے پیالیوں میں انڈیل رہی تھی تبھی اس کا سیل فون بجا۔ اس نے نمبر دیکھا، نمبر سالار کا تھا۔ وہ ضرور کل کے فنکشن کے متعلق پوچھے گا کہ میں کہاں تھی۔ وہ متذبذب سی ہوئی پھر فون اٹینڈ کرلیا۔

''کل سے فون کر رہا ہوں کہاں ہو تم؟''

''یہیں گھر پر۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''تو پھر میرا فون اٹینڈ کیوں نہیں کیا؟''

''سالار یہ شادی بیاہ کا گھر ہے۔ ضروری تو نہیں کہ میں ہر وقت فون ہاتھ میں رکھ کر بیٹھی ہوں۔ نہیں پتا چلا ہوگا مجھے۔ کس وقت کیا تھا تم نے فون مجھے؟'' اس کے انجان بننے پر سالار کو غصہ آ گیا۔

''تمہارے موبائل میں مس کالز آئی ہوں گی۔ ٹائم بھی دیکھ سکتی ہو۔''

''افوہ......تم بھی ناں......کہا تو ہے نہیں پتا چلا مجھے۔ میرے فون کی بیٹری آف تھی۔ صبح ہی چارج کیا ہے میں نے۔''

''کل رات فنکشن میں نظر نہیں آئیں تم مجھے......آخر کون سے کونے میں چھپ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ میرے چلے جانے کے بعد تو آزادی سے فنکشن اٹینڈ کر لیا ہوگا تم نے۔'' وہ سخت کڑوے انداز میں کہہ رہا تھا۔ ارسہ نے کچھ دیر توقف کیا پھر دیدہ دلیری سے بولی۔

''ساری رات بیٹھے رہتے، مجھے کیا فرق پڑتا تھا......میں تو گھر پر تھی۔ میں کون سا فنکشن اٹینڈ کرنے گئی تھی۔'' اس کی بات پر سالار کو گہرا دھچکا لگا۔

''تم گھر پر تھیں؟'' وہ بے یقینی سے بولا۔

''ہاں، میں گھر پر ہی تھی۔ کیسے آتی...... اب اس فینسی برقع میں تو اس فنکشن میں آ نہیں سکتی تھی سو گھر پر ہی پڑی رہی۔'' سالار کو یقین نہیں آیا۔

''مگر تمہاری بہن تو کہہ رہی تھی کہ تم......''

''ہاں، انہیں ایسا کہنے کا میں نے ہی کہا تھا...... تاکہ تم...... میری پہرے داری کی ہی وجہ سے کچھ دیر تو فنکشن میں رکو۔ آخر ہمارا بھی کوئی اسٹیٹس ہے۔ تمہیں اچھی طرح سے پتا چل جانا چاہیے۔''

''جس اسٹیٹس کی تم بات کر رہی ہو۔ وہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے، اس بے حیائی اور بے غیرتی پہ تم ناز کر سکتی ہو۔ میں متاثر نہیں ہو سکتا۔'' ارسہ اس کی بات پر ہنس دی۔

''اصل میں سالار تمہاری ایک مین پرابلم ہے اور وہ پرابلم ہے فیملی...... تم اپنی فیملی کے خوف سے ہمارے اندر گھلنے ملنے سے کتراتے ہو اور بس۔'' سالار کو ارسہ کی سوچ پر بے حد افسوس ہوا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ پڑھی لکھی اور باشعور لڑکی ہے۔

''ایسا کون سا انسان ہے جو اپنا بھلا نہیں چاہتا؟'' سالار چبا چبا کر بولا تو ارسہ بھڑک گئی۔

''ہاں، فقط میں ہی اپنا برا چاہتی ہوں۔ تبھی خود کو پابندیوں میں جکڑے اس چار دیواری میں بیٹھی ہوں۔ ہے ناں۔'' سالار چپ رہا۔

''ذرا سوچا سالار...... ایک لمحے کے لیے سوچو تمہارے بہن بھائیوں کی شادیاں ہو رہی ہوں اور کوئی تمہیں ان سے...... ان کی خوشیوں سے دور رہنے کے لیے کہہ دے تب تمہیں کیسا لگے گا؟'' یہ کہتے ہوئے ارسہ کی آواز گلوگیر ہوگئی۔ ''مگر تمہاری خاطر میں نے یہ قربانی بھی دے ڈالی لیکن تمہیں رتی برابر بھی احساس نہیں۔ فنکشن ادھورا چھوڑ کر چلے گئے تھے تو میرے پاس ہی آجاتے۔ یہاں میں اکیلی ساری رات جاگتی رہی، تم آجاتے تو میرا وقت ہی کٹ جاتا۔''

''میں نے تو تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم بالکل ہی فنکشن اٹینڈ مت کرنا۔'' سالار کو احساس ہوا تو نرم لہجے میں بولا۔ ارسہ نے فوراً فائدہ اٹھایا۔

''کس طرح آتی، اس برقع میں جو تم نے مجھ پر لاگو کر دیا ہے۔ اپنی فیملی میں اس برقع کی وجہ سے ٹھیک ٹھاک تماشا بن گئی ہوں میں۔''

''ہاں...... تو اس بات میں غلط بات کون سی ہے عورت پہ فرض ہے کہ وہ ہر طرح سے غیر محرم کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔ تمہیں حق کی بات بتانے میں کس قسم کی شرمندگی ہے۔'' اس کی ڈھٹائی پر ارسہ کلس گئی۔

''مجھے اس لیے شرمندگی ہے کہ تم لوگوں کا رویہ، طرز زندگی منافقانہ ہے۔ تم اپنی ذات سے سب کچھ کر رہے ہو لیکن پابندیاں مجھ پر لگ رہی ہیں۔''

''تم محض الزام لگا رہی ہو...... حالانکہ تم ہمارے ماحول، طرز زندگی سے خوب اچھی طرح واقف ہو چکی ہو۔''

''میں تمہارے سسٹم کی نہیں صرف تمہاری بات کر رہی ہوں...... اگر ایسی ہی کوئی شرط میں تم پر عائد کر دوں تو کیا تم اسے مان لوگے؟''

''کیسی شرط...... کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''تم شرعی داڑھی کیوں نہیں رکھ لیتے سالار۔'' وہ طنز کر رہی تھی۔ سالار ایک لمحے کے لیے چپ ہوا پھر کہنے لگا۔

''ہاں، داڑھی رکھنا تو عین سنت اور ثواب ہے اور میں کیوں نہیں رکھ سکتا۔''

''صرف یہ بتاؤ، میرے کہنے پر رکھو گے۔'' وہ بیچ میں بات کاٹ کر بولی تو سالار نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔

''جب تک اس نیکی کی توفیق مجھے میرا اللہ نہیں دے گا میں کیسے رکھ سکتا ہوں۔ محض دنیا دکھاوے کے لیے...... یا صرف تمہیں خوش کرنے کے لیے۔ جب میرا اللہ مجھے توفیق دے گا تب میں یہ سنت بھی ضرور ادا کروں گا۔''

''یہی تو میں تمہیں کہنا چاہتی تھی۔ نیکی کی توفیق اللہ دیتا ہے۔ انسانوں کے جبر سے نیکی کا حق ادا نہیں ہوتا۔ یہ صرف جبر ہوتا ہے اگر اسلام میں جبر جائز ہوتا تو...... تبلیغ کے ذریعے نہیں تشدد سے اسلام پھیلانے کا حکم آتا لیکن ایسا تو نہیں ہے۔ اسلام نرمی سے دین پھیلانے کا درس دیتا ہے۔''

''بڑی بات ہے کہ تم مجھے دین اسلام کا درس دے رہی ہو۔'' سالار طنزیہ ہنسا۔ ارسہ کلس گئی۔

''میں بھلا کون ہوتی ہوں تمہیں دین کا سبق دینے والی۔ تم تو خود بڑے دیندار آدمی ہو۔'' اس کے واضح طنز پر سالار کو سخت افسوس ہوا۔

''صرف داڑھیاں اور نماز کی عادت ہی دین اسلام کی پہچان نہیں ہے۔ اسلام حرام اور حلال کی واضح تمیز سکھاتا ہے۔ خیر میں تم سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا اور بات سنو توفیق بھی اللہ کی طرف سے اسے ہی ملتی ہے جو اللہ سے اس کا خواہاں ہوتا ہے۔ دل میں تو شر ہو اور منہ سے ہم توفیق مانگیں اس طرح توفیق نہیں ملتی۔ جس وقت تم خود اپنے دل سے غلط اور صحیح کا تدارک کر لو گی تب تم مجھ سے بحث نہیں کرو گی پھر تمہیں میری باتیں پابندیاں نہیں لگیں گی۔ تم خود میرے پیچھے چلنے لگو گی۔''

''اونہہ، بڑے مولانا ہو ناں تم جو میں تمہارے پیچھے چلوں گی۔ ساری رات تو تم کیبل پر فلمیں دیکھتے ہو...... تب تمہیں دین اسلام یاد نہیں آتا۔ جہاں میرا معاملہ ہوتا ہے وہاں تم دین پھیلانے کھڑے ہو جاتے ہو۔ یہ مرد ہوتے ہی اتنے کنزرویٹو ہیں، اپنے معاملات میں کچھ اور بیویوں کے معاملات میں کچھ اور۔'' وہ جل کر کہہ رہی تھی۔ سالار کو اس کی سطحی سوچ پر شدید افسوس ہوا۔ وہ گھر میں بھی اسے یہی کہتی تھی۔

''تم ٹی وی دیکھتے ہو۔ سینما میں نہیں جاتے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ تم سگریٹ وغیرہ نہیں پیتے ہاں یاری دوستیاں تمہاری بھی ہیں۔ تم میوزک بھی سنتے ہو ہاں تم ناچتے نہیں۔ تم غیر محرم عورتوں سے بات چیت بھی کرتے ہو، ہاں البتہ ان سے ہنسی مذاق نہیں کرتے ان میں گھل مل کر نہیں بیٹھتے۔ تو یہ تمہارا منافقانہ رویہ ہی تو ہے۔ ہمارے ہاں جو کچھ ہے صاف اور واضح ہے۔ بہر حال دین کا درس تو تم مجھے ساری زندگی دیتے ہی رہو گے۔ رات رابعہ کی مہندی لے کر آ رہے ہیں رابعہ کے سسرال والے اگر آپ کے گھر والے تشریف لے آئیں گے تو ہم پر بڑا احسان ہو گا اور ہاں یہ بتا دو کہ میں کپڑے کون سے پہنوں...... ہو سکتا ہے اب تمہیں میرے کپڑوں پر بھی اعتراض ہو جائے۔ ویسے تمہاری انفارمیشن کے لیے عرض ہے میں چوڑی دار پاجامہ، پشواز اور دوشالا پہنوں گی۔ دوشالہ کے نام پر تو تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ میں سر تا پاؤں اس سے ڈھکی رہوں گی۔ تم کہو گے تو میں گھونگٹ بھی نکال کر رکھ لوں گی۔'' سالار چپ رہا۔

''ویسے، سالار میری پوزیشن پہ خود کو رکھ کر ایک بار ضرور سوچنا اگر خدا نے ہمارا جوڑ ملا ہی دیا ہے تو کیا اس میں ایڈجسٹمنٹ میں ہی کروں گی۔ تم میرے لیے ایک انچ بھی نہیں بڑھو گے تو کیا میں ہی غلط ہوں۔ میرے لیے تم قربانی نہیں دو گے پھر تم مجھ سے کس محبت کا دعویٰ کرتے ہو۔''

اس کی آواز بھیگنے لگی تھی۔

''اس وقت تم مجھے بلیک میل کررہی ہو۔'' سالار کا دل نرم پڑ گیا۔

''کیا تمہیں خود پہ بھروسا نہیں۔ میرے بلیک میل کرنے سے تم بلیک میل ہو جاؤ گے؟'' وہ شرارتی سے لہجے میں بولی تو سالار نے سچائی سے اقرار کرلیا۔

''ہاں تم مجھے بلیک میل کرتی ہو تو میں بلیک میل ہو جاتا ہوں اور اس بات کا تمہیں اچھی طرح سے پتا ہے۔'' ارسہ اپنی جیت پر کھلکھلا کر ہنس دی۔ وہ بالکل ہلکی سی ہوگئی تھی۔ سالار نرمی سے بولا۔

''رات کو میرے گھر سے سب لوگ آئیں گے تم ان کا خصوصی خیال رکھنا اور اس کے علاوہ تمہاری کوئی غیر اخلاقی حرکت دیکھنے کو نہ ملے۔''

''اوکے بابا......اوکے۔ اچھی طرح سے جان گئی ہوں نہیں ہوگی آپ کو شکایت۔'' وہ دل وجان سے بولی۔

سالار کا موڈ ٹھیک ہوگیا تھا اسے اور کیا چاہئے تھا۔ اس لیے وہ خوش تھی۔ وہ خوشی خوشی ہی شادی اٹینڈ کرنا چاہتی تھی۔ چاہے اس کے لیے اسے سالار کو دھوکے میں ہی کیوں نہ رکھنا پڑتا۔ اس نے اطمینان سے فون بند کردیا۔ سامنے ہی فرحان چوکھٹ میں ایستادہ تھا۔

''تو یہ ہے اندر کی بات۔ تم تو مجھے کہہ رہی تھیں تمہارے سسرال والے کنزرویٹو ہیں جبکہ تمہارا تو شوہر خود......''

''تو شوہر بھی تو اس گھر کی پیداوار ہے۔ میں نے تو جا کر نہیں بنایا تھا اسے۔ جو وہ بالکل میرے جیسا ہوتا۔ لو باتوں میں دھیان ہی نہیں رہا ساری چائے ٹھنڈی ہوگئی۔ میں گرم کردیتی ہوں تم لے جاؤ۔'' وہ چائے دوبارہ گرم کرنے لگی۔ فرحان کی نگاہیں اس کے صبیح چہرے پر ٹھہر گئیں۔ وہ بغور ارسہ کو دیکھ رہا تھا۔

''ایک بات پوچھوں ارسہ تم سے؟'' ارسہ نے چونک کر دیکھا تو وہ گہری سوچ میں مبتلا تھا۔

''یہ بتاؤ تمہیں سسرال میں سب سے پہلے کس بات پہ اور کس نے ٹوکا تھا۔''

''کیوں، تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟'' وہ کچھ ناراض سی نظر آنے لگی۔

''اس سوال کے جواب میں تمہاری ساری زندگی کا راز پوشیدہ ہے۔''

''مجھے یاد نہیں۔'' ارسہ نے دانستہ ٹال دیا حالانکہ وہ بھولی ہی کب تھی۔

وہ اس کی شادی کا دوسرا دن تھا۔ وہ اپنی ساس نندوں کے درمیان بیٹھی تھی اس کے میکے والے اسے لینے ہی آنے والے تھے۔ اس کی نند اسے تیار کرچکی تو اسے زیورات کا خیال آیا۔

''ارسہ، سارے زیوارت پہن لو۔''

''آپی زیورات تو لاکر میں رکھے ہیں۔ چابیاں سالار سے پوچھ لیں۔'' عجیب بات تھی اس کی نند کے ہاتھ یکدم ڈگمگائے تھے۔ ساس نے پہلو بدلا تھا اور دادی ساس نے سخت خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا تھا پھر دادی ساس دوسرے ہی پل کمرے سے نکل کر باہر چلی گئیں۔

''اے لو...... یہ تو خوب پٹاخہ دلہن آئی ہے۔ آج تک بڑی دلہنوں نے تو اپنے شوہروں کے نام نہیں لیے اور یہ دوسرے دن ہی نام لے کر پکارنے لگی۔'' کمرے میں سبھی نے دادی جان کے تاثرات سنے تھے۔

ارسہ کو بہت تعجب ہوا۔ بھلا اس بات میں ناراض ہونے والی کون سی بات تھی۔ آج کل تو زمانے کی ڈیمانڈ تھی اور پھر ان کے ہاں تو ہمیشہ سے میاں بیوی ایک دوسرے کا نام لیا کرتے تھے۔ یہ کوئی جرم تو نہیں تھا۔ اماں جی کی آوازیں اندر آ رہی تھیں۔ اس کی ساس اٹھ کر باہر چلی گئیں......شاید وہ انہیں روکنے گئی تھیں۔ تبھی مریم اسے کہنے لگی۔

''تم اماں جی کی باتوں کا برا نہیں منانا۔ پرانے زمانے کی ہیں۔ پرانے خیالات کو ہی اچھا سمجھتی ہیں۔ ہمیں بھی ہر بات پہ یونہی روکتی ٹوکتی رہتی ہیں۔ پر اماں جی...... دل کی بری نہیں ہیں۔ ان کی کسی بات کا تم برا نہیں منانا۔'' اس نے فوراً ہی اپنے سر سے اماں جی کی تنقید کو اتار پھینکا۔

''پرانے خیالات کی ہیں بلاوجہ تنقید کریں گی۔ اسے درگزر کرنا پڑے گا۔''

تھوڑی سی دیر میں ہی اس کے گھر والے کزنز اور بہنیں اسے لینے آ گئیں۔ وہ سب اس کے کمرے میں گھس آئی تھیں اور سبھی سالار سے ملنے کی خواہش کر رہی تھیں۔ اماں جی نے اس بات کا بھی برا منا لیا تھا کہ مریم اور ارم سالار کا ہاتھ پکڑ کر اس کے کمرے میں لے آئی تھیں جہاں لڑکیاں اور خواتین بیٹھی ٹھٹھول کر رہی تھیں۔ سالار شوخ طبیعت کا ضرور تھا مگر ایسی صورتِ حال سے پہلی بار سابقہ پڑا تو کچھ نروس سا دکھائی دینے لگا۔ وہ بغور سالار کی متغیر حالت کو دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھی۔ پرسنیلٹی کے لحاظ سے وہ شاندار مرد تھا۔ اس کا کمرا اس کے اعلیٰ ذوق کی نمائندگی کر رہا تھا۔ بس اپنے ماحول کی وجہ سے کچھ کچھ ہچکچا رہا تھا۔ یہ بات سبھی نے گھر آ کر اسے باری باری کہی تھی اور تب اس نے سوچا تھا۔ وہ سالار کو اپنے جیسا بولڈ بنا لے گی مگر......وہ سالار کو اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ہلا نہیں پائی تھی۔

☆☆☆

رابعہ کے سسرال والے سادہ اور شریف النفس لوگ تھے۔ تبھی مہندی میں بھی شرافت سے ہی لائے یعنی فنکشن تو ہوا لیکن خواتین میں ہی۔ ان کے لوگوں کے لباس و انداز سے لگتا تھا کہ وہ مڈل کلاس فیشن سے مبرا لوگ ہیں۔ مہندی کے فنکشن میں سالار کی دونوں بھابیوں اور...... دو بہنوں نے شرکت کی۔ اگلے روز رابعہ کی برات تھی۔ سعد اور معیز کی براتیں رابعہ کی شادی کے بعد طے ہوئی تھیں تاکہ رابعہ سج دھج کر بھائیوں کی شادی اٹینڈ کر سکے۔ رابعہ کا جہیز شادی سے دو دن قبل اٹھ چکا تھا۔ جس میں سبھی بہنوں نے تحائف رکھے تھے۔ فقط ارسہ کا ہی تحفہ نہیں تھا۔ ارسہ نے اپنی انگوٹھی اتار کر رابعہ کو پہنا دی تھی۔

''یہ میری طرف سے...... میری مجبوری کو تم اچھی طرح سمجھ سکتی ہو۔''

''لیکن ارسہ...... یہ انگوٹھی تو میرے کسی بھی سیٹ سے میچ نہیں ہوتی۔ اچھی خاصی بھاری اور جڑاؤ انگوٹھی ہے۔ کسی کو پتا چل گیا تو؟''

''تم اسے فی الحال رکھ لو۔ بے شک نہ پہننا...... مجھے موقع ملا تو میں اسے چینج کرا دوں گی۔ بس اسے تم میری طرف سے تحفہ سمجھو...... شادی کوئی روز روز تھوڑی ہوتی ہے۔''

''رکھ لو رابعہ...... رکھ لو۔ بہت موٹی اسامی ہے یہ...... کچھ فرق نہیں پڑتا اتنی معمولی سی انگوٹھی سے اسے۔'' سعد اور معیز اسے چھیڑ رہے تھے۔ رابعہ نے انگوٹھی رکھ لی مگر ارسہ کی خلش سالار کی طرف سے بڑھتی چلی گئی۔ کیا تھا اگر وہ اس کا مان رکھ لیتا۔ منہ سے مانگ کر بھی وہ کمتر ہی ہوئی۔

''ماجدہ باجی اور ساجدہ باجی کے میاں کس قدر اترا رہے تھے اپنے تحفوں پر اور امی بھی اپنے ان دو دامادوں پر خوب دل و جان سے واری سیاں ہو رہی تھیں۔ دن رات جو وقت دے رہے ہیں وہ لوگ...... ہر چھوٹا بڑا کام باسط اور اظہر بھائی نے سنبھالا ہوا ہے۔ دلاور بھائی بھی ان سے بہت مطمئن رہتے ہیں کیونکہ سعد اور معیز کی تو خود شادیاں ہو رہی ہیں اور خاور بھائی ایسے معاملات کا خاص تجربہ نہیں رکھتے...... ان کا بیشتر وقت کاروبار میں ہی گزرتا ہے۔ باسط بھائی اور اظہر بھائی...... دلاور بھائی کے بازو بنے ہوئے ہیں۔ اگر سالار بھی آج ان گھریلو معاملات میں دلچسپی لیتا تو حیثیت کی وجہ سے سب پہ سبقت لے جاتا اور میں دیکھتی ماجدہ اور ساجدہ باجیوں کو اترانے کا موقع کیسے ملتا...... لیکن یہ موقع تو تقدیر نے دیا ہے۔ سب بہنوں میں سب سے خوب صورت اور اعلیٰ گھرانا پانے کے بعد بھی میں امی کی نظر میں رابعہ سے بھی نچلے درجے پر ہوں۔'' وہ دیکھ رہی تھی۔ ماجدہ اور ساجدہ باجی امی کی خصوصی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھیں۔ اس میں صرف ان کی ہی صلاحیتیں نہیں تھیں ان کے شوہروں کی سیاست اور پیسہ بھی چمک رہا تھا۔ تبھی گھڑی دو گھڑی میں امی ان سے مشورے لیتی نظر آ رہی ہوتی تھیں۔

''داماد ہوں تو باسط اور اظہر جیسے۔'' دلاور بھائی ان کی کھل کر تعریف کرتے تھے۔ ہال کی بکنگ تھی یا کھانے کا مینیو، ہر چیز میں وہ دونوں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔

ارسہ روز بروز اپنے آپ کو پستی میں گرتا محسوس کر رہی تھی اور پھر وہ وقت بھی آ گیا جب رابعہ دلہن بن کر رخصت ہونے لگی۔ عین رخصتی سے کچھ دیر قبل سالار اسے ہال میں نظر آیا۔ وہ اسے اشارہ کر رہا تھا اپنے قریب آنے کا۔ وہ ساڑھی کا پلو سنبھالتے ہوئے سالار تک پہنچی۔

''رابعہ کو تحفہ نہیں دو گی؟'' سالار نے اچانک کہا تو وہ چونک گئی۔ پھر اس نے ایک جیولری کا ڈبا ارسہ کی طرف بڑھایا۔ ''اسے بننے میں دیر

لگ گئی تھی اس لیے وقت کے وقت پہنچ سکا۔ تم یہ میری اور اپنی طرف سے رابعہ کو دے دو۔'' ارسہ نے بے یقینی سے کھول کر دیکھا۔ وہ سونے کا چھوٹا سا ئیکلس سیٹ تھا۔

''مجھے تو یقین ہی نہیں تھا کہ تم یہ مجھے بنوا کر لا دو گے۔'' وہ کہے بنا نہ رہ سکی۔ سالار ہلکا سا ہنس دیا۔

''اب میں اتنا بھی گیا گزرا نہیں کہ چھوٹی سالی کو اس کی شادی پہ تحفہ نہ دے سکوں۔''

''اور وہ بھی میری پسند کا۔'' ارسہ نے درمیان سے بات اچکی۔

''تھینک یو سو مچ سالار...... اچھا یہ بتاؤ تمہارے گھر والوں کو پتا ہے اس کا یا چوری چھپے بنوا کر لائے ہو؟''

''کم ان ارسہ، کبھی کبھی تو تم بہت عجیب باتیں کرنے لگتی ہو۔ میں بھلا اپنے گھر والوں سے کیوں کر چھپاتا۔ انہی کے مشورے سے تو میں نے یہ بنوایا ہے۔'' ارسہ کو ایک اور دھچکا لگا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کے سسرال والے اتنے کھلے دل کا مظاہرہ کریں گے۔

''اچھا یہ بتاؤ، مریم باجی اور بھابیاں وغیرہ کدھر ہیں؟''

''وہ لوگ ادھر ایک سائڈ پر بیٹھی ہوئی ہیں۔ بے فکر رہو، مووی میکر سے میں نے کہہ دیا ہے وہ ان لوگوں کی مووی نہیں بنائے گا۔'' ارسہ نے ڈبا بند کرتے ہوئے تسلی دی۔

''ویسے میں آج کیسی لگ رہی ہوں؟'' وہ سرتاپا خوشی سے چہک اٹھی تھی۔ کالے رنگ کی ساڑھی میں بال کھولے ہوئے وہ واقعی منفرد اور خوب صورت لگ رہی تھی۔ میک اپ کرنے کا اسے بہت سلیقہ تھا۔ وہ اس طرح اپنی مین ٹین کرتی تھی کہ ہرگز بھی چہرے پہ بناوٹ نہیں آتی تھی۔ جیولری بھی وہ عام خواتین کی نسبت کم ہی پہنتی تھی جس کی وجہ سے وہ نمایاں ہی نظر آتی تھی۔

''اب بتاؤ بھی؟'' وہ ٹھنک کر بولی تو سالار جو ستائشی انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا ہنس دیا۔ اس کی طرف جھک کر بولا۔

''رابعہ کو رخصت کر کے میں بھی تمہیں ساتھ لے جاؤں گا پھر جی بھر کر اپنی تعریف سن لینا۔'' سالار کی اس فرمائش پر وہ گھائل ہوئی پھر اترا کر بولی۔

''میں کوئی جانے والی نہیں، معیز اور سعد کی براتوں سے نمٹ کر ایک بار ہی آؤں گی۔''

''یہ زیادتی ہے!'' وہ بے چینی سے بولا...... ارسہ یکدم بولی۔

''خدا کے واسطے ضد کرنے مت بیٹھ جانا، میں تمہاری ضدوں سے بہت تنگ ہوں...... اچھا آؤ...... رابعہ کو تحفہ تو دے دو۔''

''نہیں، بس تم ہی دے دو...... میں باہر جا رہا ہوں۔'' انہیں اکٹھا کھڑا دیکھ کر مریم اور ارم ان کے قریب چلی آئیں۔

''یہ تم میاں بیوی کس بات پر جھگڑا کر رہے ہو؟'' مریم نے درمیان میں آ کر ٹوکا...... تو سالار خفیف سا ہو گیا جبکہ ارسہ کو موقع مل گیا شکوہ کناں انداز میں بولی۔

''دیکھیں ناں مریم اور ارم آپی، میں سالار سے کہہ رہی ہوں کہ ہم اکٹھا جا کر رابعہ کو تحفہ دیتے ہیں۔ یہ کہہ رہے ہیں میں اکیلی دوں۔''

''ٹھیک تو کہہ رہی ہے ارسہ۔'' مریم نے فوراً سالار کی طرف دیکھ کر کہا جو خواتین کے جھرمٹ میں جانے سے ہچکچا رہا تھا۔

''دیکھو سالار جیسا دیس ویسا بھیس...... اب جبکہ تم تحفہ بنوا ہی لائے ہو تو جا کر اس کے ہاتھ میں بھی دو۔''

''مگر...... مریم آپی...... ارسہ دے میں دوں بات تو ایک ہی ہے۔''

''سالار! ارسہ کا پورا خاندان وہاں اسٹیج پر اکٹھا ہے۔ اس وقت تم ارسہ کے ساتھ جا کر تحفہ دو گے تو تمہارے تحفے کا سب کو پتا چلے گا۔ ارسہ اکیلی دے گی تو اس چیز کی اتنی اہمیت نہیں ہوگی۔'' ارم آپی نے بات ٹھیک کہی تھی۔ اس کی سمجھ میں آ گیا۔ وہ ارسہ کے ساتھ ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھ گیا ابھی وہ لوگ اسٹیج تک پہنچے بھی نہیں تھے کہ خواتین میں دولھا کی دودھ پلائی کا شور مچ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دولھا کے ہمراہ اس کے یار دوست بھی تشریف لے آئے۔ اسٹیج پر بے ہنگم سا رش ہو گیا۔ ارسہ کے بہنوئی، بھائی سبھی آ گئے تھے...... ارسہ کی بہنیں، بھابیاں، بھتیجیاں، بھانجیاں، کزنز دولھا سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں۔ اس سے قبل دودھ پلائی کی رسم شروع ہوتی۔ ارسہ نے اپنے بڑے بھائی کو آواز دی۔

''بھائی جان، بھائی جان۔'' دلاور علی ارسہ کی طرف متوجہ ہوا پھر سالار کو اس کے ساتھ کھڑا دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔

''بھئی سالار، بہت اچھا لگ رہا ہے۔ آج پہلی بار تم ہمارے ساتھ خواتین کے فنکشن میں کھڑے ہو۔''

''مجبوری کھینچ لائی۔'' اس نے کن انکھیوں سے ارسہ کی طرف دیکھا۔

''بھئی پھر تو یہ کمال ہو گیا۔'' دلاور قہقہہ لگا کر بولا۔ ''ویسے ایک بات بتاؤں۔ ہمارے ہاں سارے فنکشن مکس گیدرنگ کے ہی ہوتے ہیں۔ صرف تمہاری وجہ سے کہ تمہیں کوئی ناراضی نہ ہو اس لیے جینٹس، لیڈیز کا انتظام علیحدہ علیحدہ کر دیا تھا۔''

''جی ہاں، آپ کے انتظام کی داد دینا پڑے گی۔'' وہ لیڈیز ہال میں پھیلتے ہوئے مردوں کی تعداد دیکھ کر طنزاً بولا۔ جس کا دلاور علی پر خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔

''شادی بیاہ میں اتنا تو ہو ہی جاتا ہے۔''

''بھائی جان میں آپ کو آواز دے رہی ہوں اور آپ ہیں کہ......''

''ہاں بولو۔ کیا بات ہے؟'' وہ ارسہ کے قریب ہوا۔

''وہ بات یہ ہے کہ میں نے اور سالار نے رابعہ کو چھوٹا سا تحفہ دینا ہے۔ آپ اس ہنگامے کو...... فی الحال رکوا دیجئے۔ اس کے بعد دودھ پلائی کی رسم ہو جائے گی۔''

''عین اس وقت تحفہ دو گے تم لوگ...... باقی سب لوگ تو جہیز سے پہلے دے چکے ہیں؟'' دلاور کو کچھ عجیب سا لگا۔

''تو کیا ہوا، جانا تو رابعہ کے ساتھ ہی ہے۔ چاہے ہم جہیز میں دیتے یا اب دیں۔ تحفہ تو رابعہ کا ہی ہوا ناں۔'' ارسہ بے پروائی سے بولی پھر سالار کا ہاتھ پکڑ کر بھیڑ میں داخل ہو گئی اور اپنی مخصوص ادا سے بولی۔

''لیڈیز اینڈ جینٹل مین، پلیز تھوڑا سا ویٹ کریں۔ دودھ پلائی کی رسم بعد میں ہوگی۔ ابھی میں اور میرے ہسبینڈ رابعہ کو اس کا ویڈنگ

گفٹ دینا چاہتے ہیں!''

''کیا ضرورت تھی اس اعلان کی۔ ہم چپ چاپ نہیں دے سکتے تھے؟'' سالار کو یہ بالکل بناوٹی پن لگا۔ ارسہ کی نگاہیں ساجدہ باجی، ماجدہ باجی اور ان کے شوہروں پر تھیں۔ اس نے سالار کی بات کو نظر انداز کر دیا اور آگے بڑھ گئی۔ رابعہ عروسی جوڑے میں آراستہ و پیراستہ اپنے دولھا کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سب نے سالار اور ارسہ کے لیے جگہ چھوڑ دی۔ ارسہ، رابعہ کے قریب بیٹھ گئی اور سالار شاہد کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ارسہ نے نیکلس سیٹ کا ڈھکن اٹھایا۔ کیمرے کی لائٹس میں وہ اور بھی جگمگا اٹھا۔

''رابعہ، یہ میرے اور سالار کی طرف سے تمہارا ویڈنگ گفٹ۔''

''تھینک یو۔'' رابعہ نے جھینپتے ہوئے تحفہ ہاتھ میں پکڑ لیا پھر سالار کی طرف دیکھ کر بھی تھینک یو کہا۔ ارد گرد سے شور ابھرنے لگا۔

''واؤ، سرپرائزنگ گفٹ۔''

''لو بھی ارسہ بازی لے گئی۔''

''سب سے کاسٹلی گفٹ ارسہ کا ہوا۔ اس کے سب کزنز حسب معمول ہلڑ مچانے لگے۔ ساجدہ باجی، ماجدہ باجی کے ہی کیا ان کے شوہروں کے بھی موڈ بگڑ گئے۔ خالدہ باجی اور زبیدہ باجی بھی حیران تھیں۔ البتہ ان کے شوہروں کو بھی یہ عمل برا لگا تھا۔ اس کے بعد سالار نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ہزار ہزار کے پانچ نوٹ نکالے اور وہ دولھا کے ہاتھ میں تھما دیے۔

''یہ میری طرف سے تمہارے لیے۔'' شاہد نے حیرانی سے سالار کی طرف دیکھا۔ اسے تو رابعہ نے یہ بتا رکھا تھا کہ ارسہ کے سسرال والے اور اس کا شوہر انتہائی دقیانوسی اور کنجوس لوگ ہیں لیکن وہ اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا تماشا ہے امی؟'' ساجدہ اور ماجدہ اسٹیج سے اتر کر ماں کے قریب چلی گئیں۔ نعیمہ بیگم چونکہ اس عمل سے ناواقف تھیں۔ حیرانی سے بیٹیوں کی طرف دیکھنے لگیں۔

''ارسہ اور اس کا شوہر اپنی دولت کی نمائش کر کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ حقیر ہیں؟''

''ہوا کیا ہے مجھے کچھ پتا بھی چلے گا۔'' نعیمہ بیگم زچ سی ہو گئیں۔

''آپ لوگوں کو سب کچھ پتا ہے۔ بے وقوف صرف ہمیں بنایا گیا ہے۔ تحفے تو ہم نے بھی دیے تھے مگر ہم لوگوں پر آپ کا قانون لاگو تھا کہ تحفہ جہیز میں رکھا جائے گا اور ساتھ یہ بھی کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو کہ یہ اشیاء ہم نے دی ہیں۔''

''میں پوچھنا چاہتا ہوں اس قانون سے سالار صاحب مبرا کیسے ہوئے؟'' باسط سخت غصے میں تھا۔ اظہر تلملا کر بولا۔

''وہ نئے سمدھیانے پر اپنی امارت کی دھاک جمانا چاہتا تھا اور وہ اس نے جما لی۔ پوری شادی میں ہم نے جو محنت کی تھی اکارت گئی۔ اچھا خاصا مذاق بنا کر رکھ دیا ہے ہمارا۔'' نعیمہ بیگم اچنبھے میں تھیں۔ انہیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ سالار یہ کر گزرا ہے۔

''اگر ارسہ نے ایسا کچھ کرنا تھا تو مجھے تو بتاتی۔ کل رات تک تو وہ اپنے شوہر کی ہٹ دھرمی کا مجھ سے رونا رو رہی تھی۔'' اور اب ارسہ کے

قہقہے سب سے زیادہ گونج رہے تھے۔ نعیمہ بیگم نے چونک کر دیکھا۔ وہ اسٹیج پر چھائی ہوئی تھی۔

''بات تو سنیں میری!'' خالدہ کا شوہر تیزی سے ہال سے نکل رہا تھا۔ خالدہ ہانپتی کانپتی پیچھے پیچھے آرہی تھی۔

''میں نے کوئی بات نہیں سننی۔ عمر بھر ہم نے دیا اور ہمارے کسی تحفے کی یوں نمائش نہیں لگائی گئی۔ جب میں تمہیں کہتا تھا تو تم یہ کہہ دیتی تھیں معمولی سا تو تحفہ ہوتا ہے ہمارا، نمائش لگا کر کیا کریں گے اور ویسے بھی تمہارے ہاں تو رواج نہیں تھا۔ اب ہماری ناک کس لیے کاٹی گئی۔ غریب ضرور ہوں لیکن کسی موقع پر خالی ہاتھ نہیں آیا۔ آج وہ چار نوٹ دکھا کر کیا سمجھ رہا ہے۔ بڑا کچھ دے دیا اس نے۔ بیس سال میں اس سے زیادہ دے چکا ہوں...... اور اب دیکھوں گا کہ تو بھائیوں کے بیاہ کا لے کر کیا آئے گی۔''

''کیا بکواس ہے خالدہ یہ؟'' نعیمہ بیگم کو دامادوں کا یوں بکھرنا ایک آنکھ نہ بھایا۔ سراج نے ایک نہ سنی اور ہال سے نکل گیا۔ ادھر اسٹیج پر آوازیں بڑھ رہی تھیں کہ وہ دودھ پلائی کی رسم ادا کی جائے۔

''ہم لوگ بھی جا رہے ہیں۔ صحیح تو کہہ رہے تھے سراج بھائی۔ ناک ہی تو کاٹ دی ہے اس نے ہماری۔ اب ساری رسمیں وہی ادا کرے گا۔'' یکے بعد دیگرے باسط اور اظہر نکلنے لگے تو سامنے سے فرحان آگیا۔

''ارے بھئی، یہ کیا بد مزگی ہے۔ کہاں جا رہے ہیں آپ لوگ؟ دلاور بھائی اُدھر آوازیں دے رہے ہیں۔'' یکدم اس صورتحال کو نعیمہ بیگم کنٹرول نہ کر پائی اور سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ اس وقت نعیمہ بیگم کو ارسہ پر سب سے زیادہ غصہ آرہا تھا۔ ضرور اس نے یہ نمائش یہاں لگانا تھی۔ اگر وہ گھر میں بھی دے دیتی تو نعیمہ بیگم...... ہرگز بھی اتنا قیمتی تحفہ اکیلا رابعہ کے حوالے نہ کرتیں۔ اپنے پاس رکھ لیتیں اور انہوں نے تو سنا تھا کہ ارسہ اسے اپنی انگوٹھی دے چکی ہے پھر اس ڈرامے کی وجہ؟

''دیکھیں باسط بھائی یہ وقت غصے، گلے کا نہیں ہے۔ آپ لوگ عزت کے ساتھ رابعہ کو وداع کریں۔ باقی جو معاملات ہیں وہ گھر میں بیٹھ کر سلجھائے جائیں گے۔''

''ہم نے کوئی معاملات نہیں سلجھانے!'' باسط غصے سے غرایا۔ اظہر بھی تن فن کھڑا تھا دیکھنے والی بات یہ تھی کہ فرحان باہر کا لڑکا ہو کر ان کی دلجوئی کر رہا تھا جبکہ سالے اس معاملے میں دلچسپی لے ہی نہیں رہے تھے۔

''دلاور کو یا خاور کو ادھر بلاؤ میں نے بات کرنی ہے۔'' نعیمہ بیگم نے فرحان سے کہا۔ ابھی وہ فرحان سے کہہ ہی رہی تھیں کہ سعد اور معیز ماں کی طرف آتے دکھائی دیے۔

''امی، آپ کو دلاور بھائی بلا رہے ہیں۔ دولھا کو سلامی دینی ہے۔''

''دلاور سے کہو میری بات سنے۔'' سعد دوڑ کر گیا اور دلاور سے کچھ کہا۔ دلاور نے جان بوجھ کر سنی ان سنی کر دی۔

''امی دلاور بھائی کہہ رہے ہیں وہ لوگ رخصتی کے لیے شور مچا رہے ہیں۔ رات کافی ہوگئی ہے آپ اسٹیج پر آجائیں۔'' اِدھر مسلسل فرحان، باسط اور اظہر کو بریف کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔ ساجدہ اور ماجدہ کے تیور سخت خراب تھے۔ ان کے شوہر ناراض ہو گئے تھے اور دلاور بھائی جان کو

فکر ہی نہیں تھی۔ کل تک تو ان کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھایا جا رہا تھا آج کتنے مزے سے وہ اسٹیج پر رسموں میں مشغول کھڑے تھے۔

''دیکھو، باسط اور اظہر جو ہوا غلط ہوا۔ فی الحال تم لوگ عزت کے ساتھ رابعہ کو رخصت کرا دو۔ ہم اس معاملے کو بعد میں دیکھ لیں گے۔'' نعیمہ بیگم داماد وں کو منانے پر مجبور تھیں۔

''اب دیکھنے کے لیے باقی رہ ہی کیا گیا ہے؟'' باسط اور اظہر کی نگاہیں سالار پر تھیں جو دلاور کے پہلو میں کھڑا خوش گپیوں میں مگن تھا۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں اب اس رسم میں شامل ہو جاؤں۔ صرف تم یہ بتاؤ کہ تم نے میرے ساتھ چلنا ہے یا رکنا ہے؟'' باسط غصے میں بیوی سے پوچھ رہا تھا۔ ساجدہ، ماجدہ پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

''دیکھو باسط، امی صحیح کہہ رہی ہیں۔ ساری برادری کے سامنے تماشا بننے سے بہتر ہے کہ ہم لوگ خاموشی سے رابعہ کی رخصتی میں شامل ہو جائیں۔'' باسط نے زہریلی نگاہوں سے بیوی کی طرف دیکھا۔ وہ چلا کر کہنا چاہتا تھا۔ کیا تھا اگر دلاور...... آ کر انہیں اسٹیج تک لے جاتا۔ سالار کے سامنے دو کوڑی کی بھی عزت نہیں سمجھتے تھے وہ لوگ۔

''ٹھیک ہے، تم عزت داری نبھاؤ میں جا رہا ہوں۔'' باسط باہر نکل گیا۔ اظہر البتہ متذبذب سا کھڑا رہا۔ نعیمہ بیگم نے دیکھا ان کا دوسرے نمبر والا داماد ارشد ساری ناراضی کو ختم کر کے سالوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ زبیدہ بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔ خالدہ کرسی پر بیٹھی رو رہی تھی۔ سراج دھمکی دے کر چلا گیا تھا جبکہ باسط کے جانے کے بعد ساجدہ متذبذب سی کھڑی رہی، اسٹیج پر نہ گئی اور نعیمہ بیگم نے آخر بیٹی تو رخصت کرنا تھی۔ فی الحال انہوں نے چشم پوشی سے کام لیا اور سعد کے ہمراہ اسٹیج پر چڑھ گئیں۔ جہاں سب سے زیادہ رونق ارسہ نے لگائی ہوئی تھی۔ ارسہ بہت عرصے کے بعد اپنے اصلی موڈ میں دکھائی دے رہی تھی۔

باری باری ساری رسمیں ہو گئیں۔ ارسہ نے پورے پچیس ہزار روپے دودھ پلائی کے لیے تھے۔ وہ مرحلہ بھی آ گیا جب رابعہ کو رخصت کرنا تھا۔ اظہر رخصتی کے فوراً بعد ہی چلا گیا۔ رخصتی کے بعد چاروں بڑی بہنیں ٹولی بنا کر بیٹھ گئیں اور اس بات پر اظہار کرنے لگیں کہ آج جو کچھ ہوا بالکل غلط ہوا۔ نعیمہ بیگم بھی وہیں بیٹھی تھیں۔ تقریباً سبھی مہمان جا چکے تھے۔ ہال خالی ہو رہا تھا۔ سالار، ارسہ سمیت اپنی فیملی کو لے کر جا چکا تھا۔ سعد اور معیز اپنی فیملی کو لے جانے کا بندوبست کر رہے تھے۔

☆☆☆

وہ کپڑے چینج کر کے ڈریسنگ روم سے باہر آئی تو سالار کا موڈ آف ہو گیا۔

''یہ کیا بکواس ہے میں جلدی جلدی مریم اور ارم آپی کو چھوڑ کر آیا ہوں اور تم نے چینج بھی کر لیا۔''

''میں بہت تھک گئی ہوں سالار...... بس اب ایزی ہونا چاہتی تھی۔'' وہ نخرے سے کہتے ہوئے بستر پر لیٹ گئی۔ سالار چپ چاپ چینج کرنے چلا گیا۔ وہ باہر آیا تو ارسہ نیم دراز ٹی وی دیکھنے میں مشغول نظر آئی۔

''ارم اور مریم آپی تمہاری بہت تعریفیں کر رہی تھیں۔ پورے ہال میں چھائی ہوئی تھیں تم!'' سالار کی تعریف پر ارسہ کی آنکھوں میں غرور تیرنے

لگا اور اس کی گردن تن گئی۔ وہ تھی ہی اتنی خوب صورت...... اس کا حق تھا کہ سب اس کی تعریف کریں۔ بالوں میں برش مار کر سالار بھی بیڈ پر آ گیا۔

''اچھا یہ بتاؤ، یہ تمہاری بہنوں اور بہنوئیوں کو اچانک کیا ہو گیا تھا۔ کیوں غائب ہو گئے تھے وہ اسٹیج پر سے؟''

''پتا نہیں۔'' وہ دانستہ انجان بنی تو سالار ہنس دیا۔

''میرا تو خیال ہے کہ تمہیں اچھی طرح سے پتا ہے۔''

''کس بات کا؟'' ارسہ نے معصومیت سے سالار کی طرف دیکھا۔

''تم نے جو گفٹ دیا تھا...... لگتا ہے انہیں تمہارا مہنگا گفٹ اس طرح سب کے سامنے دینا پسند نہیں آیا'' سالار کے لہجے میں طنز تھا۔ ارسہ کو چبھن ہوئی۔

''تمہیں شاید معلوم نہیں۔ ان کے گفٹ بھی کاسٹلی تھے۔'' ارسہ نے جتایا۔

''تو پھر وہ جہیز میں کیوں رکھے گئے تھے...... حالانکہ جہیز میں رکھنے کا تو حق نہیں بنتا۔ مجھے تو یہ بھی پتا چلا ہے کہ تمہارے جہیز میں بھی بہت سی اشیاء تحفے کی صورت میں آئی ہوئی ہیں۔ آج مجھے بتاؤ ناں تمہارے کس کس بہنوئی نے تمہیں کیا کیا دیا تھا؟'' سالار کے سوال پر ارسہ کو سخت خفت محسوس ہوئی۔

''مجھے نہیں معلوم۔ امی سے پوچھ کر بتاؤں گی۔'' وہ ڈھٹائی سے بولی تو سالار کہنے لگا۔

''مگر میں ابھی ابھی سن کر آ رہا ہوں تم نے تو باقاعدہ بہنوئیوں سے فرمائشیں کر کر کے سامان لیا تھا۔''

''کیا بکواس ہے سالار یہ...... فرمائشوں کے لیے کیا میرے بھائی نہیں تھے۔ دلاور بھائی نے میری کسی خواہش کو پورا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میں کیوں کر بہنوئیوں سے فرمائشیں کرتی۔''

''مجھے کیا معلوم، تمہارے ہی بہنوئی ارشد میاں جتلا رہے تھے۔ تمہارا اور رابعہ کا نام لیا تھا انہوں نے۔'' ارسہ کو ارشد پر سخت غصہ آنے لگا۔

''نہ جانے زبیدہ آپا اس بے وقوف کے ساتھ کیسے گزارہ کر رہی ہیں!'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی...... جسے سالار نے بغور سن لیا اور ہنس دیا۔

''تم لوگوں کے نزدیک تو سبھی بے وقوف ہیں بلکہ ہر شریف آدمی بے وقوف ہے...... ہے ناں؟''

''مجھے تم اس لیے لے کر آئے ہو کہ مجھ سے یوں جلی کٹی باتیں کرو گے۔'' وہ تنتنا کر بولی تو سالار نے یکدم سگنل چینج کر دیا۔

''نہیں...... تمہارے حسن کی مدح سرائی کروں گا۔'' پھر جل کر بولا۔ ''زمانے بھر کے لیے تو تمہارے سولہ سنگھار ہیں اور میرے لیے یہ بکواس حلیہ!''

''تو کیا مطلب ہے تمہارا۔ میں تمہارے لیے نئی نویلی دلہن بن کر بیٹھ جاؤں؟'' وہ اترا کر بولی تو سالار نے اس کے صبیح چہرے کی طرف دیکھا اور جذب سے بولا۔

''تم میرے لیے کون سی پرانی ہو۔ آج بھی بالکل نئی نویلی ہو۔'' رابعہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی وہ رابعہ سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ رابعہ کا

رنگ بھی سانولا تھا اور جسامت بھی فربہی تھی۔ تقریباً ساری بہنیں ہی ایک جیسی تھیں سوائے ارسہ کے۔ وہ غالباً اپنی ماں کی شکل پر تھی۔ سالار نے دل ہی دل میں سوچا پھر اسے اچانک خیال آیا تو کہہ بیٹھا۔

''تم اپنی بہنوں سے بالکل مختلف ہو...... بالکل آنٹی کی شکل پر ہو۔''

''اچھا۔'' وہ اپنی تعریف پر کھلکھلا دی اور بے ساختہ بول بیٹھی۔ ''فرحان بھی یہی کہہ رہا تھا۔''

''فرحان...... یہ کون ہے؟'' سالار یکدم چونک سا گیا پھر اسے خیال آیا۔ اس نے دو تین بار ایک اجنبی سے لڑکے کو آتے جاتے دیکھا تو تھا اور وہ ارسہ سے بھی ہنسی مذاق کر رہا تھا۔

''تم اس لڑکے کی بات تو نہیں کر رہیں جس نے فیروزی کرتہ اور کالی شلوار پہن رکھی تھی۔''

''ہوں۔'' ارسہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

''کون ہے وہ لڑکا؟'' سالار کو اچانک تجسس سا ہوا۔

''توبہ ہے سالار...... تم سے تو بات کرنا کھال سے ناخن کھنچوانا ہے۔ امی کے رشتے داروں میں سے ہے یعنی دور پرے کا کزن۔ فیصل آباد سے آیا ہوا تھا۔ اب تو بہت کم ہو گیا ان لوگوں کا آنا جانا۔ پہلے تو یہ لوگ بہت آتے جاتے تھے۔ ہم لوگ بھی کئی بار ان کے ہاں جا کر ٹھہرے ہیں۔''

سالار چپ سا ہو گیا۔ ارسہ نے برملا کہا تھا۔

''شادی بیاہ میں ایسا ہو جاتا ہے۔ اب فنکشنز میں پردے تو لگا کر نہیں بیٹھ سکتے۔'' سو اسے چپ ہونا پڑا تھا اور پھر اس نے کمپرومائز کر لیا تھا فنکشن تک۔ سعد اور معیز کی براتیں اور اس کے بعد خلاصی تھی۔

''اچھا سو جاؤ۔ رات کافی ہو گئی ہے۔ صبح اٹھا نہیں جائے گا۔'' یکدم سالار کا موڈ اجنبی سا ہو گیا تھا۔ وہ کمپرومائز اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ پہلے ہی دن اس نے ارسہ کی سابقہ زندگی کے رہن سہن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ اس کا خیال تھا یہ کھوج بین بے معنی ہوتی ہے۔ اب جس طرح وہ چاہے گا ارسہ اسی طرح زندگی گزارے گی لیکن...... ارسہ تو...... پھر وہ کیوں خود کو بدل رہا تھا...... ارسہ نے سالار کی طرف دیکھا پھر چٹکی بجا کر بولی۔

''کیا تم مجھے سلانے کے لیے لائے تھے؟'' سالار نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ارسہ کے دل میں خطرے کی گھنٹی بجی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ ہی دیر میں سالار اس سے مزید سوالوں پر اتر آئے اور اس کے درمیان کشیدگی پھیلے۔ اس سے قبل اسے سالار کا موڈ درست کرنا تھا۔ اس کی ساری توجہ کو اپنے اوپر مبذول کرانا تھا۔

''اے...... ہیلو۔'' وہ سالار کے کان میں گدگدی کرتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے لگی۔ دوسرے ہی پل وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئی تھی۔

☆☆☆

''دن کے دو بج رہے ہیں سیٹھ صاحب، یہ تمہارے اٹھنے کا ٹائم ہے؟'' اماں جی نے جیسے ہی اسے دیکھا تو ان کے تیور بگڑ گئے۔

''آپ کو پتا تو ہے اماں جی، رات شادی...... سے لیٹ آئے تھے۔'' وہ بیزاری سے بولا۔

''باقی گھر والے بھی تمہارے ساتھ شادی میں گئے تھے۔ وہ تو اتنی دیر پڑے نہ سوئے اور تم جو سوئے سو سوئے۔ تمہاری بیگم بھی ساتھ پڑی رہی۔ اسے بھی حیا شرم نہیں کہ وقت سے اٹھ جائے۔ گھر میں بچے بڑے سبھی ہیں لیکن تم لوگوں کی تو جیسے شرم حیا ہی مرگئی ہے۔'' ارسہ ابھی ابھی سو کر اٹھی تھی اور ناشتے کی غرض سے کچن میں جا رہی تھی۔ کچھ نہیں بولی اور چپ چاپ کچن میں چلی گئی۔ سالار کو ارسہ کی یہی بات بہت بھاتی تھی کہ وہ اماں جی کو پلٹ کر کبھی جواب نہیں دیا کرتی تھی جبکہ اماں جی کی کڑوی کسیلی کسی سے بھی برداشت نہیں ہوتی تھیں یہاں تک کہ خود اس کی ماں سے بھی ...... سالار ماں کے کمرے میں چلا گیا۔ عشرت بیگم بیٹی سے فون پر بات کر رہی تھیں۔ سالار صوفے پر بیٹھ گیا۔ اماں جی کی آوازیں کمرے سے آ رہی تھیں۔ اب وہ براہِ راست ارسہ سے گفتگو کر رہی تھیں۔

''چھ ماہ ہو گئے تمہیں اس گھر میں آئے ہوئے تمہیں ابھی تک یہاں کے طور طریقوں کا نہیں پتا لگا؟''

سالار اماں جی کی گفتگو سے کلس گیا۔ عشرت بیگم فون بند کر چکی تھی۔ ''مجھے سمجھ نہیں آتا اماں جی کا مسئلہ کیا ہے۔ وہ کیوں خوامخواہ ارسہ کے منہ لگنے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔ حالانکہ سب کو پتا ہے ہم لوگ رات شادی سے لیٹ آئے تھے۔ پھر بھی اماں جی کلاس لینے پر مصر ہیں۔'' سالار جلے کٹے انداز میں بولا۔ عشرت بیگم نے خشمگیں نگاہوں سے بیٹے کی طرف دیکھا پھر کہنے لگیں۔

''کل تو تم ارسہ کا دکھڑا رو رہے تھے اور آج اس پر ہونے والی تنقید تم سے برداشت نہیں ہو رہی، شرم کرو سالار۔'' انہوں نے غصے سے ڈپٹا تو سالار اکھڑ کر بولا۔

''کوئی معقول وجہ بھی تو ہو۔ ناجائز بات بے بات چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے بس محض طعن و تشنیع ہی ہے اس گھر میں۔''

''تو تم ایسا کرو علیحدہ گھر لے لو۔ ہم سے علیحدہ ہو جاؤ گے تو ہمارا وجود بھی نہیں کھٹکے گا تمہیں۔'' عشرت بیگم غصے سے بولیں تو سالار نے ماں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''غلطی ہو گئی جو یہاں آ کر بیٹھا۔ اسے چھوڑنے جا رہا ہوں اس کی ماں کے گھر...... رات اس کے بھائی کی برات ہے۔''

''کیوں بھائی کی برات میں وہ یہاں سے تیار ہو کر نہیں جا سکتی۔ دیکھو سالار، ارسہ اپنی بہن کی شادی تک وہاں رہ لی بس اتنا ہی بہت ہے۔ اپنے بھائیوں کی براتیں وہ یہیں سے اٹینڈ کر لے گی۔'' سالار چپ ہو گیا۔

''رات وہاں کیا ہوا، تم نے تو نہیں بتایا لیکن ابھی ارم سے بات ہوئی ہے میری...... سنا ہے ٹھیک ٹھاک جھگڑا ہوا ہے وہاں دامادوں کا اپنی بیویوں سے اور سالوں سے...... جل کڑھ رہے تھے وہ لوگ تمہارے یوں تحفہ دینے پر اور میں نے تو سنا ہے ارسہ کی ماں کو بھی یہ بات ناگوار گزری ہے جب وہ لوگ تم سے کدورت رکھ رہے ہیں تمہارے اسٹیٹس سے جل رہے ہیں تو تمہارا بھی حق نہیں بنتا ہے دن رات سسرال کی چوکھٹ ہی پکڑ لو۔''

''مگر امی!'' سالار یکدم بے چینی سے بولا۔ ''وہ یہاں دن میں رہ کر کرے گی بھی کیا؟ پھر ان وقتوں میں تو بیٹیاں میکے میں ہی اچھی لگتی

ہیں۔'' وہ عاجزی سے بولا تو عشرت بیگم کو سخت ناگوار گزرا۔

''آگئے نا اپنی بیوی کی حمایت میں تم۔''

''میں حمایت نہیں کر رہا امی! آپ ہی کے دیے ہوئے سبق ہیں۔ اچھا نہیں لگتا جیسا اور داماموں نے کیا ہے میں بھی کروں...... دو دن کی تو بات ہی ہے خوامخواہ چار آدمیوں کو تماشا دکھانا۔'' عشرت بیگم نے گھور کر بیٹے کو دیکھا پھر کڑوے سے لہجے میں کہنے لگیں۔

''اسے ڈرائیور کے ہمراہ بھجوا دو لیکن تم نہیں جاؤ گے۔ سنا تم نے!'' سالار کو چپ ہونا پڑا۔

☆☆☆

''اچھا خاصا کھلا ماحول ہے ارسہ کے میکے کا۔ مکس گیدرنگ فنکشن تھا اور ارسہ محترمہ ساڑی میں ملبوس بال کھولے پھر رہی تھی۔ میں تو حیران ہوں ارم اور مریم کو بالکل بھی برا نہیں لگ رہا تھا۔'' سحرش نے الباب کو رات کے فنکشن کی ساری روداد سنائی تو وہ کہنے لگا۔

''اصل میں بات یہ ہے کہ ارم اور مریم کے سسرالوں میں بھی ایسی ہی بے ہودگی پائی جاتی ہے۔ اس لیے انہیں یہ سب برا نہیں لگے گا۔''

''نایاب نے ایک فنکشن بھی اٹینڈ نہیں کیا۔''

''نایاب کے گھر کا ماحول ہمارے گھر کے ماحول سے میچ کرتا ہے جبکہ ارم اور مریم کا بالکل ہی مختلف ہے۔ تم نے دیکھا نہیں کتنی چینج ہو گئی ہیں وہ دونوں...... ہر وقت امی کو بھی سبق پڑھاتی رہتی ہیں۔ یہ تو اماں جی ہیں اس گھر میں جو سب کے نکیل ڈلی ہوئی ہے ورنہ بغاورت کرنے میں تو تم نے بھی کسر نہیں چھوڑی تھی۔'' الباب نے ہلکا سا چھیڑا۔

''کیا!'' سحرش دکھ سے چلائی۔ ''میں نے کب کسی بات پر بغاوت کی تھی بلکہ نازیہ بھابی کو ہی شکایتیں ہوتی رہی ہیں آپ لوگوں سے...... میں نے تو کبھی کسی بات کی شکایت کی نہ بغاوت...... بلکہ میں تو ارسہ کے حالات دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی ہوں، وہ آپ لوگوں سے بھی کس قدر فری ہونے کی کوشش کرتی ہے جبکہ میں تو محراب بھائی سے کبھی دعا سلام کے علاوہ بولی تک نہیں اور اس کا بس نہیں چلتا مچل مچل کر ان کی گود میں ہی بیٹھ جائے۔ اماں جی ان باتوں پر ٹوکتی ہیں تو وہ کہتی ہے کہ محراب بھائی اسے اپنے بھائی ولاور کی طرح لگتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے محراب بھائی اب اس سے نبچنے کی وجہ سے ہی کم کم آتے ہیں۔'' سحرش کی بات پر الباب ہنس دیا۔

''یہ شکر ادا کرو نازیہ بھابی علیحدہ ہو گئی تھیں اگر اس گھر میں ہوتیں تو محراب بھائی کا جینا حرام کر دیتیں۔''

''خیر یہ بات رہنے دو۔ لاکھ نازیہ بھابی تیز سہی لیکن محراب بھائی کے کنٹرول میں ہیں۔ نہ جانے اس سالار کو کیا ہے۔ بیوی کی غلط باتوں کو کیوں نہیں چھڑوا دیتا...... اگر یہ اپنی حرکتوں پر ہی تو اماں جی رہی کیا امی جان بھی ان دونوں کو نکال پھینکیں گی۔''

''میں تو حیران ہوں ابھی کچھ دن قبل برقع دلوایا تھا امی نے سالار سے کہہ کر تب تو بڑا اتن فن ہو رہا تھا سالار پردے کے موضوع پر اور رات اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔''

''دیکھو سحرش، جن خاندانوں میں جو روایات ہوتی ہیں وہ تمام عمر باقی رہتی ہیں۔ کسی ایک فرد کو جب ان حالات میں بدلنا پڑتا ہے تو خاصی

مشکلات پیش آتی ہیں۔ میں جانتا ہوں ارسہ کے گھر کا ماحول بہت کھلا ہے۔ ہمیں اس بات پہ بے جا تنقید کر کے سالار کی زندگی میں کانٹے نہیں بونے چاہئیں۔ ارسہ کا بیک گراؤنڈ کچھ بھی تھا اگر ارسہ ہمارے ماحول میں ایڈجسٹ ہو جاتی ہے تو ہمیں کوئی پریشانی نہیں۔ ساری عمر سالار اپنے سسرال کو ایسے ہی نبھاتا رہے کوئی مسئلہ نہیں۔ ارسہ ہمارے ساتھ نبھا اچھا کرے۔ پرابلم پھر کچھ نہیں۔'' الباب نے سلجھے ہوئے انداز میں کہا پھر کہنے لگا۔

''اور دیکھو پلیز یہ سب باتیں اماں جی اور امی کو بالکل مت بتانا۔ زمانے کی آج کل ایسی ہی رفتار ہے۔ ایڈجسٹمنٹ کے لیے کچھ نہ کچھ تو قربانی دینی ہی پڑتی ہے۔ ہمارے بھائی کا گھر بسا رہے ہمیں کچھ اور نہیں چاہیے۔'' سحرش حیرانی سے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ اس نے کب سالار کا گھر اجاڑنے کی بات کی تھی۔

☆☆☆

''کیا ضرورت تھی تمہیں رات یہ نمائش لگانے کی اگر ایسا کچھ کرنا تھا تو کم از کم بتا تو دیا ہوتا۔''

''اگر امی نہیں بھی بتایا تو اس سے کیا فرق پڑ گیا؟'' ارسہ ماں کی باتوں سے زچ ہو کر بولی۔

''تمہیں تو یہی لگے گا کہ فرق نہیں پڑا لیکن ہم سے پوچھو کتنی ذلت اٹھانا پڑ رہی ہے۔'' ماجدہ باجی نے غصے سے کہا۔

''سراج بھائی ناراض ہو کر چلے گئے۔ باسط علیحدہ ناراض بیٹھا ہے، وہ تو شکر ہے کہ اظہر نہیں نکلے اور ارشد بھائی تو ہیں ہی اللہ میاں کی گائے۔ ورنہ چاروں دامادوں کا تماشا خوب اچھی طرح سے لگتا۔''

''چار کا نہیں دو کا تو لگ ہی گیا۔'' نعیمہ بیگم نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''اس میں آپ لوگ مجھے قصوروار کیوں ٹھہرا رہے ہیں جو جیسا ہوگا ویسا ہی رنگ دکھائے گا۔ ویسے بھی آپ کے دامادوں کو ہمیشہ سے رنگ دکھانے کی عادت ہی ہے، یہ کوئی آج پہلی بار تو نہیں ہو رہا۔'' ارسہ سخت بیزاری سے بولی۔

''یہ تو یہی کہے گی۔ نئی نئی دولت کا نشہ چڑھ رہا ہے اس پر..... میکے کی عزت کا ذرا سا بھی خیال نہیں۔'' پھر ساجدہ ماں سے مخاطب ہو کر بولی۔

''اچھی طرح سے سمجھ لیجیے امی اگر باسط نہ آئے تو میں بھی سعد کی برات میں شامل نہیں ہوں گی۔ حالانکہ آپا کو تو آپ لوگ نظر انداز کر سکتے ہیں کہ سراج بھائی غریب ہیں لیکن آپ باسط کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ہر جگہ سپورٹ کرتے ہیں وہ۔ اب بھی سات لاکھ روپے کے مقروض ہیں آپ لوگ باسط کے..... باسط کو جب تک منا کر نہیں لایا جائے گا باسط نہیں آئیں گے۔ میں اچھی طرح سے جانتی ہوں۔'' ساجدہ نے اپنے احسانات جتلائے تو نعیمہ بیگم پہلو بدل کر رہ گئیں۔ ارسہ پر یہ انکشاف پہلی بار ہوا تھا کہ ان لوگوں نے باسط سے اتنی رقم لے رکھی ہے۔ اس نے بے یقینی سے ماں کی طرف دیکھا۔

''کیا ضرورت تھی باسط بھائی سے اتنی رقم لینے کی۔ کسی بھی چیز کی کمی نہیں دلاور بھائی کے پاس پھر بھی انہوں نے باسط بھائی سے کیوں پیسے لیے؟'' ارسہ کو سخت برا لگا تھا۔

''یونہی تھوڑا ادھار لیے تھے۔ دلاور نے اور باسط نے مل کر کسی کام میں پارٹنر شپ کی تھی۔''

''بس......بس امی رہنے دیں۔'' ساجدہ غرا کر بولی۔ ''دلاور بھائی نے دستی ادھار مانگے تھے چھ ماہ کے لیے اور اب سال ہونے کو ہے۔ نام پہ نام بھی نہیں۔''

''تو تم یہ باتیں اپنے بھائی سے کہو۔ مجھ پہ تو احسان نہیں کرنے آئے تھے تم لوگ اور بے فکر رہو دلاور لے کر نہیں بھاگے گا دے ہی دے گا......ذرا ان فرضوں سے فارغ ہو لیں پھر میں وہ آبائی گھر بکوا دوں گی اور اس کی رجسٹریاں بھی تو تمہارے میاں کے پاس ہی رکھی ہوئی ہیں پھر بھی تم اتنی بے اعتبار ہو رہی ہو۔'' نعیمہ بیگم کو سخت غصہ آ رہا تھا۔ ساجدہ راز فاش کیے جا رہی تھی۔

''امی اس بحث کا کوئی فائدہ ہیں ہے۔ سب مہمان آ چکے ہیں باسط اور سراج بھائی کو لینے کے لیے آپ دلاور بھائی سے کہیں کہ وہ جائیں۔'' ساجدہ کے الفاظ دلاور نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سنے تو بھڑک گیا۔

''کیوں، کیا قصور کیا ہے میں نے جو میں ان سے اپنے ناکردہ گناہوں کی معافی مانگوں۔ نہیں آتے تو نہ آئیں۔ میں کسی کی ہتھ جڑیاں کرنے نہیں جاؤں گا۔'' دلاور کا یہ کہنا تھا کہ کمرے میں سب کو سانپ سونگھ گیا۔

''میں نے کسی کی بے عزتی نہیں کی جو میں انہیں مناتا پھروں گا۔ واہ بھئی واہ...... یہ اچھی رہی گویا ہماری کوئی عزت ہی نہیں۔ کل برادری کو تماشا دکھا لیا آج اور دکھا لینے دو۔ میرے اوپر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے بھائی کی برات اپنے وقت پر ہی چلے گی جسے آنا ہے وہ آ جائے اور جو نہیں جانا چاہتا شوق سے نہ جائے۔'' اس کا اشارہ اپنی بہنوں کی طرف تھا۔ کچھ دیر قبل تو ساجدہ، ماجدہ بڑھ چڑھ کر بول رہی تھیں اب انہیں سانپ سونگھ گیا...... یہ کہہ کر دلاور واپس کمرے سے باہر نکل گیا۔ ارسہ کو گلٹی فیل ہونے لگا۔

''مجھے نہیں معلوم تھا یہ معاملہ اتنی گمبھیرتا اختیار کر لے گا۔'' وہ کہے بنا نہ رہ سکی۔

''اگر آپ لوگ برا نہ منائیں تو میں باسط اور سراج بھائی کو فون کر لوں۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں اپنی کارگزاری دکھانے کی۔ تمہاری وجہ سے تو حالات یہاں تک پہنچے ہیں اور اب تم مزے لینے چلی ہو......کرنا جانتے ہیں ہم فون، بلا لیں گے اپنے شوہروں کو۔'' ساجدہ باجی غرا کر بولیں اور باہر نکل گئیں۔ رابعہ پارلر سے تیار ہو کر آئی تھی باقی لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن ارسہ کو چین نہ آیا۔ وہ بے چینی سے باہر آئی اور دلاور بھائی کو اشارے سے قریب بلا کر کہنے لگی۔

''دلاور بھائی ایک بار سراج بھائی اور باسط بھائی کو فون کر دیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ناراضی طول پکڑ جائے۔'' وہ پریشان ہو گئی تھی۔

''تمہیں نہیں پتا ارسہ ان لوگوں کا...... ہمیشہ یہ لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ آج میں انہیں مزہ چکھا کر ہی رہوں گا۔'' دلاور بھی ہٹ دھرمی پہ آیا کھڑا تھا۔

☆☆☆

یکے بعد دیگر سعد اور معیز کی براتیں چڑھ گئیں۔ دونوں کی دلہنیں گھر میں آ گئیں۔ دلہن جہیز بھی اونچا لائی تھیں۔ گھر میں گھما گھمی اور مصروفیت اور بڑھ گئی تھی۔ ساجدہ میکے میں ہی بیٹھی رہی۔ اپنے بچوں کو باسط گھر لے گیا تھا۔ بچے بھی براتوں میں شامل نہیں ہوئے۔ ساجدہ نے

بھائیوں کی شادیاں اٹینڈ کر لی تھیں اور اب گھر جانے کا سوچ رہی تھی۔ نہ جانے باسط کا اس کے ساتھ کیسا رویہ ہوگا۔ اس کے دل میں بہت سے خوف اور خدشات تھے۔ یہاں کسی کو کسی کی پرواہ ہی نہیں تھی سب اپنی اپنی مصروفیت میں مگن تھے۔ وہ اپنی پیکنگ کرنے لگی۔

''خالدہ آپا تو منت سماجت کر کے سراج بھائی کو منانے میں کامیاب ہو گئی تھیں تبھی سراج بھائی نے دونوں براتوں میں شرکت کر لی تھی اگر میں بھی باسط کی منت سماجت کرتی تو شاید وہ بھی مان جاتے...... لیکن یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ سراج بھائی تو غریب تھے، کمزور تھے دلاور بھائی نے بہت سے احسانات کر رکھے تھے ان کے اوپر انہیں تو جھکنا ہی تھا۔ باسط تو ہرگز نہ جھکتے۔ ان کے تو سینکڑوں احسانات ہیں ان لوگوں پر...... مگر مانتا کون ہے...... کیا ضرورت تھی باسط کو میرے گھر والوں پر احسانات کرنے کی اس کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑے گا۔''

''اچھا امی میں جا رہی ہوں۔'' وہ بیگ تیار کر کے چادر اوڑھتے ہوئے بولی تو نعیمہ بیگم نے کہا۔

''باسط نے ہمارے ساتھ جو کیا اچھا نہیں کیا، وہ خوامخواہ سالار کی بات کا غصہ ہم پر کر رہا ہے اگر دلاور، سالار کو ایسا کرنے سے روکتا تو سالار ناراض ہو کر بیٹھ جاتا۔ باسط سمجھدار ہے اسے یہ بات سمجھنی چاہیے تھی۔ میں نے کتنے فون کیے اس کو کتنا سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس کی یہی ضد تھی کہ اس کے سالے اسے منانے آئیں۔ دیکھو ساجدہ اب تمہارا باپ تو زندہ نہیں جو بیٹیوں کے گھر بسانے کی خاطر داماد وں کے قدموں میں پگڑیاں رکھتا پھرے گا۔ بہن بھائیوں کا رشتہ تو برابری کا ہوتا ہے۔ دلاور کا یہ مجھ پر احسان ہے کہ اس نے مجھے میرے باقی بچوں کو فرضوں سے سبکدوش کیا۔ تمہیں پتا ہے دلاور ہٹیلے مزاج کا ہے وہ ناجائز کیوں جھکتا۔ یہی بات باسط کو خود سمجھنی چاہیے تھی۔ ہمارے لیے تو سارے داماد ایک جیسے ہیں۔ باسط کو سمجھانے کی کوشش کرنا۔ اس نے ہمارے ساتھ ناجائز کیا ہے اگر وہ میرا گلہ کرے تو تم کہہ سکتی ہو۔ میرے سر پر کون سا تمہارا باپ ہے، میں تو خود بیٹوں کی محتاج ہوں۔ وہ جیسا چاہیں گے میں ویسا ہی کروں گی اگر وہ کوئی بڑا ہنگامہ کرے تو مجھے فوری اطلاع کر دینا۔ میں کوشش کروں گی کہ خود ہی آجاؤں۔ اب میں دلاور یا خاور سے نہیں کہوں گی۔'' ماں کی محبت پر ساجدہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

''اللہ نہ کرے میں آپ کو تکلیف دوں۔ دو ایک دن میں باسط کا غصہ کم ہو جائے گا تو پھر میں باسط کے ساتھ ہی آؤں گی۔'' وہ کمرے سے نکلتے نکلتے ارسہ سے ٹکرا گئی۔

''ساجدہ باجی جا رہی ہیں آپ...... آج تو رت جگے کا پروگرام ہے؟'' وہ چہک کر بولی تو ساجدہ باجی نے کڑوی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر منہ پھیر کر کہنے لگیں۔

''تمہاری بدولت مجھے رت جگا اپنے گھر میں ہی کرنے کو مل جائے گا۔ ویسے ارسہ تم تو ہم سے زیادہ ہوشیار نکلیں۔ اپنے شوہر کے بارے میں بتاتیں کچھ تھیں اور وہ نکلا کچھ...... آخراتنی مبالغہ آرائی کی کوئی تو وجہ ہو گی۔'' وہ کڑوے کسیلے لہجے میں کہہ کر آگے بڑھ گئیں۔ فرحان جو ارسہ کے پیچھے ہی تھا دوڑ کر سامنے آگیا اور ساجدہ باجی کا بیگ پکڑتے ہوئے بولا۔

''آپ اکیلے جائیں گی، لائیں میں آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔'' اسکے ساتھ ہی اس نے بائک کی چابی اٹھائی اور آگے بڑھ گیا۔ ''سعد اور معیز تو اپنا جہیز سمیٹنے میں مصروف ہیں میں بھی تو آپ کا بھائی ہوں۔''

☆☆☆

''بس ایک دن کی بات ہے۔ پلیز...... پلیز سالار میں کل آجاؤں گی پلیز اجازت دے دو...... فنکشن کچھ بھی نہیں ہے۔ بس خواتین میں ڈھولکی پہ گیت ہوں گے۔ ساری کزنز آئی ہوئی ہیں۔ دیکھو شاہد نے بھی رابعہ کو ایک رات رکنے کی اجازت دے دی ہے۔ حالانکہ اس کا کل ولیمہ ہے۔ کیا تم مجھے ایک رات کی صرف ایک رات کی اجازت نہیں دے سکتے۔'' وہ منتیں کر رہی تھی۔ سالار چپ ہو گیا۔

''پتا نہیں کون کون سے فنکشن ہوتے ہیں تمہارے۔'' وہ بناوٹی غصے سے بولا۔

''اچھا سالار پلیز، میں تمہاری ساری شکایتیں دور کر دوں گی۔'' وہ اتنی لجاجت سے کہہ رہی تھی کہ سالار کو ماننا ہی پڑا۔ اس نے فون بند کر دیا۔ ارسہ بہت زیادہ ایکسائٹڈ تھی۔ ڈیک پہ فل والیم میں شادی بیاہ کے گیت چل رہے تھے۔ وہ لوگ رت جگے کی تیاری میں لائٹنگ اور قالینوں کا انتظام کر رہے تھے۔ تبھی ساجدہ باجی گھر میں داخل ہوئی۔ ابھی کچھ دیر قبل تو فرحان انہیں چھوڑ کر آ رہا تھا اور ابھی وہ واپس بھی آ گئیں۔ ہر ایک ان کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ دروازے میں نہیں رکیں۔ سیدھی ماں کے کمرے میں پہنچیں۔ جہاں نعیمہ بیگم اور دلاور بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

''تم ابھی گئیں نہیں ساجدہ؟'' ساجدہ کو دیکھ کر نعیمہ بیگم نے بے ساختہ پوچھا۔

''گھر سے ہی آ رہی ہوں۔ باسط نے مجھے گھر سے نکال دیا وہ کہتا ہے جو تمہارے بھائی نے میری رقم لے رکھی ہے، وہ لے کر آؤ گی تو گھر میں داخل ہونے دوں گا۔ بہ صورت دیگر میں اس کے گھر میں قدم نہ رکھوں۔'' یہ کہہ کر ساجدہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ نعیمہ بیگم کو پریشانی ہونے لگی۔ ابھی وہ کچھ بولتیں دلاور کہنے لگا۔

''دیکھا آپ نے کتنا بات کا بتنگڑ بنا رہا ہے وہ، کم ظرف انسان کی یہی نشانی ہے کہ وہ احسان کر کے مصیبت کے وقت جتلا دے۔ کہاں سے دوں گا میں اسے وہ رقم۔ سارا پیسہ میں رابعہ کی شادی میں لگا چکا ہوں۔''

''آہستہ بولو دلاور...... گھر میں پرائی بیٹیاں آ چکی ہیں۔'' دلاور غصے سے جز بز ہوتا رہا۔ ارسہ جو ساجدہ کے پیچھے پیچھے آئی تھی دلاور بھائی کے منہ سے ایسی بات سن کر حیران رہ گئی۔

''اپنی اوقات سے بڑھ کر شادیاں کی ہیں میں نے ارسہ، رابعہ اور سعد، معیز کی...... اب کماؤں گا تو قرضہ اتار سکوں گا۔ آدھا قرضہ تو ارسہ کی شادی کا ہی ہے جو ابھی تک نہیں اترا۔''

''بہت بڑی بے وقوفی کی ہے ارسہ نے۔'' نعیمہ بیگم کو ملال ہو رہا تھا۔

''تو اب ارسہ سے کہو کہ وہ لا کر دے اپنے لین لارڈ شوہر سے تا کہ اس گندگی پہ مٹی ڈالی جا سکے۔'' ساجدہ باجی بھڑک کر بولیں۔ وہ ایسا بھی کر دیتی اگر اس کا سسٹم جوائنٹ نہ ہوتا۔

''میں اچھی طرح سے جانتا ہوں سات لاکھ روپے کچھ معنی نہیں رکھتے ان لوگوں کے لیے اور وہ باسط کی طرح ایسی کم ظرفی بھی نہیں دکھائیں گے لیکن سالار کی عادت بالکل الگ ہے۔ ابھی تک تو وہ ہم میں گھل مل نہیں سکا۔ ہم کس منہ سے ایسی بات کریں۔'' ارسہ سوچ میں پڑ گئی۔

''میں اپنے طور پر بات تو کر کے دیکھوں ہو سکتا ہے سالار مدد کرنے میں کامیاب ہو جائے۔'' وہ ابھی پلٹ رہی تھی کہ دلاور کے الفاظ اسکے کانوں میں پڑے۔

''فی الحال مجھے کسی سے بھیک مانگنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے کہو ہمارے آبائی گھر کی رجسٹریاں اس کے پاس ہی ہیں وہ گھر بیچ دے یا پھر انتظار کرے۔ جب ہمارے پاس ہوں گے تب دے دیں گے۔ لے کر نہیں بھاگے اور زیادہ رونے دھونے کی ضرورت نہیں، سکون سے یہاں رہو۔ چار دن میں ہی اس کی اولاد اس کا جینا حرام کر دے گی۔ آ جائے گا لینے۔ جب تک وہ نہیں آتا اب تم نہیں جاؤ گی۔'' دلاور کمرے سے نکلا تو ارسہ سے آنکھیں چار ہوئیں۔ ارسہ گومگو کی حالت میں کھڑی تھی۔ دلاور سرسری نگاہ اس پر ڈال کر آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆
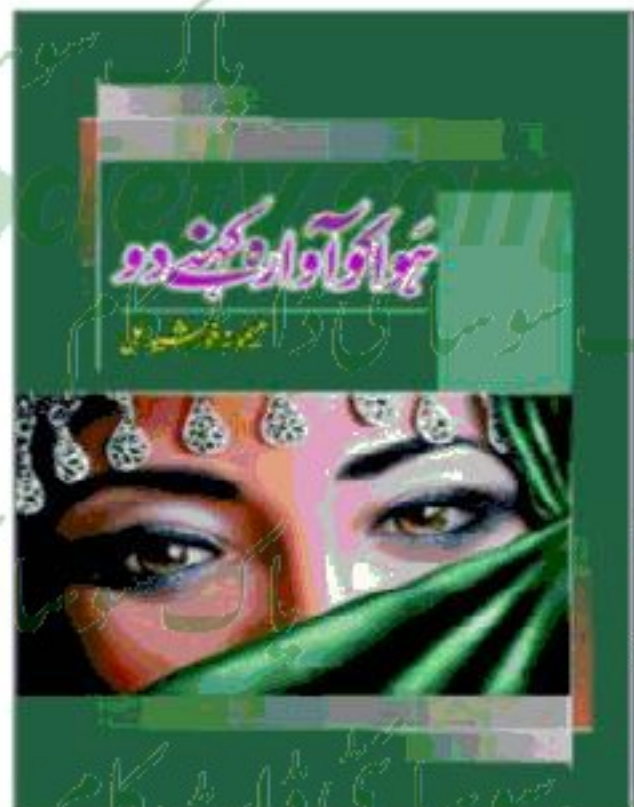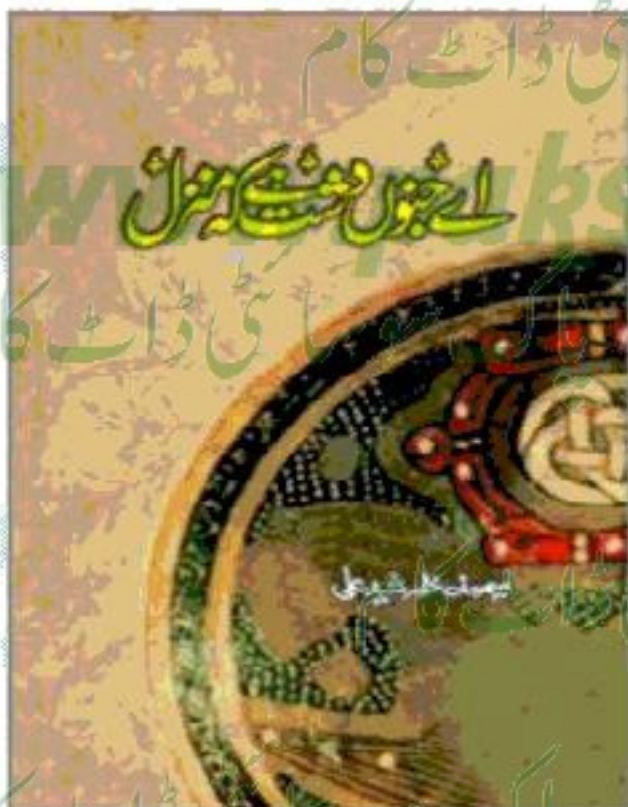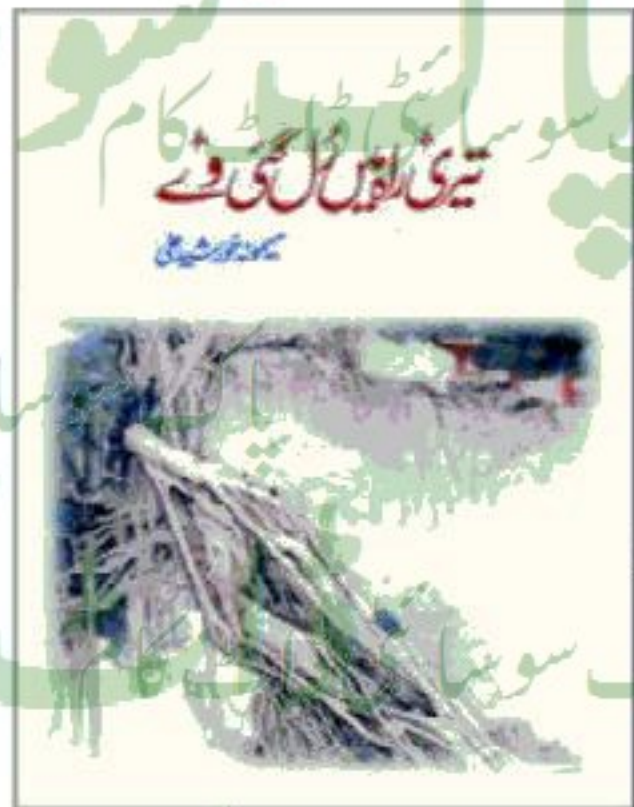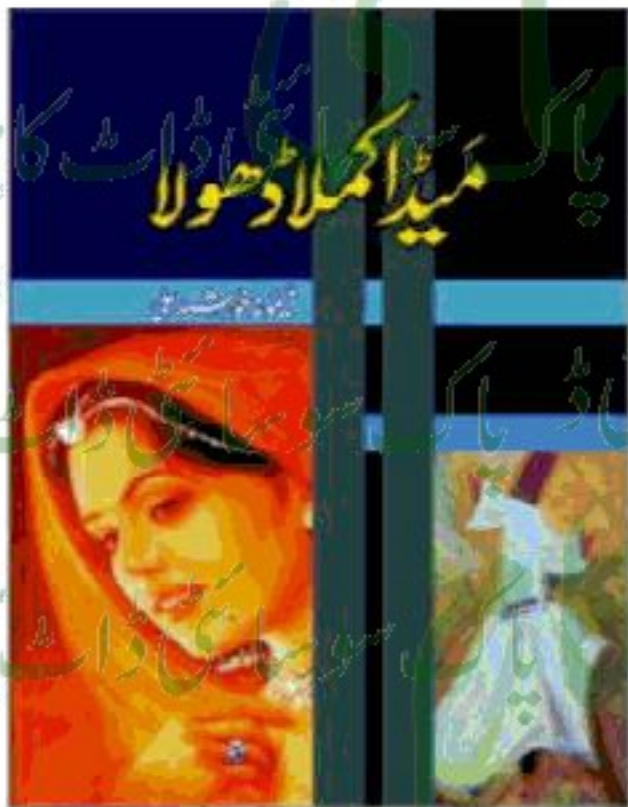
سالار کے سیل کی بیل بج رہی تھی۔ نمبر انجانا سا تھا۔ اس نے فون اٹینڈ کیا تو دوسری طرف باسط تھا۔ باسط نے بڑی خوش دلی سے دعا سلام کی۔ سالار کو دھچکا لگا۔ وہ تو سسرال سے ناراض ہو کر بیٹھا تھا اور ناراضی بھی اس کی وجہ سے تھی پھر اس کو فون کرنے کا مطلب کیا تھا۔ سالار سوچ ہی رہا تھا کہ باسط کہنے لگا۔

''بھئی میں نے تو اس لیے فون کیا تھا کہ معلوم کروں تم اپنے سسرال میں ہو یا کہیں اور؟'' سالار کو اس کا بے محل سوال کرنا بڑا عجیب لگا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ میں آپ لوگوں کی طرح فارغ نہیں ہوں جو ہر وقت سسرال میں پڑا رہوں لیکن کہہ نہ سکا۔

''کیوں، آپ ایسا کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' سالار کا انداز خشک تھا۔

''بھئی اگر پوچھ بھی لیا تو اس میں ناراضی والی کون سی بات ہوگئی؟'' وہ ہنس کر بولا تو سالار کہے بنا نہ رہ سکا۔

''باسط بھائی ناراض تو آپ ہیں۔ میں بھلا کیوں ناراض ہونے لگا۔''

''ہاں...... '' وہ گہری سانس بھر کر بولا۔

''دیکھ لو...... میرے بے غیرت سالوں کو...... مجھے چھوٹے منہ بھی آ کر نہ ٹٹولہ...... مگر غیروں کا کیا ملال...... وہ میری گھر والی ہے ناں وہی نہیں چاہتی کہ میری میرے سسرال میں عزت ہو۔ بس میں نے تمہارے پاس اس لیے فون کیا تھا کہ مجھے تم سے ملال تھا۔ کم از کم تو ان لوگوں کو جھنجوڑ سکتے تھے۔ مجھ سے ملنے آسکتے تھے۔ یار تم نے بھی غیروں والا ہی سلوک کیا۔ بھائی نہیں سمجھا مجھے۔'' باسط نے شکوہ کیا تو سالار حیران رہ گیا۔ سالار کو باسط کے منہ سے یہ باتیں بڑی عجیب لگ رہی تھیں وہ کہنے لگا۔

''کس منہ سے آتا باسط بھائی...... آپ کی ناراضی بھی تو میرے ہی عمل سے ہوئی تھی۔''

''اوہ...... نہیں یار...... یہ بات نہیں ہے۔'' باسط کھسیا سا گیا۔ ''یہ تو ان لوگوں نے خود ایشو بنا دیا تھا۔ اندر کی بات تو یہ ہے کہ دلاور نے مجھ سے سات لاکھ روپے لیے تھے۔'' سالار کو دھچکا لگا۔ کیسے لوگ تھے جو داماد سے قرض لے لیتے ہیں پھر بھی وہ سنبھل کر بولا۔

''لیے ہوں گے باسط بھائی، یہ آپ کا اور ان کا معاملہ ہے، آپ مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔'' باسط ہنس دیا۔

''صرف تیری غلط فہمی دور کر رہا ہوں اور کوئی بات نہیں۔ کہیں تو میری طرف سے کوئی بات دل میں رکھ کر بیٹھا ہو۔ میں تو یہ بتا رہا تھا جب ارسہ کی شادی کی تھی ناں دلاور نے جب مجھ سے پانچ لاکھ روپے ادھار لیے تھے یہ کہہ کر کہ رشتہ اچانک آ گیا ہے ابھی ہم ارسہ کی شادی کے لیے تیار نہیں تھے۔ چونکہ رشتہ اچھا ہے، اس لیے انکار بھی نہیں کر سکتے۔ بڑے خاندان میں جا رہی ہے تو شادی بھی اونچے درجے کی کرنی پڑے گی۔ یار میں نے تو ساتھ ہی دیا ناں ان کا...... پانچ لاکھ روپے چھ ماہ کا کہہ کر لیے تھے اور اب دو لاکھ روپے اور لے لیے۔ پھر بھی آنکھ میں حیا شرم نہیں۔ کبھی دنیا میں دیکھا سنا ہے کہ دامادوں کو چھوڑ کر سالے براتیں لے کر چل پڑیں...... اور اس بیوی کو بھی شرم نہ آئی۔ کس منہ سے چلی گئی بھائیوں کی شادیوں میں...... سالی کو گھر میں گھسنے ہی نہیں دوں گا۔ دیکھتا ہوں اب سالے میرے گھر پر آئیں گے یا نہیں...... '' سالار کو یہ سب کچھ جان کر بہت دکھ اور افسوس ہوا تھا۔

''کیسے لوگوں سے میرے گھر والوں نے مجھے منسلک کر دیا۔ کچھ بھی جاننے کی کوشش نہیں کی۔ کیا کمی تھی میرے اندر، کیا مجھے کوئی اور لڑکی نہ ملتی۔''

''اب تم بتاؤ ٹھیک کیا ناں...... میں نے؟''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ آپ کو زیادہ بہتر پتا ہوگا۔'' سالار جان بوجھ کر کترا گیا۔

''اچھا یار...... چھوڑو...... اس بات کو۔ ہاں آج رات تم فنکشن میں جاؤ تو ذرا ٹوہ لینے کی کوشش کرنا کہ میرے معاملات میں ان کا کیا نظریہ ہے میں تمہیں پھر فون کروں گا۔''

''مگر باسط بھائی میں کیوں جاؤں گا آج وہاں؟''

''یار رت جگے کا فنکشن ہے، تم نہیں جاؤ گے۔ بڑے کمال کی بات ہے یار...... یہ فنکشن تو مہندی سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔'' اسے تو ارسہ نے بتایا تھا خواتین میں ڈھولکی پہ گیت گائے جائیں گے اور باسط کیا کہہ رہا تھا۔

''تمہاری گھر والی تو وہیں ہوگی ناں؟'' باسط نے کچھ جتانے والے انداز میں کہا پھر خود ہی ہنس کر بولا۔ ''ویسے یار جانا ضرور ساری عمر یاد کرو گے۔'' باسط نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا پھر فون بند کر دیا۔ سالار کی دماغ کی رگیں کھنچنے لگیں۔

''تو کیا ارسہ مجھ سے جھوٹ بول سکتی ہے۔'' اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

''میرا خیال ہے ان لوگوں نے تمہیں بلایا نہیں ہوگا۔ تمہیں ناچنا گانا جو نہیں آتا۔'' باسط کے الفاظ تو اس کی سماعتوں میں ہتھوڑے کی طرح پڑ رہے تھے۔ بہت دیر تک وہ سوچتا رہا کہ کیا کرے۔

عین فنکشن کے وقت چاہیے کہ وہاں جاؤں اور تماشا دیکھوں۔ نہیں...... فنکشن سے قبل ہی ارسہ کو گھر بلا لوں گا۔ میں کوئی تماشا لگانا نہیں چاہتا۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے باسط نے خوامخواہ بھڑکانے کے لیے مجھ سے ایسی گفتگو کی ہو۔ ابھی پتا چل جائے گا اگر ارسہ میرے بلانے پر گھر آ گئی تو باسط مجھے بھڑکانا چاہتا تھا اور اگر ارسہ گھر نہ آئی تو میں کیا سمجھوں...... ؟ واقعی وہاں رت جگا ہو رہا ہے ناچ گانے کا پورا اہتمام ہے...... اوہ...... میرے خدایا...... '' اس نے اپنے سر کے بال نوچ لیے۔

''کس سے شیئر کروں اس معاملے کو۔ امی سے بات کی تو وہ الٹا مجھے ہی شرمندہ کریں گی۔ صبح تو میں ارسہ کی حمایت لے رہا تھا اور اب۔ نہیں یہ مناسب نہیں...... میں ارسہ کو فون کروں گا۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے نمبر ملا لیا۔ فون ارسہ نے اٹھایا وہ تقریباً تیار ہو چکی تھی۔

رت جگے کی ساری تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ سارے کزن اکٹھے ہو چکے تھے۔ سعد اور معیز کے دوست بھی آ گئے تھے۔

''اس وقت سالار کا فون!'' وہ حیران ہوئی۔

''ارسہ میں ڈرائیور کو بھیج رہا ہوں۔ تم فوراً آ جاؤ۔'' سالار نے دوسری کوئی بات ہی نہ کی۔ دوٹوک اپنا موقف بیان کیا۔

''خیریت تو ہے سالار؟'' وہ پریشان ہوئی۔

''ہاں خیریت ہی ہے۔'' وہ خشک لہجے میں بول رہا تھا۔

''ابھی کچھ دیر قبل تو تم نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی۔ ٹھیک طرح سے بتاؤ ناں بات کیا ہے؟''

''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ تم بتاؤ تم گھر آ رہی ہو یا نہیں؟'' وہ اپنے ازلی غصے میں آ گیا۔

''اوہ!'' ارسہ نے گہری سانس خارج کی۔ ضرور ماں یا دادی نے بھڑکایا ہوگا۔ وہ یکدم بدمزہ سی ہو گئی تھی۔

''اچھا، میں خود آ رہی ہوں لیکن سنو، مجھے آنے میں ایک گھنٹہ ضرور لگ جائے گا کیونکہ یہاں ساجدہ باجی اور باسط بھائی کا جھگڑا چل رہا ہے۔'' ارسہ نے فوراً جھوٹ کا بہانہ گھڑا۔

''کیا باسط یہاں آیا ہوا ہے؟'' سالار چکرا سا گیا۔

''ہوں...... ایسا ہی سمجھ لو۔'' ارسہ نے دوسرا جھوٹ بولا۔

''تو تمہیں کیا لینا دینا کسی کے جھگڑے سے تم اپنے گھر آؤ۔'' وہ اور جلد بازی میں آ گیا۔

''ہاں...... کہہ تو رہی ہوں کہ آ جاؤں گی لیکن ایک یا دو گھنٹے لگ جائیں گے۔ یہاں صورتِ حال خاصی سیریس ہے۔''

''مجھے اس بات سے کچھ نہیں لینا۔ یہ بتاؤ ایک گھنٹے میں آ رہی ہو یا دو گھنٹے میں یا تین گھنٹے میں بس!''

''کیا ہو گیا ہے سالار کس طرح بات کر رہے ہو؟''

''میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں؟''

''اچھا ٹھیک ہے، دو گھنٹے تک آ جاؤں گی۔''

''ٹائم دیکھو کیا ہو رہا ہے۔'' سالار نے ارسہ سے کہا۔

''تقریباً آٹھ بج رہے ہیں۔'' ارسہ نے گھوم کر دیوار پر لگے کلاک کی طرف دیکھا۔

''رائٹ، ساڑھے دس بجے تم میرے گھر ہو گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' ارسہ نے مارے باندھے کہا۔ سالار نے فون بند کر دیا۔

''کیا بوریت ہے یار...... تم یہاں کمرے میں بند بیٹھی ہو اور ہم لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔'' اس کی کزنز اندر کمرے میں آ گئی تھیں۔ ارسہ بالکل بدمزہ ہو چکی تھی اور اس خیال میں گم تھی کہ سالار نے یکدم ایسا آرڈر کیوں کیا۔ ابھی وہ کسی نتیجے پر پہنچ بھی نہ پائی تھی کہ ان لوگوں نے دھاوا بول دیا۔

''اگر ایسے ہی کمرے میں گھس کر بیٹھنا تھا تمہیں تو ہم لوگوں کو کیوں بلایا۔''

''یار...... وہ بس سالار کا فون آ گیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ اس کی طبیعت خراب ہے، میں فوراً گھر آ جاؤں۔''

''لو جی!'' انہوں نے کورس میں کہا ''پہلے یہ بتاؤ تم ڈاکٹر ہو گیا۔ سالار کی طبیعت خراب ہے تو ڈاکٹر کے پاس جائے ہمارا پروگرام کیوں خراب کر رہا ہے۔''

''یار مجھے گھر جانا ہوگا...... نہیں تو!'' ارسہ پریشان تھی کس طرح سمجھائے۔

''بڑا خیال ہے تمہیں اپنے میاں کا اور یہاں جو ہم لوگ آئے بیٹھے ہیں۔'' وہ بضد تھیں۔

''دیکھو لڑکیو بات یہ ہے کہ...... امی نے کہا ہے کہ تم لوگوں نے جو کچھ کرنا ہے بس جلدی کر لو۔ رات بھر کا کوئی پروگرام نہیں ہو گا۔'' زبیدہ آپا نے کہا تو وہ ساری بدمزہ ہو گئیں۔

''اب کیا مصیبت آ گئی؟''

''ارسہ تمہیں تو پتا ہے ناں، ساجدہ کے حالات کا...... ایسی صورتِ حال میں ہم یہاں خوشیاں منائیں گے تو اسے اور بھی دکھ ہو گا۔''

''جب وہ بھائیوں کی براتوں میں شمولیت کر سکتی ہے میاں کو چھوڑ کر تو رتجگے سے اسے کیا دکھ ہو گا۔'' نسرین بھابی نے عین موقع پر طنز کیا تو زبیدہ لاجواب ہو گئی۔ نسرین نے منہ پر کہا تھا لیکن چہ مگوئیاں تو ہر کوئی کر رہا تھا۔

''ایسا معرکہ بھی پہلی بار دیکھنے میں آیا۔ سسرال والوں نے تو چھوڑا ہی تھا بیوی نے بھی میاں کو چھوڑ کر خوشیاں منائیں۔''

''برات کی بات اور تھی...... وہ مجبوری تھی...... لیکن یہ تو ایک چونچلا ہے۔ ایسے فنکشن تو خوشیوں میں اچھے لگتے ہیں۔''

''اور پھر براتوں میں ساجدہ کے بچے تو شامل ہوئے تھے۔ آج تو اس کے بچے بھی نہیں ہیں۔'' زبیدہ آپا اپنے تئیں مطمئن کرنے لگیں تو سعد کمرے میں آ گیا اور بھڑک کر بولا۔

''تو پھر ضرورت ہی کیا ہے ایسا فنکشن کرنے کی۔ جس میں دوسروں کی دل آزاری ہو رہی ہو۔''

''سعد میں نے یہ نہیں کہا کہ اس سے ساجدہ کی دل آزاری ہوئی، میں تو یہ کہہ رہی تھی۔''

''کیوں بحث کر رہی ہیں۔ زبیدہ آپا آپ؟'' ساجدہ یکدم درمیان میں آ کر بولی تو سبھی خاموش ہو گئے۔

''کتنی تو تیاری کر رکھی ہے ان لوگوں نے اس فنکشن کی۔'' ساجدہ کا اشارہ پینے پلانے کی طرف تھا۔

''ہاں...... تیاری کر رکھی ہے۔ کوئی پہلی شادی پر تو نہیں ہو رہا یہ فنکشن ہر شادی کے بعد ہوتا ہے۔ آپ لوگوں کی شادیوں کے بعد بھی ہوا تھا۔ ارسہ کی شادی کے بعد بھی ہوا تھا اور سبھی نے انجوائے کیا تھا۔ باسط بھائی نے تو باقاعدہ مجرا تک کرا دیا تھا۔ خاور بھائی کی شادی کے بعد سب نے اپنے اپنے وقت پر خوب زندگی کے مزے لوٹے۔ ہم لوگوں کا وقت آیا تو پائی پائی کا حساب ہو رہا ہے، پل پل میں لوگوں کے موڈ خراب ہو رہے ہیں۔''

''منہ بند کرو سعد!'' ارسہ نے اسے جھڑک دیا۔

''کیوں منہ بند کروں میں...... یہ بڑے بہن بھائی چاہتے ہی نہیں کہ ہم لوگ زندگی کو خوشیوں سے بھرپور گزار سکیں۔ دلاور بھائی کا رویہ دیکھا ہے تم نے۔ ہم سے کس طرح اکھڑا اکھڑا ہو رہا ہے۔''

''میں کہتی ہوں اب تم ایک لفظ بھی مزید نہیں بولو گے۔'' ارسہ سب کچھ چھوڑ کر سعد کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

''چلے جاؤ یہاں سے اور جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرو...... کوئی نہیں روکے گا تمہیں۔'' ساجدہ باجی نے بھڑک کر کہا اور اسی وقت کمرے سے نکل گئی۔ سب کے چہرے عجیب سے ہو گئے تھے۔

''لگتا ہے یہاں تو رت جگے کا پروگرام...... ناچ گانے کا نہیں لڑائی جھگڑے پر موقوف ہے...... پھر کیا ضرورت تھی ہم لوگوں کو بلا کر تماشا دکھانے کی۔''اس کی کزنز نے کہا تو رابعہ اور ارسہ کو ہتکی محسوس ہونے لگی۔

''دیکھو......ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سعد تو ایسے ہی الٹے دماغ کا ہے۔ جو جی میں آتا ہے بولے جاتا ہے۔تم لوگ گانے وغیرہ تو سیٹ کرو ہم لوگ آتے ہیں۔''

''بھئی کیا ہے، میں ڈانڈیا لے کر آیا ہوں اور تم یہاں گھسی بیٹھی ہو۔''فرحان لڑکیوں کے کمرے میں بلا تکلف ہی داخل ہو جاتا تھا۔

''باہر سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔''

''اور بات سنو...... منہ مت بناؤ......ساجدہ باجی کے بچے بھی آگئے ہیں۔ ذرا باہر آ کر دیکھو۔ وہ تم سب سے زیادہ ماحول کو انجوائے کر رہے ہیں آخر ہیں تو باسط بھائی کی اولاد...... زندہ دل اور رنگین مزاج۔''وہ لوگ باہر آئیں تو باسط کے تینوں بیٹے ڈانس میں مشغول تھے۔ سب سے بڑا بیٹا نائنتھ کا طالب علم تھا۔ دوسرا سیونتھ میں اور تیسرا ففتھ میں تینوں لڑکوں نے باپ کی کسر پوری کر رکھی تھی۔

''دیکھیں......آپ کے بچے آگئے ہیں۔'' رابعہ بہن کو بتانے کے لیے دوڑ کر گئی تو ساجدہ باجی بے یقینی کے سے انداز میں باہر نکل آئی......تینوں لڑکے ماں کو دیکھ کر چمٹ گئے۔

''تمہارے ابو بھی آئے ہیں؟''ساجدہ باجی نے بے ساختہ پوچھا۔

''نہیں، ابو نہیں آئے...... پر انہوں نے کہا تم لوگ چلے جاؤ میرا جو تنازعہ ہے وہ اپنی جگہ پر...... تم تو فنکشن انجوائے کرو۔ تمہاری ماں اداس ہو رہی ہوں گی۔'' بڑے بیٹے کے منہ سے یہ الفاظ سن کر ساجدہ ہلکی پھلکی ہوگئی اور بے ساختہ مسکرا دی۔

''باسط غصے کا تیز سہی پر میرا کتنا خیال ہے۔''وہ مسکرائی تو سبھی کے چہروں پر مسکان دوڑ گئی۔ چہروں پر ہی کیا جسموں میں بھی ترنگ آگئی تھی۔

سب سے پہلا آئٹم فرحان کا تھا۔ فرحان ڈانس میں ماہر تھا اور جب اس کا ساتھ باسط کے بیٹوں نے دیا تو محفل دو آتشہ ہوگئی اور پھر یکے بعد دیگرے یہ ترنگ سب میں سماگئی۔ کوئی ہاتھ تالی بجانے سے نہ رہا اور کوئی پاؤں تھرکنے سے نہ رہا۔ لڑکوں کی سیٹیاں اور لڑکیوں کے قہقہے...... نعیمہ بیگم جو کچھ دیر قبل ٹینشن میں تھیں اس ماحول سے ہلکی پھلکی ہو گئیں۔ یہاں تک کہ دلاور اور خاور نے بھی اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ ڈانس کیا اور خواب داد پائی۔ اس قدر پُر جوش ماحول تھا اتنی گرم محفل تھی۔ جس کو ناچنا بھی نہیں آتا تھا وہ بھی ناچنے کے لیے پھڑک رہا تھا اور جب ارسہ اور اس کی کزنز ڈانڈیے کا رقص پیش کرنے لگیں تو لڑکوں نے خوب ہلڑ مچایا۔ سعد اور معیز جو اپنی نئی نویلی دلہنوں کو پہلو میں لیے بیٹھے تھے۔ ان سے چھیڑ چھاڑ اور سرمستی میں مگن تھے...... رقص پیش کر کے لڑکیاں بیٹھ گئیں مگر ارسہ سے فرمائش ہونے لگی اور پھر جیسے ہی فرحان نے گانا لگایا ارسہ کے قدم زمین پر نہ ٹکے۔ وہ ایسا ناچتی تھی کہ دیکھنے والوں کو مبہوت کر دیتی تھی۔ اسے ناچتا دیکھ کر فرحان سے بیٹھا نہ گیا۔ وہ اس کے ڈانس میں شامل ہو گیا۔ ہمیشہ سے ہی دونوں میں انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ جب ڈانس کرتے تھے تو ایسا لگتا تھا بہت پریکٹس اور مہارت سے کر رہے ہیں اور اب بھی ایسا ہی لگ رہا تھا۔ تقریباً تیسرا گانا ختم ہونے والا تھا فرحان کا جوش ختم نہیں ہو رہا تھا لیکن ارسہ بہت تھک چکی تھی اور پھر وہ پھولی سانسوں کے ہمراہ یکدم آلتی پالتی مار کر زمین پر

بیٹھ گئی اور اپنی کمر پہ بندھا دوپٹا کھولنے لگی۔ بے شمار سیٹیاں اور تالیاں اسے داد دے رہی تھی۔ باسط کا بڑا بیٹا حارث مسلسل ارسہ کے ڈانس کی وڈیو اپنے کیمرے میں بنا رہا تھا۔

☆☆☆

وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا...... ساڑھے بارہ بج گئے تھے اسے پتا ہی نہ چلا کہ سالار نے اسے گیارہ بجے فون کیا تھا۔ اس نے جب میسج پڑھا تو دنگ رہ گئی۔ محفل تو ابھی جاری تھی اور اسے ہر حال میں گھر جانا تھا، وہ محفل سے نکل آئی اور گھر جانے کے لیے اپنا حلیہ درست کرنے لگی...... گو اس کا دل تو نہیں کر رہا تھا لیکن وہ سالار کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھی۔ ابھی تک وہ سالار کے علاوہ گھر میں کسی کو بھی تو اپنا نہیں بنا سکی تھی۔ سالار کو ناراض کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا تھا۔

پھر اس نے دلاور کو بلایا اور اسے بتانے لگی کہ سالار نے اسے فون کیا تھا اور ٹھیک ساڑھے دس بجے گھر آنے کو کہا تھا لیکن وہ فنکشن میں اتنی مگن ہوئی کہ بھول گئی۔ ٹھیک گیارہ بجے سالار کا میسج اس کے موبائل پر آیا جس میں صرف اتنا لکھا تھا کہ اب میرے گھر آنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے...... چونکہ وہ موبائل اپنے کمرے میں چھوڑ کر بھول گئی تھی۔ ساڑھے بارہ بجے اسے میسج ملا ہے۔ اب اسے ہر حال میں گھر جانا پڑے گا مگر سالار اسے ڈرا رہا ہے وہ روہانسی ہو کر بولی تو دلاور سوچ میں پڑ گیا۔ پہلے ہی ساجدہ کو باسط نے گھر سے نکال دیا تھا اور اب اس کے بچے بھی بھیج دیے۔ نہ جانے ان بچوں کو وہ بلائے گا بھی یا کوئی نئی سازش ہے اوپر سے سالار کا حکم ٹال کر ارسہ کو گلے میں لٹکانے والی بات تھی۔ پھر سالار کی فیملی ایسی نہیں تھی کہ دلاور انہیں باسط وغیرہ کی طرح اگنور کر دیتا۔ محراب علی سے دوستی اپنی جگہ سہی لیکن خاندانی رئیس لوگ تھے۔ پراپرٹی، پیسہ ان کے پرکھوں سے چلتا آ رہا تھا اگر سالار کسی طرح سے ارسہ کے قابو میں آ جائے تو ان کے وارے نیارے ہو جائیں۔ سالار سے بگاڑنے میں فائدہ کچھ نہیں تھا نقصان ہی تھا۔

''کیا سوچ رہے ہیں بھائی جان آپ...... آپ مجھے بتائیں اب میں کیا کروں؟''

''تم ایسا کرو چلنے کی تیاری کرو...... میں تمہیں بھجواتا ہوں۔''

''اگر بھائی جان سالار نے میرے ساتھ کچھ الٹا سیدھا کیا تو...... ہو سکتا ہے وہ مجھے گھر میں ہی نہ گھسنے دے۔ میں کیا رات کے ایک بجے واپس آؤں گی۔''

''بے فکر رہو...... صرف اس نے دھمکی دی ہے۔ وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا۔''

''آپ نہیں جانتے بھائی جان...... جب سالار کی کھوپڑی الٹتی ہے تو وہ گھر والوں سے بھی لڑنے کھڑا ہو جاتا ہے۔''

''اچھا...... تم مطمئن رہو...... میں تمہیں خود چھوڑنے جاؤں گا اور بے فکر رہو کچھ نہیں ہوتا۔''

''میں نے تمہیں امی سے ملنے سے اس لیے روکا تھا تاکہ دوسرے لوگ متوجہ نہ ہوں اگر ساجدہ کو پتا چل گیا کہ میں تمہیں خود چھوڑنے جا رہا ہوں تو وہ طعنے دے دے کر جینا حرام کر دے گی۔ لیکن پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں ہوتیں۔ ہر رشتے کو اس کے حساب سے مین ٹین کرنا پڑتا ہے۔''

دلاور نے گاڑی سالار کے بنگلے کے سامنے روکی پھر باہر نکل کر ڈور بیل دی۔ دوسری ہی بیل پر باوردی گارڈ نے دروازہ کھولا۔

''خان میں ہوں...... دلاور علی!'' گارڈ نے بڑھ کر ہاتھ ملایا۔

''ارسہ کو چھوڑنے آیا تھا۔'' دلاور علی نے بتایا۔

''آئیں بیگم صاحبہ۔'' وہ سر جھکا کر ایک سائڈ پر ہوا۔ ارسہ اعتماد سے نکل کر گیٹ میں داخل ہو گئی۔

''گھر والے تو سب سو رہے ہیں۔'' گارڈ نے اپنا فرض ادا کیا۔

''کوئی بات نہیں...... میں بھی جا رہا ہوں۔'' دلاور نے گاڑی بڑھا لی۔ ارسہ گھر میں داخل ہو گئی۔

رات کے ایک بجے وہ گھر میں داخل ہوئی تو سب اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے۔ اوائل سردیوں کی شامیں تھیں۔ خنکی بڑھتے بڑھتے رات میں اچھی خاصی بڑھ جاتی تھی۔ گھر میں سناٹا ہو رہا تھا۔ ارسہ چپ چاپ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ جب وہ سیڑھیاں چڑھنے لگی تو اس کی ہیل کی ٹک ٹک سالار کے سر پر ہتھوڑے کی طرح برسنے لگی۔ سالار کا دل چاہا ابھی اٹھے اور اسے سیڑھیوں سے دھکا دے دے لیکن وہ دلاور کی گاڑی کی آواز سے لے کر اپنے دروازے کی دستک تک کو چپ چاپ سنتا رہا۔ ارسہ نے کمرے کا ایک بار نہیں سہ بار اور پھر بار بار دروازہ بجایا لیکن سالار نے دروازہ نہیں کھولا اور یوں ظاہر کرتا رہا کہ وہ سو رہا ہے۔ بے خبر سویا آدمی بھی اتنی دستک پہ اٹھ جاتا ہے۔ ارسہ کو اندازہ ہو گیا کہ وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہا ہے پھر اس نے اپنے موبائل سے بے شمار گھنٹیاں دیں۔ سالار نے موبائل پہلے ہی آف کیا ہوا تھا۔ وہ کاریڈور میں ٹہلتی رہی تقریباً آدھے گھنٹے تک اس نے اپنی اسی سزا کو برداشت کیا پھر سالار کا کوئی ریسپانس نہ پا کر دلاور کو فون کر دیا۔ دلارو کا فون بھی مسلسل بزی جا رہا تھا۔ وہ سخت کوفت کا شکار ہو گئی پھر ٹرائی کیا۔ سالار نے دروازہ نہیں کھولا۔ وہ جھنجلا گئی۔ دل چاہتا تھا اینٹ اٹھائے اور دروازے پر مارے لیکن ضبط کرنا پڑا۔

''دلاور بھائی نے کہا تھا اگر سالار غصہ گلہ کرے تو برداشت کر لینا اگر نہیں کرو گی تو بات گھر میں پھیلے گی اور پھیلنے سے بات خراب ہوتی ہے مگر لگتا ہے یہ بات سالار کو سمجھانے والا کوئی نہیں ہے...... اگر مجھے ذرا سی دیر ہو گئی تو کون سی قیامت آ گئی۔ آخر میں نے سالار کو مجبوری بتا ہی دی تھی۔ اتنی ذلت کا تو اسکول کالج دیر سے جانے پر بھی نہیں اٹھانی پڑی تھی۔ یہ گھر نہیں...... ہے ہی کوئی جیل خانہ۔'' وہ غصہ سے لال بھبوکا ہو رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹہ ہو گیا تب اس نے پھر دلاور کو فون کیا۔ ''صد شکر کہ آپ نے فون ریسو کیا۔'' وہ بے چینی سے بولی۔

''ہاں، بتاؤ کیا بات ہے؟'' دلاور اس وقت ڈرنک کیے ہوئے تھا۔ سرور اور مستی سے بولا۔

''بات کیا ہونی ہے۔ سالار نے وہی کیا جس کا مجھے ڈر تھا۔''

''کیا مطلب...... کیا اس نے تم پر ہاتھ اٹھایا ہے۔''

''بے فکر رہیں، ایسی نوبت تو آئے گی ہی نہیں۔ فی الحال تو میں کمرے کے دروازے کے باہر کھڑی ہوں اور صاحب جان بوجھ کر انجان بنے ہوئے ہیں تقریباً ایک گھنٹے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ میں دروازہ بجا بجا کر تھک گئی ہوں اور سالار کمرے کا دروازہ نہیں کھول رہا۔ یہاں تک کہ میں نے موبائل بھی ٹرائی کر لیا ہے اب بتائیں آپ بھائی جان میں کیا کروں؟'' وہ یکدم روہانسی ہو گئی۔

''اچھا، اچھا تم فون بند کرو میں محراب یا الباب کو فون کرتا ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی طریقہ ہے سزا دینے گا۔'' دلاور کو غصہ آ گیا تھا۔ ارسہ کو

تقویت ملی۔اس نے فون بند کر دیا۔دوسرے ہی پل دلاور فون محراب علی کو ملانے لگا۔جو کہ آف تھا پھر اس نے الباب کو ملایا۔الباب گہری نیند سو رہا تھا۔اچانک فون کی گھنٹی پر پریشان ہو گیا۔نمبر دیکھا تو دلاور علی کا تھا۔الباب نے آنکھیں مسلتے ہوئے فون اٹینڈ کیا۔دوسری طرف سے دلاور کی گمبھیر آواز گونجی۔

''آپ تو بڑے مزے سے گرم نرم بستر میں سو رہے ہیں اور میری بہن سردی میں اپنے کمرے کے باہر کھڑی ہے اور سالار کمرے کا دروازہ نہیں کھول رہا۔''

''کیا مطلب؟''الباب چونکہ سارے واقعے سے بے خبر بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔

''ارے بھائی..... مطلب کیا ہونا تھا۔شادی بیاہ کے فنکشن میں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔کیا ہوا ارسہ گیارہ بجے نہ سہی ایک بجے گھر میں آ گئی۔میں باقاعدہ خود چھوڑنے آیا تھا اسے۔بے شک اپنے گارڈ سے پوچھ لو۔''

''نہیں.....نہیں دلاور بھائی آپ کیسی بات کر رہے ہیں۔میں دراصل اس واقعے سے بے خبر تھا۔اس لیے پوچھ بیٹھا۔آپ فکر نہیں کریں میں جا کر دیکھتا ہوں۔''

''ہاں.....ہاں.....ضرور دیکھو اور ہاں سالار کو بھی یار سمجھا دینا۔کوئی بھلا اپنی بیویوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے۔ایسی سزا تو اب بچوں کو بھی نہیں دی جاتی۔اساتذہ ان کی سیلف ریسپیکٹ کا خیال کرتے ہیں۔''شرمندگی کے مارے الباب کی پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی۔سحرش بھی اٹھ کر بیٹھ گئی اور تشویش سے شوہر کی متغیر کیفیت کو دیکھنے لگی۔الباب چاہتا تھا کہ دلاور فون بند کر دے لیکن وہ بات کو بڑھائے جا رہا تھا۔

''میں فون تو محراب علی کو بھی کر رہا تھا مگر شاید وہ فون بند کر کے سوتے ہیں سو تمہیں ڈسٹرب کرنا پڑا۔یار.....ارسہ.....بہت چھوٹے دل کی ہے ایسی باتوں سے ہرٹ ہو جاتی ہے۔سالار سے کہو کہ اس سے محبت سے پیش آیا کرے۔نازک آبگینوں کی طرح پالا ہے میں نے اپنی ان دو چھوٹی بہنوں کو۔''الباب کے پاس دلاور کو مطمئن کرنے کے لیے کوئی جواب نہیں تھا، وہ خاموش رہا۔الباب کو تو غصہ سالار پر آ رہا تھا کہ کیا ضرورت تھی ایسا ڈرامہ لگانے کی جو دوسرے گھر تک بات پہنچ گئی۔ایسا کیا اتاؤلا ہو رہا تھا وہ بیوی کے بنا اگر نہیں آ رہی تھی تو نہ آتی.....الباب کمرے سے نکلا تو سحرش اس کے پیچھے پیچھے آئی۔الباب نے اسے باہر آنے سے روک دیا۔

چونکہ الباب کا دوسرا پورشن تھا۔پورا صحن عبور کر کے وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا تو ارسہ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ارسہ کو دیکھ کر وہ نظریں چرا گیا پھر ضبط کرتے ہوئے سالار کے کمرے کا دروازہ پیٹ ڈالا۔ساتھ ہی..... وہ سالار کو آوازیں بھی دے رہا تھا۔سالار نے جیسے ہی بڑے بھائی کی آواز سنی اٹھ کر جھٹ دروازہ کھول دیا۔الباب نے اسے نادم کر دینے والی نگاہوں سے دیکھا پھر ارسہ کو کہنے لگا۔

''ارسہ! اندر جاؤ۔''دوسرے ہی پل ارسہ اپنے کمرے میں تھی۔الباب بھی کمرے میں آ گیا۔

''کیا بکواس تھی یہ!''وہ سالار سے پوچھ رہا تھا۔سالار نے کوئی جواب نہیں دیا۔الباب کو اس کی خاموشی بہت بری تھی۔

''تمہیں پتا ہے دلاور علی نے فون کیا تھا مجھے اور مجھ سے پہلے اس نے محراب بھائی کو فون کیا تھا جو کہ مل نہیں سکا۔''غصے کی وجہ سے سالار کی

کنپٹیاں سلگنے لگیں۔

''اگر کچھ دیر تم اور دروازہ نہیں کھولتے تو دلاور علی تمہارے گھر کے دروازے پر آجاتا اور پھر تمہارے گھر کے بڑوں کی کیا عزت رہ جاتی ہے کوئی اندازہ تمہیں۔'' سالار کچھ نہیں بولا۔

''تم اپنے معاملات کو اپنے کمرے میں نہیں نمٹا سکتے۔'' وہ غصے سے چلا رہا تھا در پردہ الباب کو ارسہ پر بھی بہت غصہ آرہا تھا۔ اگر سالار نے دروازہ نہیں کھولا تھا تو کیا تھا بھرا پُرا گھر تھا وہ کسی کو تو بتاتی سیدھا اس نے اپنے بھائی کو فون کر دیا اور بھائی شکایت لے کر پہنچ گیا۔ سالار کو مسلسل خاموش دیکھ کر الباب نرم ہوا۔ جانتا تھا اس کی کھوپڑی جب پلٹتی ہے تو ایک منٹ لگتا ہے۔

''اچھا اب مزید جھگڑا نہ کرنا...... فی الحال تم لوگ سو جاؤ۔ رات کافی ہو رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ گھر میں ہنگامہ ہو اور گھر والے پریشان ہوں۔ تمہیں پتا ہے امی دل کی مریضہ ہیں۔ سن رہے ہو سالار تم میری بات...... جو بات ہوگی ہم صبح کریں گے۔ فی الحال تم آرام کرو۔'' اب وہ بھائی کو بریف کر رہا تھا۔ ارسہ...... ایک طرف صوفے پر بیٹھی رہی۔ کچھ نہ بولی۔ الباب کمرے سے نکل کر چلا گیا۔ کچھ دیر تو سالار ایسے ہی بیٹھا رہا پھر اس نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔

''کیا ہو رہا تھا وہاں جو تم نے اتنی دیر لگائی؟'' وہ ارسہ پر غرایا۔ ارسہ خوفزدہ ہوگئی پھر بھی ڈھٹائی سے بولی۔

''کیا ہونا تھا سالار، میں نے تمہیں بتایا بھی تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔''

''تم سچ کہہ رہی ہو؟'' سالار کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا۔ ارسہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر بھی وہ اثبات میں گردن ہلانے لگی۔ پھر اس کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گرنا شروع ہو گئے۔

''آپ بے شک جا کر پوچھ لیں۔ باسط بھائی نے جھگڑا کر رکھا تھا اس لیے دلاور بھائی پریشان ہو گئے۔ تمہارا میسج ملنے پر مجھے تو خود بہت افسوس ہوا تھا اسی وجہ سے دلاور بھائی جان مجھے چھوڑنے آئے تھے۔ وہ باسط بھائی کی وجہ سے ڈسٹرب تھے۔ اس لیے انہوں نے یہاں فون کر دیا......'' پھر ڈرتے ڈرتے سالار کی طرف دیکھ کر بولی۔

''آخر کچھ ہوتا ہے تو بڑوں کو ہی مطلع کیا جاتا ہے۔'' اس بات پر سالار کا دماغ گھوم گیا اور اس نے ارسہ کے ایک زوردار طمانچہ دے مارا۔

''آخر کیا ہو گیا تھا یہاں جو تم چھوٹے بڑوں کو اطلاع پہنچانے چل پڑی تھیں۔ تمہیں تو اپنے فعل کی ذرا بھی شرمندگی نہیں...... آگے سے مجھ سے زبان چلا رہی ہو۔'' سالار کا ایک تھپڑ ہی پڑا تھا ارسہ کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور اس نے دھواں دار رونا شروع کر دیا سالار غرا رہا تھا۔

''ہاں...... اب بلاؤ اپنے بھائیوں کو اور اکٹھا کر و انہیں...... دیکھتا ہوں وہ کیا بگاڑیں گے میرا آکر۔'' ارسہ روتی رہی سالار کا غصہ کم نہ ہوا۔

''جب تک تم مجھے سچ نہیں بتاؤ گی تم نے اتنی دیر کیا کیا...... میں تمہاری جان نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ اس کے سر پر سوار تھا۔ ارسہ اکھڑ گئی۔

''ہاں...... جان سے مار دو مجھے...... تم یہی کر سکتے ہو۔ اس کے علاوہ تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔''

''بکواس بند کرو اپنی!'' سالار نے اس کا گلا دبایا تو اس نے اور زور سے رونا شروع کر دیا۔ سالار نے ایک جھٹکے سے اسے پرے دھکیل

دیا۔ وہ صوفے سے لگ کر رونے لگی۔

''نہیں...... بتاؤ گی ناں تم مجھے...... ٹھیک ہے۔ صبح وہ تمہارا بھائی ہی آ کر بتائے گا کہ تم وہاں اتنی دیر رک کر کیا کرتی رہی ہو'' سالار نے یہ کہا اور اس کے پاس سے حقارت سے ہٹ گیا پھر اس نے اپنا تکیہ اور کمبل اٹھایا اور کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ ارسہ کچھ دیر تو یونہی پڑی رہی پھر اٹھی۔ آنسو صاف کیے باہر جھانک کر دیکھا دور دور تک سالار کا نام ونشان نہیں تھا۔

''ضرور ڈرائنگ روم میں جا کر سو گیا ہے۔'' ارسہ نے کمرے کی کنڈی لگائی اور جلدی جلدی دلاور کو فون ملانے لگی۔

دلاور...... شراب کے نشے میں گم تھا اس کے باوجود اس نے فون اٹینڈ کیا۔ ارسہ جلدی جلدی اسے ساری بات بتانے لگی پھر اس نے بڑے بھائی کو سمجھایا کہ وہ یہاں آ کر یہی کہے کہ ہمارے گھر میں پریشانی تھی اسی وجہ سے ارسہ کو آنے میں دیر ہو گئی۔ دلاور اسے تسلیاں دے رہا تھا لیکن اس کی دلچسپی کا مرکز ارسہ کی گفتگو نہیں...... ناچ گانے کی محفل تھی۔

اماں جی...... نمازِ فجر کے لیے اٹھیں تو سالار کو ڈرائنگ روم میں سوتا دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔ ''ضرور رات کو کچھ نہ کچھ ہوا ہے جو صاحب بہادر یہاں سو رہے ہیں۔'' اماں جی اپنی عبادت میں مشغول ہو گئیں۔ ان کا دھیان بار بار سالار کی طرف جا رہا تھا۔

''ضرور رات کو بڑا ہی معرکہ ہوا ہے جو یہ لڑکا یہاں پڑا ہے ورنہ یہ لڑکا تو اپنے کمرے کے بغیر سوتا ہی نہیں۔'' آہستہ آہستہ دن نکل گیا۔ گھر میں چہل پہل ہونے لگی، الباب کی چاروں بچیاں اسکول جاتی تھیں اسی وجہ سے صبح کے وقت گھر میں اچھی خاصی رونق ہو جاتی تھی۔ سحرش نے سالار کو ڈرائنگ روم میں سوتے دیکھا تو جا کر الباب کو بتایا۔ الباب سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''مجھے لگتا ہے میرا بھائی ابھی شادی کے قابل نہیں تھا۔''

''اچھا!'' سحرش ہنس دی۔ ''آپ کی شادی تو اس سے بھی کم عمری میں ہوئی تھی۔''

''عمر زیادہ ہونے سے انسان میں عقل نہیں آ جاتی۔ بالکل بھی میچورٹی نہیں ہے اس لڑکے میں۔ رات بیوی کو باہر کھڑا کر رکھا تھا۔ اب خود کمرے سے باہر ہے۔ بچپنا نہیں تو کیا ہے۔ کیا وہ اتنی ان کنٹرول ہے کہ وہ اسے ہینڈل نہیں کر سکتا۔ گھر میں تماشا لگانا چاہتا ہے اور بس...... کون سے میاں بیوی ہیں جن میں تو تکار نہیں ہوتی۔ کیا ہمارے مابین جھگڑا نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنا تماشا لگایا جائے۔''

''تو آپ سمجھا دیتے اسے...... بھائی تھا آپ کا چھوٹا اور پھر ایک بات کہوں...... ضروری نہیں کہ اس کی بیوی بھی آپ کی بیوی کی طرح ہو۔ آپ ذرا سا غرائے اور ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئی۔ ضرور ارسہ نے اس سے مقابلہ کیا ہوگا'' ابھی وہ دونوں گفتگو ہی کر رہے تھے کہ محراب علی کے اونچا اونچا بولنے کی آواز آنے لگی۔

''بھائی جان اور اس وقت۔'' الباب بستر سے نکل گیا۔ اب عشرت بیگم کی بھی آوازیں آ رہی تھیں۔ الباب کمرے سے نکلا تو سحرش بھی بیٹے کو گود میں اٹھائے باہر آ گئی۔ وہ سب لوگ ڈرائنگ روم میں جمع تھے۔ سالار کمبل گود میں رکھے سر جھکائے بیٹھا تھا۔

''تم نے رات کو ارسہ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔'' محراب علی کا پہلا سوال یہی تھا۔

''آپ کو کس نے بتایا؟'' سالار نے بھائی سے پوچھا۔

''دلاور علی کا فون آیا تھا میرے پاس جو کچھ بھی تم نے اس کے ساتھ کیا ہے سب کچھ بتایا ہے اس نے مجھے۔''

''تو گویا کیمرا لگا رکھا ہے اس نے میرے کمرے میں۔'' سالار کے چہرے پر تلخی پھیل گئی۔ ارسہ اوپر کٹہرے میں کھڑی سب کچھ سن رہی تھی۔ الباب کو غصہ آ گیا۔

''کیا حق بنتا ہے دلاور علی کا آپ کو اس طرح فون کر کے پریشان کرنے کا۔ رات اس نے میرے پاس فون کیے اگر سالار غصے میں تھا اور اس نے وقتی طور پر اپنے کمرے کا دروازہ نہیں کھولا تھا تو کون سی قیامت بپا ہو گئی تھی اور پھر ارسہ نے ہمیں نہیں بتایا، اپنے بھائی کو بتایا اور پھر وہ بھائی آپ کو بھی شکایت دے گیا۔ گویا ارسہ پل پل کی خبر پہنچا رہی ہے۔'' الباب غصے میں بولا تو سب حیران رہ گئے۔ چونکہ رات کے واقعے سے نابلد تھے۔

''سوال یہ نہیں ہے کہ وہ پل پل کی خبریں پہنچا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ سالار نے اس پر ہاتھ کیوں اٹھایا؟'' محراب علی سخت غصے میں تھے۔

''وہ بیوی ہے میری، یہ بات پوچھنے کا نہ تو دلاور علی کا حق بنتا ہے اور نہ ہی آپ کا۔ میں اس گھر کی عزت کی خاطر آخر کتنی قربانیاں دوں۔ اس نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ اس لیے میں نے اسے مارا۔'' سالار طیش میں آ گیا تھا۔

''کس قسم کا جھوٹ؟'' محراب علی معاملات سے ناواقف تھے اس لیے پوچھ بیٹھے۔

''اسے نیچے بلائیں اور اس سے پوچھیں کہ اس نے مجھ سے کون سا جھوٹ بولا اور ابھی تک وہ اپنے جھوٹ پر قائم بھی ہے۔'' ارسہ خود ہی سیڑھیاں اتر کر آ گئی اور روتے ہوئے بولی۔

''میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا بھائی جان...... سالار نے مجھے محض غلط فہمی کی بنا پر مارا ہے، یہ دیکھیں مار مار کر انہوں نے میرا کیا حال کیا ہے۔'' وہ رو رہی تھی۔

''مگر ارسہ ہم لوگ بھی تو تھے گھر میں...... تم نے ہمیں نہیں بتایا اور اپنے گھر فون کر دیا۔'' عشرت بیگم نے بڑے ضبط کا مظاہرہ کیا تو وہ مسکین شکل بنا کر بولی۔

''ہاں...... یہ میری غلطی ہے آپ چاہے جو بھی سمجھیں، میں سالار سے بہت خوف زدہ ہو گئی تھی۔'' وہ ڈرنے کی پوری اداکاری کر رہی تھی اور دل ہی دل میں مطمئن تھی کہ ابھی اس کا بھائی آئے گا تو اسے بھرپور سپورٹ کرے گا۔

''آج تک ایسا نہیں ہوا کہ ہمیں کسی سمدھیانے کے سامنے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ دلاور علی یہاں آنا چاہتا تھا میں نے اسے یہاں آنے سے روکا ہے ویسے وہ سو بار آئے لیکن ارسہ اور سالار کے معاملے میں ہمیں قطعی پسند نہیں کہ وہ آ کر معاملہ فہمی کرے...... ارسہ کو اس بات سے تکلیف پہنچی۔ ہم اپنے معاملات کو خود سلجھانا جانتے ہیں۔'' پھر وہ ارسہ سے مخاطب ہو کر بولے۔

''تمہیں کوئی شکایت تھی تو تم گھر میں کسی بھی مرد کو اعتماد میں لے سکتی تھیں۔ سالار کا غصہ بجا ہے کوئی بھی مرد اپنے معاملات میں مداخلت برداشت نہیں کرتا۔ کیا تم اپنے شوہر کو نہیں جان سکیں۔''

''میں نے بتایا ناں...... بھائی جان میں خوف زدہ ہوگئی تھی۔'' وہ سر جھکا کر کہہ رہی تھی۔ محراب علی نے گہری سانس کھینچی پھر بھائی سے مخاطب ہو کر بولا۔

''تم نے اتنی بات کیوں بڑھائی سالار، دلاور علی نے فون کر کے مجھ سے یہ کہا کہ شادی بیاہ کے فنکشن میں دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔ پھر تم نے اتنی ہٹ دھرمی کیوں کی۔'' سالار پھٹ پڑا۔

''دلاور علی نے آپ کو بھی یہی کہا۔ الباب بھائی کو بھی یہی کہا۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے چوکیدار کو بھی یہی بتا کر گیا کہ شادی بیاہ کے فنکشن میں دیر سویر ہو جاتی ہے مگر ارسہ...... بتانے کو تیار نہیں کہ وہ فنکشن کون سا تھا۔ وہ کہتی ہے گھر میں فنکشن ہی نہیں ہو رہا تھا وہاں تو باسط اور ساجدہ کا جھگڑا چل رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے آنے میں دیر ہوگئی۔'' یہ بات ایسی تھی کہ سبھی چونک گئے ارسہ کو دل ہی دل میں دلاور علی پر غصہ آ رہا تھا۔

''طوطے کی طرح سمجھایا تھا بھائی جان کو نہ جانے ان کی عقل کہاں چلی گئی۔ پتا بھی ہے کہ یہ لوگ ناچ گانے سے کتنا چڑتے ہیں۔ زندگی کی خوشیوں کو انجوائے کرنے سے خدا واسطے کا بیر ہے ان لوگوں کو نرے خشک مزاج اور سڑیل۔''

''یہ سالار کیا کہہ رہا ہے ارسہ؟'' محراب علی نے ارسہ کی طرف دیکھا جو گومگو کی حالت میں استادہ تھی۔

''میں کیا کہہ سکتی ہوں بھائی جان...... ان کی تو غلط فہمیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتیں...... ہاں...... وہاں فنکشن کا ماحول تھا لیکن فنکشن ارینج نہیں ہو سکا۔ باسط بھائی اور ساجدہ باجی کی وجہ سے...... رہ گئی بات دلاور بھائی جان کی...... تو انہوں نے مصلحت کی وجہ سے اس واقعے کا ذکر یہاں کرنا مناسب نہیں سمجھا جو ہمارے گھر میں ہوا۔ وہ نہیں چاہتے کہ اپنی کسی بہن کے ایسے گھریلو حالات دوسرے سمدھیانے پہ آشکار کریں لیکن افسوس کہ وہ آپ سب کے سامنے آشکار ہو ہی گئے۔ میں نے تو ان کو اعتماد میں لیا تھا لیکن یہ چاہتے ہیں کہ میں پورے گھر کے سامنے اپنی بہن کے گھریلو مسائل آشکار کروں تو سن لیں...... باسط بھائی شروع سے ہی۔''

''نہیں...... نہیں...... ہم کچھ نہیں سننا چاہتے ہمیں کیا ضرورت ہے کسی کے نجی مسائل کو ڈسکس کریں۔'' ابھی محراب علی بولے ہی تھے کہ سالار کے چہرے پر تلخ اور کڑوی مسکراہٹ بکھر گئی اور وہ طنزیہ انداز میں بولا۔

''واہ...... بھائی جان...... واہ...... ذرا غور کیجیے...... بہن کے معاملات کی تو یہ پردہ پوشی کر رہی ہے اور اپنے گھریلو جھگڑے کو فوراً اپنے میکے پہنچا رہی ہے۔ اس میں اسے مصلحت یاد نہیں آئی کہ اپنے معاملات کو اپنے گھر میں ہی رکھے۔'' ارسہ لاجواب ہوگئی او پہلو بدل کر کمزور سی آواز میں بولی۔

''میں نے بھائی جان کو اطلاع کرنے کے لیے فون نہیں کیا تھا۔ میں ان سے کہہ رہی تھی کہ اگر وہ جھوٹ نہ بولتے تو مجھے یہ سزا نہ بھگتنا پڑتی۔''

''جھوٹ وہ نہیں، تم بول رہی ہو۔'' سالار غرایا۔

''مجھے باسط نے خود فون کیا اور سارے حالت سے آگاہ کیا پھر وہ کیا اتنی فرصت سے تھا کہ وہاں لڑنے بھی چلا گیا۔ بولو جواب دو۔'' سالار کے انکشاف پر ارسہ کے چھکے چھوٹ گئے۔

''گویا یہ آگ باسط بھائی کی پھیلائی ہوئی ہے۔''

''ہے تمہارے پاس اس بات کا کوئی جواب؟''

''ہاں..... ہے۔'' ارسہ نے دیدہ دلیری سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ ''باسط بھائی چاہتے ہی نہیں کہ ہمارے گھروں میں خوشیاں باقی رہیں اس لیے وہ دُہری چال چل رہے ہیں لیکن افسوس یہ میں آپ کو نہیں سمجھا سکتی..... میں مطمئن نہیں کر سکتی آپ کو۔'' یہ کہہ کر اس نے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر لیے اور پھر وہاں نہیں ٹھہری اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ارسہ کے کمرے میں چلے جانے کے بعد سب کے چہروں پر ایک سوچ ٹھہر گئی۔

''اب اگر میں بولوں گی تو تم سب کو بہت برا لگے گا۔ میں تو بوڑھی ہوں، میری سوچ پرانی ہے، پرانی گھسی پٹی چیز کی طرح کاٹھ کباڑ سمجھ کر مجھے تو تم لوگوں نے ایک طرف پھینکا ہوا ہے۔ حیثیت ہی کیا ہے میری۔''

''نہیں..... اماں جی..... آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ ہم نے ایسا کبھی نہیں سوچا..... ہاں آپ بتائیں کہ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔'' محراب علی نے شائستگی سے کہا تو وہ اور زیادہ بھڑک گئیں۔

''کہنے کو اب کچھ باقی ہوگا..... تمہارے پاس..... میرے تو کان سن کر ہی حیران ہیں کتنی دیدہ دلیری سے وہ جھوٹ بولے جا رہی ہے اور تم ہو کہ اسے شہ دینے کی غرض سے بھائی کو ہی برا بھلا کہہ رہے ہو۔ آخر وہ لگتی کیا ہے تمہاری؟'' اماں جی ازلی جلال میں آ گئی تھیں۔

''چھوٹے بھائی کی عزت اور اس خاندان کی غیرت اور بس، میں اسے بُرا بھلا نہیں کہہ رہا اماں جی..... صرف سمجھا رہا ہوں۔''

''اس طرح سمجھایا جاتا ہے بیچ چوراہے میں بیٹھ کر۔ تماشائیوں کی طرح پہلے تو اوپر کھڑی ہو کر سنتی رہی پھر بیچ میں آ کر خوامخواہ مداخلت کر دی اور پھر خود ہی جب جواب نہ بن پڑا تو بھاگ گئی۔'' اماں جی کے ایسے ہی نرالے القابات ہوتے تھے۔

''اصل میں تو یہی زن مرید ہے جبھی تو وہ اس کے قابو میں نہیں آتی۔ کتنا اس سے کہہ رہے ہیں کہ جیٹھوں کے سامنے ادب لحاظ سے آیا کرو۔ اول تو آنے کی ضرورت ہی کیا ہے مگر اب بھی دیکھا..... جتنی دیر یہاں بیٹھی رہی ننگے سر ہی بیٹھی رہی۔ کسی کی توجہ ہی نہیں ہوئی ہوگی۔ ایسے معاملات کو تو تم لوگ بھی دیکھنا نہیں چاہتے، ہے ناں۔'' محراب علی نے گہری سانس کھینچ پھر کہنے لگے۔

''بات یہ ہے کہ اماں جی کسی کو پابند کر کے ہم جبری طریقوں سے شریعت کا مطیع نہیں کر سکتے، ہم تو خود اللہ کے ادنیٰ سے گناہ گار بندے ہیں۔ ہاں..... جو آداب اور احتیاط آپ لوگوں نے بچپن سے ہمیں سکھایا وہ ہمارے اندر رچ بس گیا ہے۔ لیکن جنہوں نے بچپن سے ہی آزاد ماحول میں تربیت پائی ہوئی ہو وہ کہاں ان باتوں کو اہمیت دیں گے۔ اگر انہیں پابند بھی کیا گیا تو ان کے نزدیک جبری مشقت ہوگی۔ بس ان کے لیے تو دعا ہی کی جا سکتی ہے، اللہ سب کو ہدایت دے۔ ہم ایسے حالات میں کیا کر سکتے ہیں اور دین میں دور دور تک جبر کا نام و نشان نہیں۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کی وہ زندگی چاہتی ہے، اسے اسی کے ماحول پہ چھوڑ دیا جائے؟''

''میں نے ایسا نہیں کہا اماں جی۔''

''تم نے جو کچھ کہا میں نے اچھی طرح سمجھ لیا۔ تمہاری ماں تو گونگی بہری بن کر بیٹھی رہے گی لیکن بات یہ ہے کہ تم سراسر اس کی حمایت

کرتے ہو......تمہارے دوست کی بہن ہے ناں اس لیے اور تمہاری ماں کو کوئی اور ملی ہی نہیں رہی تھی اور بہنوں کو تو وہ چاند کا ٹکڑا لگی تھی۔ پورے خاندان میں اتنی خوب صورت بہو نہیں آئی تھی جتنی خوب صورت تمہارے گھر آگئی......ہے ناں لیکن محراب علی! خوب صورت وہ ہوتی ہے جس کی چال میں حیا ہو، جس کی آنکھ میں حیا ہو۔''

''اماں جی......'' محراب علی نے پہلو بدلا۔ ''اب وہ ہمارے گھر کی غیرت ہے......کیوں اس کی چال میں اور آنکھ میں حیا نہیں ہوگی۔ ٹھیک ہے وہ ماڈرن ماحول سے ہے اگر انسان شرعی حدود کی پاسداری میں ماڈرن بن کر رہے تو کوئی حرج نہیں۔''

''ہاں......ہاں حرج ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ تم اور زبان سے اوپر آنے دو گے یہ کیسے ممکن ہے۔ بیاہ کر تو تمہی لائے تھے اسے......سراسر مجھے نیچا دکھانا تھا ناں صرف دو ماہ میں......بھائی کو بیاہ کر دکھا دیا تم نے۔''

''اماں جی......اس میں آپ کو نیچا دکھانے والی کون سی بات ہے جو اللہ کا حکم ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ جوڑے تو آسمانوں پر بنتے ہیں۔''

اماں جی کی لایعنی بحث شروع ہو گئی تھی۔ سب کو کڑوی کسیلی سننا پڑ رہی تھیں۔

☆☆☆

دن بھر سالار نیچے ہی رہا، اوپر کمرے میں نہیں گیا۔ ارسہ بھی اوپر سے نیچے نہ اتری۔ کمرے میں پڑی رہی۔ دونوں طرف سے فاقہ برابر جاری تھا۔ بالآخر عشرت بیگم سے رہا نہ گیا۔ اماں جی کی صلواتوں سے وہ زچ ہوگئی تھیں۔

''کیوں میرا اور اپنا تماشا بنوا رہے ہو سالار...... گھر میں میرے ایک بہو اور بھی ہے۔ ادھر ماں جی نے طعنے دے دے کر کلیجا چھلنی کر رکھا ہے۔ تم کیوں اس گھر کے بھرم کو ختم کرنے پر تلے ہو، کیا چاہتے ہو اماں جی پورے خاندان میں میرے اشتہار لگائیں اور تمہارے تائے چاچوں کو جشن منانے کا موقع ملے۔'' سالار نے شکوہ کناں نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا۔ پھر نگاہیں نیچی کر لیں۔

''دن کے چار بج رہے ہیں۔ تم نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا پیا، آخر تم یہ احتجاج کس چیز کا کر رہے ہو اور پھر اسے دیکھو...... اس کو ہم میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا، وہ بھی صبح سے نیچے نہیں اتری۔ کیا اس کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ تمہاری دیکھا دیکھی منہ پھلا کر پڑی رہے۔ جب تمہارا بڑا بھائی بات ختم کروا گیا تھا تو پھر تم دونوں کیا تماشا لگا رہے ہو۔ اسے چاہیے تھا کہ وہ ناشتا بنا کر لاتی، تمہیں بھی کراتی اور خود بھی کرتی۔ شریف بچیوں کے تو یہی عمل ہوا کرتے ہیں۔ شوہر ناراض ہو تو اسکے آگے پیچھے پھریں گی مگر وہ تو خود اکڑ دکھا رہی ہے۔ کون اس کا ماتحت بیٹھا ہے جو اسے اوپر سے بلا لائے یا اسے کھانے پینے کو پہنچائے مجھ سے تو بیٹا یہ کام نہیں ہوتے۔ تمہاری بھاوج کی مہربانی ہے اس نے میری اور اماں جی کی ذمے داریاں سنبھال رکھی ہیں ورنہ بارہ سال ہو رہے ہیں اس کی شادی کو بھی ناز یہ علیحدہ ہوگئی تھی تو اسے بھی ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہ ہماری مجبوریوں کو جانتی ہے کبھی اُف تک نہیں کیا مگر بیٹا مجھے تو غیرت آتی ہے چار بچیاں ہیں اس کے بھی...... ایک ننھا بچہ گود میں ہے۔ پانچ بچوں کی ذمے داری کم نہیں ہوتی پھر الباب کے فرائض...... اوپر سے پورے گھر کے کام کا بوجھ ...... میں تو سمجھتی تھی تمہاری شادی ہو جائے گی تو سحرش کا بھی ہاتھ بٹ جائے گا پھر آہستہ آہستہ سالار کی دلہن گھر کے معمولات کو سمجھ لے گی تو میں سحرش کو بھی علیحدہ کر دوں گی مگر لگتا ہے تم لوگوں کو تو اس طرف دھیان ہی نہیں ہے۔ الٹا تم نے اپنے تماشے لگانے شروع کر دیے۔''

سالار کو احساس تھا کہ ماں بالکل درست کہہ رہی ہیں سب کی یہی توقعات تھیں کہ سالار کی دلہن پہ باقی زندگی کی ذمے داریاں ہوں گی پھر الباب کی فیملی کے علیحدہ ہو جانے کے بعد گھر میں افراد ہی کتنے تھے۔ صرف چار...... تینوں بہنیں ہفتے میں ایک بار آتی تھیں تو آدھے سے زیادہ کام مریم اور ارم، سحرش کے ساتھ مل کر کر لیتی تھیں۔ اتنی کمپرومائزنگ فیملی ہونے کے باوجود ارسہ حالات کو کیسے الجھا رہی تھی، وہ بستر سے نکل کر واش روم میں چلا گیا۔ جب وہ منہ ہاتھ دھو کر آیا تو عشرت بیگم اس کے لیے کھانا رکھ چکی تھی۔

''کیا ضرورت تھی آپ کو...... میں کچن سے خود لے لیتا۔'' وہ ندامت سے کہتے ہوئے بیٹھ گیا۔

''کبھی لیا ہے تم نے خود۔ نایاب ہی تمہاری نوکری بجاتی تھی۔ کبھی منہ سے پانی بھی نہیں مانگتے تھے اور نایاب لیے کھڑی ہوتی تھی۔ اس کے بعد سے سحرش ذمے داریاں نبھا رہی ہے۔ اب بھی وہی کھانا گرم کر دیتی مگر وہ اس وقت بچوں کے ساتھ آرام کر رہی ہوگی۔ میں نے اس لیے اسے بلانا مناسب نہیں سمجھا۔''

''ٹھیک کیا آپ نے۔'' اس نے لقمہ توڑ کر منہ میں رکھا۔

''اگر تم چاہو تو یہ کھانا اوپر لے جاؤ۔ ہم نے تو اللہ کو جان دینی ہے۔ ہمیں تو اللہ سے ڈر لگتا ہے، وہ فاقہ کر کے اللہ کو ناراض کر رہی ہے۔''

''میں ایسا نہیں کر سکتا۔'' اس نے دوٹوک انداز میں کہا۔

''اس میں آخر اکڑ کس چیز کی ہے، کیا وہ مجھے نیچا دکھانے کے لیے ایسا کر رہی ہے۔ جب بھوک لگے گی تو آ کر کھا لے گی پوری ڈھیٹ ہے، میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔'' اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا پھر چائے کی طلب ہوئی تو کچن میں چائے بنانے چلا گیا۔ اماں جی کی نگاہ پڑی تو طنزیہ مسکراہٹ ان کے چہرے پر بکھر گئی۔

''چھڑا تھا تو ٹھاٹ سے بیٹھ کر کھاتا تھا۔ بیگم ایسی آئی ہے کہ کچن کا راستہ دکھا دیا۔'' ان کی...... بڑبڑاہٹ صاف سنی جا سکتی تھی۔ اس نے سنی ان سنی کر دی پھر چائے پی کر اس نے بالوں میں برش کیا اور انہی ملگجے کپڑوں میں شاپ پر چلا گیا۔

''ایسی منحوس آئی ہے اس گھر میں گھر کا بیڑا غرق ہی کر دیا۔'' اب اماں جی کی زبان کو کون روک سکتا تھا۔'' بچہ دکان پہ لش پش کرتا جاتا تھا آج ایسا گیا ہے نگوڑے دو کوڑی کے ملازم بھی ایسے حلیے میں نہیں آتے ہوں گے۔'' اماں جی خود ہی بولتی رہیں۔ عشرت بیگم نمازِ عصر کی وجہ سے وضو کرنے چلی گئیں۔ ممکن تھا کہ خود کو اکیلا پا کر اماں جی خاموش ہو جاتیں۔

☆☆☆

سب لوگ رات کا کھانا کھا چکے تھے لیکن سالار ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ سحرش کے بچوں نے صبح اسکول جانا ہوتا تھا اس لیے وہ رات آٹھ بجے تک بچوں کو کھانے وغیرہ سے فارغ کر دیتی تھی۔ اب تو نو بج رہے تھے۔ سحرش نے بارہا سوچا کہ ارسہ کے لیے کھانا لے جائے لیکن الباب نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ ان کے کسی بھی معاملے میں نہ تو وہ مداخلت کرے اور نہ ہی دلچسپی لے۔ وہ ارسہ کی کل رات والی حرکت سے سخت چڑا ہوا تھا۔ وہ چاہ کر بھی جرات نہ کر سکی لیکن جب عشرت بیگم نے اس سے کہا کہ وہ اپنی بڑی بیٹی کے ہاتھ کھانا اوپر پہنچوا دے تو اسے حوصلہ ہوا۔ دوسرے ہی پل اس نے کھانا اوپر بھیج دیا لیکن ارسہ نے دروازہ نہیں کھولا۔ بچی واپس آ گئی۔

''اگر اس نے خود کو کوئی نقصان پہنچا لیا تو ہم منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔'' عشرت بیگم پریشان نظر آنے لگیں۔

''آپ ایسا کریں کہ محراب بھائی کو بلا لیں تا کہ وہ خود ہی یہ تماشا دیکھ لیں۔ نہیں تو کل کلاں کو وہ ہمیں ہی الزام دیں گے۔'' یہ الفاظ اماں جی کے کانوں میں پڑ گئے۔

''کل انتظام کر کے لائی ہو گی ناں بے فکر رہو جب تک اندر راشن پانی کا انتظام ہے وہ نیچے نہیں آئے گی۔'' اماں جی نے طنزیہ کہا اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ سحرش نے بے ساختہ ساس کی طرف دیکھا۔ جو خود حیران سی کھڑی تھیں پھر کچھ دیر کے بعد بولیں۔

''جاؤ تم اپنے بچوں کو دیکھو۔ اسے ضرورت ہو گی تو گھر بھرا پڑا ہے پکا کر کھا لے گی۔'' سحرش، ارسہ کی نرالی حرکتوں پر عجیب کشمکش میں مبتلا ہو رہی تھی۔

سالار رات جان بوجھ کر دیر سے گھر میں آیا تو دادی اور ماں کو جاگتے پایا۔ دونوں فکر مند بیٹھی تھیں۔

''اتنی دیر سے کیوں آئے ہو۔ کہاں تھے؟''

''گھر میں آنے کو دل نہیں کر رہا تھا؟'' وہ نظریں چرا کر سچائی سے تھکے ماندے لہجے میں بولا تو عشرت بیگم چپ ہوگئیں پر اماں جی سے چپ نہ رہا گیا۔

''بوڑھی دادی اور ماں کا تو خیال نہیں آیا ہوگا تمہیں...... بس اسی کی سوچیں ہیں اور تو تمہارا کوئی آگے پیچھے نہیں۔'' ابھی اماں جی شروع ہوئیں تو عشرت بیگم کہنے لگیں۔

''جاؤ اوپر اپنے کمرے میں چلے جاؤ اور ہاں تم نے تو کھانا بھی نہیں کھایا ہوگا۔ میں تمہارے لیے کھانا گرم کرتی ہوں۔''

''نہیں امی...... رہنے دیں۔ میرا دل نہیں کر رہا۔ شام کو ہی تو کھایا تھا۔ آپ لوگ سو جائیں۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔'' جہاں عشرت بیگم کو اطمینان ہوا وہاں دادی بھی مطمئن ہوگئیں۔

سالار اوپر چلا گیا۔ کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا اس نے دھکیلا تو کھلتا چلا گیا۔ کمرے کی لائٹیں جل رہی تھیں جب کہ ارسہ بستر میں منہ دیے پڑی تھی۔ سالار نے اسے نظر انداز کر دیا اور کپڑے بدلنے کی غرض سے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ وہ چینج کر کے آیا تو وہ ہنوز پڑی تھی۔ وہ بھی دن بھر کا تھکا ہوا تھا سو جانا چاہتا تھا لیکن بے چینی ایسی تھی کہ نیند نہیں آ رہی تھی تبھی اس نے ٹی وی آن کر لیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ٹی وی سے بھی اکتا گیا پھر اس نے لائٹس آف کر دیں اور نائٹ بلب جلا لیا۔ وہ ارسہ کے برابر میں لیٹنا نہیں چاہتا تھا اس نے بیڈ پر جھک کر تکیہ جو اٹھانا چاہا تو اس پر ارسہ کا بازو رکھا تھا۔ بے ساختہ ارسہ کے چہرے پر نگاہ پڑی تو وہ دنگ رہ گیا۔ ارسہ کی آنکھیں نیم وا تھیں اور منہ سے جھاگ نکل رہا تھا سالار کے ہاتھ رک گئے اسے محسوس ہوا کہ ارسہ جھٹکے سے سانس لے رہی ہے۔

''ارسہ...... ارسہ!'' سالار نے اسے ہلایا تو وہ دوسری طرف ڈھلک گئی۔ سالار کو اس کی حرکت میں غیر معمولی پن محسوس ہوا تو اس نے دوڑ کر لائٹس جلا دیں پھر اس کے قریب بیٹھ کر اس کی نبض چیک کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ارسہ کا چہرہ بھی ہلایا مگر وہ نقاہت سے نڈھال ہو رہی تھی۔ وہ پوری طرح بے ہوش نہیں تھی۔ آنکھیں کھول کر اس نے سالار کو دیکھا تھا اور پھر آنکھیں نہ کھول پائی۔ سالار کو لگا جیسے اس نے کچھ الٹا سیدھا کھا لیا ہے۔

''تم نے ٹیبلٹ وغیرہ تو نہیں کھائیں، ارسہ...... ارسہ۔'' وہ بے چینی سے بولا۔ ارسہ نے نقاہت سے نفی میں ہلا دیا۔

''تو پھر...... پھر...... تمہاری حالت ایسی کیوں ہو رہی ہو۔ سارے دن سے فاقہ کیا ہوا ہے تم نے۔ کچھ نہیں کھایا پیا۔ میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں ارسہ؟''

''میں نے کچھ نہیں کھانا...... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو'' وہ لاغری آواز سے بولی۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ سالار نے رحم کھاتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ اس سے فضول بحث کی جاتی۔

''اٹھو'' اس نے سہارا دے کر اسے بٹھایا پھر اس کے پیچھے تکیے لگا دیے۔ آدھے گلاس پانی میں اسے گلوکوز گھول کر دیا جو اس نے بنا حیل و حجت پی لیا۔

''ابھی تم اسی طرح بیٹھو...... میں تمہارے لیے کچھ لے کر آتا ہوں۔'' وہ جلدی جلدی سیڑھیاں اترا پھر سیدھا کچن میں چلا گیا۔ فریج کھول کر دیکھا تو کھانے کی کافی اشیاء رکھی تھیں۔ پلیٹ میں تھوڑا سا سالن نکالا ہاٹ پاٹ میں روٹی دیکھتی نہیں تھی۔ ڈبل روٹی فریج میں رکھی ہوئی تھی۔ وہ لے کر باہر نکلا تو اماں جی کے کمرے کا دروازہ کھلا پایا...... گویا وہ جاگ رہی تھیں۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اوپر چلا گیا۔ اپنے ہاتھ سے اس نے ارسہ کو سلائس کے ہمراہ شوربا لگا کر کھلایا۔ اس نے اس بار بھی حجت نہیں کی اور چپ چاپ کھاتی رہی۔ تقریباً سالار نے اسے اچھی طرح کھلا دیا تب کہنے لگا۔

''کیا ملا مجھے اتنی اذیت دے کر؟'' ارسہ کچھ نہیں بولی۔ سر جھکائے بیٹھی رہی۔

''خیر...... میں اس وقت کوئی بات نہیں کرنا چاہتا، درد سے میرا سر پھٹ رہا ہے۔ بہتر ہے کہ تم سو جاؤ۔'' ارسہ نے اس کی طرف دیکھا اور بہت نرمی اور اپنائیت سے بولی۔

''لائیں آپ کا سر دبا دیتی ہوں۔''

''اچھا اس قابل ہوگئی ہو تم!'' وہ اس کی طبیعت کے پیش نظر کہہ رہا تھا۔ ارسہ نے بخوبی سمجھا مگر جان کر انجان بن کر بولی۔

''ہاں میں تمہارے قابل ہی کہاں تھی۔''

''میں نے کہا ناں میں کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا۔'' وہ یکدم بیزاری سے بولا تو ارسہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ٹھنڈا نرم ہاتھ رکھ دیا۔

''آئی ایم سوری!'' وہ آہستگی سے کہہ رہی تھی۔ سالار نے کرب سے اس کی طرف دیکھا پھر توقف سے بولا۔

''اگر یہی بات تم کل کہہ دیتیں تو بات اتنی نہ بڑھتی۔''

''آپ نے مجھے موقع ہی نہیں دیا۔ آپ بہت غصے میں تھے۔'' سالار ڈھیلا پڑ گیا۔

''میں ہی نہیں تم بھی غصے میں تھیں۔'' ارسہ نے نڈھال سے انداز میں اپنا سر سالار کے سینے پر رکھ دیا بہت سے لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ سالار اس کے بالوں کو چہرے سے ہٹانے لگا۔ دونوں گم صم تھے پھر ارسا نے ہی لاڈ سے کہا۔

''وعدہ کریں مجھ سے کبھی اتنا غصہ نہیں کریں گے۔ مجھ سے آپ کا غصہ برداشت نہیں ہوتا۔'' سالار ہنس دیا۔

''تو تم عہد کرلو مجھے غصے پر اکساؤ گی نہیں۔''

''وعدہ!'' وہ اٹھلا کر بولی سالار اس کے چہرے کے معصوم نقوش میں کھو سا گیا۔

☆☆☆

الباب کی چاروں بچیوں نے لان میں اودھم مچایا ہوا تھا۔ صبح صبح وہ فٹ بال کھیل رہی تھیں۔ فٹ بال سالار کے سر پر لگا تو اس نے اپنی گود میں رکھ لیا۔

''چاچو...... چاچو...... ہماری فٹ بال دیں۔'' وہ چاروں اس کے کپڑے نوچنے لگیں۔

''پہلے یہ بتاؤ تم لوگوں نے آج اسکول نہیں جانا۔'' وہ چاروں کھی کھی کر کے ہنسنے لگیں۔

''آپ کو اتنا بھی نہیں پتا کہ آج سنڈے ہے۔''

''اوہ!'' سالار نے بے وقوف بننے کی ایکٹنگ کی۔

''آج تو پھر گھومنے پھرنے کا پروگرام بنانا چاہئے۔''

''ہرے!'' وہ خوشی سے چلانے لگیں۔ الباب دور بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اماں جی بھی دھوپ سینکتے ہوئے چھالیا کاٹ رہی تھیں۔ عشرت بیگم بھی برآمدے میں تخت پر بیٹھی تھیں۔

''کیوں شور مچا رہے ہو بچوں؟'' الباب نے اخبار لپیٹا۔

''چاچو ہمیں سیر پر لے جا رہے ہیں۔'' وہ خوشی سے چہک رہی تھیں۔

''پہلے ناشتا کرلو...... دیکھو پراٹھے ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔'' سحرش نے کچن کی کھڑکی میں سے منہ نکال کر آواز دی۔

''آہ...... پراٹھے!'' سالار سب سے پہلے ٹیبل پر پہنچا۔ ''بھابی مجھے تو آپ تین چار پراٹھے بنادیں۔'' بچیاں بھی اس کے اردگرد بیٹھ گئیں۔

''کیوں، کل کی بھوک ہڑتال کی کسر آج پوری کرو گے۔'' سحرش نے ہلکا سا چھیڑا تو وہ دل کھول کر ہنسا۔

''خیر ہے، آپ بھی طنز کر سکتی ہیں۔'' وہ لوگ ناشتا کرنے لگے۔

''بھابی کے ہاتھ کے پراٹھوں کی مثال نہیں۔ پورے پانچ پراٹھے کھالیے۔'' وہ سیر ہو کر باہر نکلا تو اماں جی سے رہا نہ گیا۔

''بیگم صاحبہ تو آرام کر رہی ہوں گی۔ اسے کیا ضرورت ہے تمہارے کھانے پینے کی پروا کرے تم جو پروا کر لیتے ہو اس کی۔'' تو گویا اماں جی نے رات کو اسے ضرور دیکھا ہوگا۔

''ایک تو یہ اماں جی بھی ناں پوری تھانیدار ہیں۔'' وہ جان بوجھ کر ٹل گیا اور ماں کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا۔ وہ سمیع اللہ کو سیریلیک کھلا رہی تھیں۔

''ماشاءاللہ کتنا پیارا ہو رہا ہے یہ...... ابھی صرف آٹھ مہینے کا ہے اور لگتا ہے دو سال کا ہے۔'' اس نے بھتیجے کو گود میں اٹھایا۔

''ارے نہیں آئی نیچے؟'' عشرت بیگم نے بیٹے کی طرف خفگی سے دیکھا۔

''آئے یا نہ آئے ہمارا کام تو نہیں رک رہا اس کے بغیر۔'' اس کے اتنے غیر ذمے دارانہ جواب پر عشرت بیگم کو غصہ آگیا۔

''یہ تمہارا جواب ہے کل تو تم لوگوں نے گھر بھر کو پریشان کر رکھا تھا اور آج تم اتنی مستی میں ہو کہ تمہیں اس کی گھریلو ذمے داریوں کی بھی پروا نہیں۔''

''بی بی...... یہیں تک ہی نہیں...... رات بیگم صاحبہ کے لیے کھانا گرم کر کے لے کر گیا ہے یہ...... ضرور اپنے ہاتھ سے اسے منتیں سماجتیں کر کے نوالے کھلائے ہوں گے۔ تبھی رات کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ کوئی بعید نہیں کہ سالار نے اس سے معافی بھی مانگی ہوگی۔'' سالار اماں جی کے طنز پر شرمندہ ہونے کے بجائے ہنس دیا اور ماں کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔

''اماں جی کا دماغ کھسک گیا ہے، اسی کے پیٹے میں تو ضرور ہوں گی۔''

''ہاں بیٹا...... کل تم مجھے ساٹھ سال کی بتا کر کہو گے کہ ماں سٹھیا گئی ہے...... ہے ناں؟'' وہ ماں کی بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔ عشرت بیگم اس

کے غیر متوازن رویے سے چڑ گئیں۔

''خود میں ٹھہراؤ پیدا کرو سالار...... پل میں تولہ پل میں ماشہ یہ اچھا نہیں ہوتا اپنے اس غیر سنجیدہ رویے پہ کنٹرول کرو۔ جب سے تمہاری شادی ہوئی ہے میں دیکھ رہی ہوں یا تم رائی کا پہاڑ بنا لیتے ہو اور اگر من میں نہ ہو تو ہاتھی بے شک سامنے سے گزر جائے تمہیں پروا نہیں ہوتی۔''

''یہ عادت اس کی بچپن سے تھی۔ آپ نے شاید اسے شادی کے بعد نوٹ کرنا شروع کیا ہے۔'' الباب بھی ناشتے سے فارغ ہو کر تولیا سے ہاتھ پونچھتے ہوئے ماں کے دوسری جانب آ کر بیٹھ گیا۔

''ہاں تو بچپن کی عادتیں بچپن میں ہی ترک کر دینی چاہئیں۔ اب اس پہ کافی ذمے داریاں ہیں۔ شادی شدہ ہے کل کو بچوں کا باپ بھی بن جائے گا۔ آخر اس لاابالی پن کا مقصد کیا ہے؟'' عشرت بیگم تنک کر بولیں۔

''اب بتائیں کیا حکم ہے؟'' اس نے یکدم سنجیدہ ہونے کی ایکٹنگ کی۔

''میرا کوئی حکم نہیں ہے۔ یہ اس کا بھی گھر ہے۔ صرف سحرش کی ہی ذمے داری نہیں سب کچھ۔ اس سے کہو نیچے آئے اور کچن کی ذمے داریوں میں سحرش کا ہاتھ بٹائے۔ ویسے بھی آج اتوار کا دن ہے میری تینوں بچیاں مع بچوں کے آنے والی ہی۔ میری بچیاں تو آ کر سانس بھی نہیں لیتیں۔ چھتیس سو کام نمٹا کر جاتی ہیں میرے۔''

سالار سیٹی بجاتا ہوا سمیع کو بازو پہ بٹھائے اوپر چلا گیا۔ ارسہ کالے سوٹ میں ملبوس بال کھولے آئینے کے سامنے بیٹھی اپنی بھویں نوچ رہی تھی۔ سالار اسے دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔ اس کا حسن کالے رنگ میں اور بھی نمایاں ہو رہا تھا۔ وہ اس کے عقب میں جا کر کھڑا ہو گیا اور اسے سراہنے والے انداز میں بولا۔

''مجھے شاپ پر جانے نہیں دو گی...... کیا جان لینے کا ارادہ ہے؟'' ارسہ محویت سے اپنے کام میں مگن رہی۔

''خیر ہے، آج اتنی تیاری کس لیے ہو رہی ہے؟'' وہ پلکنگ کرنے کے بعد کلائیوں میں چوڑیاں بھرنے لگی۔ پھر ایک ادا سے بولی۔

''کیا بہت خاص تیاری لگ رہی ہے میری۔''

''ہوں...... بہت خاص!'' سالار اس کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھ گیا۔ ارسہ چوڑیاں پہن کر بالوں میں بل ڈالنے لگی۔ سمیع اسے دیکھ کر اس کی طرف ہمکنے لگا۔ وہ سمیع میں جان بوجھ کر مگن ہو گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ سالار کو اپنے تیار ہونے کی وجہ بتائے کہ آج اس نے میکے جانا ہے اگر وہ بتا دیتی تو سالار کا موڈ یکدم آف ہو جانا تھا اور پھر سارے دن کی کھینچا تانی شروع ہو جاتی۔ وہ ارسہ کو دیوانگی سے تک رہا تھا کہ اچانک اسے یاد آیا۔

''اوہ...... امی نے تمہیں نیچے آنے کو کہا تھا اور میں بھی نا کتنا پاگل ہوں، باتوں میں بالکل بھول گیا۔'' ارسہ اس کی بات پر ہنس دی۔

''خیر سے آپ باتیں کس سے کر رہے تھے؟''

''تم سے اور کس سے۔'' وہ اپنی جھینپ مٹاتے ہوئے بولا۔ ارسہ اس کی بات نظر انداز کر کے اپنے ہونٹوں کی آوٹ لائن ٹھیک کرنے لگی۔

''جلدی کرو ناں امی کو غصہ آ جائے گا۔'' وہ اس کے تساہل پر جھنجلایا ارسہ نے آوٹ لائن پینسل رکھ دی پھر مسکرا لگانے لگی۔

''کیا ضرورت ہے ان سب چیزوں کی۔'' اس پر جھنجلاہٹ غالب آنے لگی تھی ارسہ نے پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا گویا وہ اس کا مفہوم جاننا چاہتی تھی۔

''دیکھو تمہیں ان چیزوں کی بالکل بھی ضرورت نہیں۔ تم ویسے بھی بہت خوب صورت ہو اور پھر کچن میں کام کرنے کے لیے صاف ستھرا چہرہ ہونا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔''

''ہوں......تو یہ بات تھی۔'' وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے اٹھ گئی۔ ''گویا مجھے ہانڈی چولھے کے لیے نیچے بلایا جا رہا ہے۔''

''ہاں، تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے۔ اب تمہیں اپنی ذمے داریاں سنبھالنی چاہئیں۔ آخر سحرش بھابی کب تک ہمارے کام کریں گی۔''

کچن میں جانے کے خیال سے ہی ارسہ کو سخت کوفت ہونے لگی تھی۔ کیا بتاتی کہ اسے تو کچن کے کاموں سے کبھی رغبت ہی نہیں رہی۔ ساری ذمے داریاں رابعہ پر ہی تھیں مگر یہ بات سالار کو بتانا تو اپنی شامت بلانے والی بات تھی۔ کیا معلوم کس بات پر سالار کا موڈ بگڑ جاتا۔ اس لیے بہتر یہ تھا کہ وہ سحرش بھابی سے بنا کر رکھے۔ ان کی خوشامد کرتی رہے تا کہ وہ علیحدہ ہونے کے بارے میں نہ سوچیں اور اس پر یہ ذمے داریاں نہ پڑیں۔ وہ سعادت مند بیوی کی طرح سالار کی بات پر نیچے آ گئی۔

کھلے پائنچے کا پاجامہ اور اوپن لانگ شرٹ میں ملبوس برائے نام دوپٹا گلے میں ڈالے وہ کچن میں داخل ہوئی تو سحرش نے توصیفی نگاہوں سے اسے دیکھا اور تعریف کیے بنا نہ رہ سکی۔

''آج تو بہت مختلف اور پیاری لگ رہی ہو۔''

''تھینک یو بھابی۔'' وہ اترا سی گئی۔

''پراٹھا بناؤں تمہارے لیے؟''

''نن......نہیں بھابی۔ میں پراٹھے وراٹھے نہیں کھاتی۔'' اس نے ناک سکیڑتے ہوئے فریج کھولا اور ڈبل روٹی دیکھنے لگی جو اسے حسب منشا مل گئی۔ انڈے بھی موجود تھے۔ اس نے دو سلائس اور ایک انڈا نکال لیا۔

''بس اتنا سا ناشتا؟'' سحرش اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ جواباً اس نے کاندھے اچکا دیے۔

''اصل میں مجھے فربہ لوگ اچھے نہیں لگتے۔ اس لیے اپنی ڈائٹ کا خیال رکھتی ہوں۔''

''گویا تم مجھے جتلا رہی ہو۔ ویسے اطلاعاً عرض ہے کہ بچوں کے بعد اسی فیصد خواتین موٹی ہو جاتی ہیں۔''

''میں بیس فیصد کا حصہ ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے حسب معمول قہقہہ لگایا۔ اس کے قہقہے کی گونج باہر لان تک گئی جو سب نے سنی۔

''اور ویسے آپ موٹی نہیں ہیں۔ کس نے کہا ہے کہ آپ موٹی ہیں اتنا تو اچھا فگر ہے آپ کا۔'' ارسہ نے سحرش کے کندھے سے لگتے ہوئے بے وجہ تعریف کی تو سحرش جھینپ گئی۔

''اب بناؤ نہیں۔''

''کیا...... ناشتا نہ بناؤں؟'' وہ جان کر انجان بنی۔ سحرش کو اس کی شرارت پر ہنسی آ گئی۔

''کل کیا ہو گیا تھا تمہیں...... کیوں سارے دن سب کو پریشان رکھا؟'' سحرش نے آہستگی سے پوچھا۔

''چھوڑیں بھابی کل کی بات کو...... آپ کے دیور غصے میں جب آتے ہیں تو انہیں نہ دکھائی دیتا ہے نہ بھائی دیتا ہے۔'' وہ شکوہ کناں انداز میں بولی تو سحرش اسے سرتاپاؤں ذو معنی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''تو گویا یہ خصوصی تیاری اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کی ہے تم نے...... ویسے کالا رنگ تو سالار کا فیورٹ ہے۔''

''اچھا!'' وہ اچنبھے سے کہتے ہوئے ناشتا کرنے کے لیے بیٹھ گئی۔ سحرش نے اسے اس سے زیادہ اچنبھے سے دیکھا۔

''کیوں، کیا سالار نے تمہاری تعریف نہیں کی؟'' ارسہ عجیب سے انداز میں ہنس دی۔ سحرش کو اس کے انداز سے الجھن ہوئی۔

''اتنا تو چنچل مزاج ہے سالار کا...... ہاں ذرا غصے میں یکدم آ جاتا ہے۔''

''یہ بھی بھلا کوئی مزاج ہوا۔'' ارسہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی اور ناشتا کرنے لگی۔ سحرش نے مزید کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا اور برتن دھونے میں مصروف ہو گئی۔ ارسہ بھی خاموشی سے ناشتا کرنے لگی۔ سحرش ناشتے کے برتن دھو کر فارغ ہوئی تو فریج سے گوشت نکالنے لگی۔ وہ بھی ناشتا کر چکی تھی۔ سنک میں برتن رکھنے کے لیے اٹھی تو سحرش کو مگن پا کر یکدم اس کے قدم رک گئے۔

''ایک بات پوچھوں بھابی آپ سے؟''

''ہاں، پوچھو۔'' سحرش گوشت کے تھیلے برف سے نکالنے میں مگن تھی۔

''آپ اپنی زندگی سے مطمئن ہیں؟'' ارسہ کا انداز کھویا کھویا تھا۔

''کیا مطلب؟'' سحرش نے استہزائیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''میں اپنی زندگی سے مطمئن کیوں نہیں ہوں گی بھلا؟'' سحرش اس کا مطلب بالکل نہیں سمجھی تھی۔

''میرا مطلب ہے زندگی کے معمولات سے...... آئی مین صبح اٹھنا، بچوں اور گھر کی ذمے داریاں اور رات گئے تک اسی میں جتے رہنا۔ نہ کہیں آنا نہ جانا۔ نہ گھومنا پھرنا۔ آپ بور نہیں ہو جاتیں روز ایک ہی معمول سے؟'' سحرش اس کی بات پر ہنس دی۔

''بھلا کوئی عورت اپنی گرہستی اور بچوں میں بھی بور ہو سکتی ہے۔''

''ہاں، کیوں نہیں ہو سکتی۔'' ارسہ یکدم جھنجلا گئی۔ ''ایک ہی دائرے میں گھومتے گھومتے انسان تھک جاتا ہے۔ اسے چینج کی ضرورت ہوتی ہے...... ہوتی ہے کہ نہیں؟'' سحرش حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ارسہ نے اپنائیت سے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔

''ایک بات پوچھوں آپ سے، آپ کا یہاں دم نہیں گھٹتا۔ ایسا نہیں لگتا آپ کو کہ یہاں کے لوگ بہت سخت مزاج ہیں۔ صرف وہ اپنے نظریات اور اپنے اصولوں کو ترجیح دیتے ہیں اور معاشرے کے تمام رسوم و رواج کو غلط سمجھتے ہیں۔'' سحرش اس کے خیالات جان کر حیران ہی رہ گئی۔

''یہ احتجاج تمہارا برقع کے اوپر ہے جو اماں جی اور امی کے کہنے پر سالار نے تمہیں لا کر دیا تھا یا...... یا اماں جی کی اس تنقید پر جو ہر وقت وہ

تم پر کرتی رہتی ہیں یا سالار ہی تمہیں کنزرویٹو مرد لگتا ہے؟''

''یہاں سالار ہی کیا سبھی کنزرویٹو ہیں۔'' ارسہ جلد بازی میں دل کی بات کہہ تو گئی پھر یکدم پچھتائی۔''میں آپ پر بہت بھروسا کرتی ہوں بالکل بڑی بہنوں کی طرح سمجھتی ہوں آپ کو۔'' اس کے چہرے پر پریشانی عیاں تھی۔ سحرش نے نرم مسکراہٹ سے اسے یقین دہانی کرائی کہ وہ اس کے خیالات کسی تک نہیں پہنچائے گی یکدم باہر شور ہونے لگا۔ مریم اور ارم بچوں سمیت آ گئی تھیں۔ عشرت بیگم سالار کو آوازیں دے رہی تھیں کہ جا کر نایاب کو بھی لے آئے پھر دکان پر جائے۔ بچوں کی وجہ سے گھر میں خوب بھاگ دوڑ اور چہل پہل ہو گئی تھی۔

''مریم اور ارم آ گئی ہیں۔ میں ذرا ان سے مل لوں۔''

''میں بھی آپ کے ساتھ چل رہی ہوں۔'' دونوں آگے پیچھے کچن سے باہر آ گئیں۔ آپس میں سلام دعا کا تبادلہ ہونے لگا۔

''واہ بھئی واہ! آج تو تم بہت زبردست لگ رہی ہو۔'' مریم، ارسہ کی تعریف کیے بنا نہ رہ سکی۔ اماں جی نے تنقیدی نگاہ ارسہ پر ڈالی۔ بچے بڑی مامی سے ملنے کے بعد چھوٹی سے والہانہ ہو کر ملے۔ مریم کا بڑا بیٹا پندرھویں سال میں تھا۔ ارسہ کی عادت تھی سب بچوں کو گلے لگا کر پیار کرتی تھی۔ عمیر بھی ارسہ کے گلے لگ کر پیار وصولتا تھا یہ بات سوائے اماں جی کے کسی کو نہیں کھٹکتی تھی۔ اب بھی ان سے رہا نہ گیا مریم پر چلا کر بولیں۔

''کچھ شعور دو اپنی اولاد کو۔ یہ کون سا طریقہ ہے سلام کرنے کا پہلے تو یہ صرف ہاتھ ہی ملاتا تھا اور اب گلے بھی لگ جاتا ہے۔''

''خیر ہے اماں جی، مامی ہے ارسہ اس کی اور مامی اور ماسی تو ماں کے برابر ہوتی ہیں۔'' مریم بے پروائی سے کہتے ہوئے چوکڑی مار کر ماں کے تخت پر بیٹھ گئی۔ اماں جی، مریم کے ساتھ عشرت بیگم کو بھی کھری کھری سنانا چاہتی تھیں کہ محراب علی آ گئے۔ مریم اور ارم نے باری باری بھائی کو سلام کیا۔

''بھئی بڑی رونق لگی ہوئی ہے۔ نایاب کو نہیں بلایا آج؟'' محراب علی کو سب سے چھوٹی بہن کی کمی شدت سے محسوس ہوئی تو کہے بنا نہ رہ سکے۔

''کہا تو ہے نواب صاحب سے فرصت مل جائے تو۔'' عشرت بیگم نے کہا سحرش جیٹھ کو دیکھ کر کچن میں چلی گئی جبکہ ارسہ وہیں بچوں کے ہمراہ برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی رہی۔ محراب علی نے ارسہ کی طرف دیکھا اور شفقت سے بولے۔

''تم ٹھیک ہو ارسہ؟''

''جی بھائی جان۔'' وہ جلدی سے بولی پھر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔''بھائی جان بیٹھیں، میں آپ کے لیے ناشتا لے کر آتی ہوں۔''

''نہیں، نہیں...... میں ناشتا کر کے آیا ہوں۔ تم سالار سے کہو دکان کی چابیاں دے دے۔ رات وہ دیر سے آیا تھا تو چابیاں اسی کے پاس ہوں گی۔''

''اچھا بھائی جان۔'' ارسہ سعادت مندی سے چابیاں لینے چلی گئی۔ سحرش نندوں کے لیے ناشتا بنا چکی تھی۔ محراب بھائی کے جانے کا انتظار کر رہی تھی کہ وہ نکلیں تو وہ باہر جائے۔ ان کے خاندان کا رواج یہی تھا کہ بہویں دیور، جیٹھوں سے پردہ کرتی تھیں لیکن سالار نے دونوں ہی بھابیوں کو پردہ کرنے نہیں دیا تھا۔ اس طرح سحرش، محراب علی سے صرف اس حد تک پردہ کر سکی تھی کہ ان کی موجودگی میں سامنے نہیں آتی تھی۔

الباب بذات خود سنجیدہ مزاج تھا۔ سالار کی طرح چلبلا نہیں تھا۔ خواتین سے لیے دیے انداز میں ہی رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نازیہ کو الباب

سے پردہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی پھر اس کی مصروفیات بھی ایسی تھیں کہ کاروباری وجوہات کی بنا پر بیشتر اسے شہر سے باہر ہی رہنا پڑتا تھا۔ گھر میں ہوتا تو اپنے کمرے میں رہنے کو زیادہ ترجیح دیتا تھا۔ شادی کے کچھ ہی عرصے بعد نازیہ علیحدہ ہوگئی تھی۔ اسی لیے گھر میں ماحول کی تبدیلی کا احساس نہ ہوا لیکن جب سے ارسہ بیاہ کر آئی تھی گھر کی آب و ہوا ہی تبدیل ہوگئی تھی۔

محراب علی کبھی سحرش سے نہیں بولے تھے لیکن ارسہ سے بول لیتے تھے۔ پہلے اماں جی نے اسی بات پر اعتراض کیا تو محراب علی نے ان کے اعتراض کو رد کردیا۔

''ارسہ اگر خود پردہ کرنا نہیں چاہتی تو میں یا آپ کیسے زبردستی کرسکتے ہیں حالانکہ سحرش میری ماموں زاد بہن ہے پھر بھابی بن کر اس گھر میں آئی لیکن وہ شروع سے ہی حجاب قائم کیے ہوئے ہے کبھی آمنا سامنا بھی ہوجاتا ہے تو بات چیت نہیں ہوتی...... جبکہ ارسہ خود ہی بولنے کی کوشش کرتی ہے تو جواب دینا ہی پڑتا ہے۔''

''مگر ہمیں یہ سب اچھا نہیں لگتا۔ جب مرضی منہ اٹھا کر سینے پر چڑھی آتی ہے۔'' اماں جی کے چہرے پر ناگواری تھی۔

''اماں جی، اب یہ آپ لوگوں کا زمانہ تو ہے نہیں کہ دلہنیں گز بھر گھونگٹ نکال کر مہمانداری بھی کررہی ہیں اور پردہ داری بھی۔ اب زمانہ کافی بدل گیا ہے اور پھر سچ پوچھیں ناں امی ارسہ کے اخلاق سے اپنائیت کا احساس ہوتا ہے۔ اب وقت کی ڈیمانڈ کچھ اور ہے، اچھا لگتا ہے وہ سب سے بولتی ہے۔'' مریم نے ماں کی طرف منہ کرکے کہا تو اماں جی کے تلووں سے لگی اور سر پر بجھی۔

''اے بی تم ذرا طرف داری کم ہی کیا کرو۔ ان چترائیوں سے اخلاق نہیں دکھتا۔ اس کے جو لچھن ہیں ناں وہ ہمیں گھر میں رہنے والیوں کو صاف نظر آرہے ہیں۔ کام کو تو وہ ہاتھ تک نہیں لگاتی اور آنے جانے والوں کے سامنے ایسے پھرجاتی ہے جیسے وہی گھر کی مالکن ہو۔'' دوسرے ہی پل ارسہ ناشتے کی ٹرالی گھسیٹتی ہوئی لارہی تھی۔ پہلے اس نے چابیاں محراب کو دیں پھر نندوں اور ان کے بچوں کے سامنے ناشتا رکھنے لگی۔ ارم اور مریم اپنی اس آؤ بھگت پر پھولی نہ سمائیں۔ ارسہ بھی انہی کے پاس بیٹھ گئی۔

''اچھا امی، میں بھی جارہا ہوں نایاب کو چھوڑ کر باہر سے ہی نکل جاؤں گا۔'' سالار بہنوں اور بھانجا بھانجی سے مل کر باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ارسہ کو گہرا سکون ملا۔ اب وہ مس کال دے گی اور معیز آکر اسے لے جائے گا۔

''پراٹھے بڑے خستہ بنائے ہیں تم نے!''

''ارے...... نہیں آپی، میں نے کہاں یہ تو بھابی نے بنائے ہیں۔ سچ پوچھیں ناں بھابی کے ہاتھ میں لذت بہت ہے۔ میں تو ان کی موجودگی میں پکانے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ بہت ایکسپرٹ ہیں بھابی۔ ارسہ کی تعریف پر مریم کے دل میں جلن ہوئی۔ اماں جی اور امی بھی سحرش کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتی تھیں جبکہ مریم خود کو سب سے زیادہ ایکسپرٹ سمجھتی تھی لیکن سحرش کی صلاحیتوں کے سامنے اس کی کارکردگی ماند پڑجاتی تھی اس لیے مریم دل ہی دل میں سحرش سے رقابت کا جذبہ رکھتی تھی مگر یہ جلن سوائے ارم کے کسی پر عیاں نہیں تھی۔ اب بھی جب ارسہ سحرش کی تعریفوں میں رطب اللسان تھی تو ارم ذومعنی انداز میں بڑی بہن کو دیکھ رہی تھی۔ عشرت بالآخر بول ہی پڑیں۔

''اب تمہیں گھر اور کچن کی ذمے داریوں کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ آخر سحرش کب تک ذمے داریاں اٹھائے گی۔'' ان کے چہرے پر ناراضی تھی جس کا ارسہ پر خاطر خواہ کچھ اثر نہ ہوا اور اطمینان سے بولی۔

''بات یہ ہے امی میں نے کام کرنے سے کبھی انکار نہیں کیا لیکن میرے ہاتھ میں سحرش بھابی جیسا ذائقہ نہیں ہے۔''

''تو سیکھ لو اس سے۔'' اماں جی جھٹ بولیں۔

''سیکھ لے گی اور کیا سحرش ہی رہ گئی ہے سکھانے کے لیے...... میں سکھا دوں گی۔'' مریم نے ناگواری سے بات نمٹانا چاہی۔

''تو ٹھیک ہے، آج اپنے ساتھ کچن میں رکھ کر کھانا بنوانا۔'' امی نے اتنی ہی ناگواری سے مریم سے کہا۔ ارسہ برتن سمیٹ کر کچن میں رکھنے چلی گئی۔

''چھوڑیں بھی امی...... آج نہ کرائیں ارسہ سے کام، آج میں اور مریم آپی کرلیں گے دیکھیں ناں کتنی پیاری تیار ہوئی ہے۔ کچن میں جا کر ماند پڑ جائے گی۔''

''اللہ...... انوکھی دلہن آئی ہے تمہارے گھر میں...... کچھ تو سالار میاں نے سر پر چڑھا رکھا ہے کچھ تم دونوں بہنیں اسے آسمان پر بٹھا لو پھر تو بی بی ہمارے جوتیاں ہی پڑیں گی۔''

''آپ ہر وقت اتنا نیگیٹو کیوں سوچتی ہیں اماں جی۔ آج نہیں تو کل ارسہ نے ہی کرنا ہے ناں...... تو کیا فرق پڑ جائے گا اگر ہمارے سر پر وہ کچھ دن عیش کرلے گی۔ کیوں سحرش بھابی؟'' ارم نے سحرش کو آتا دیکھ کر فوراً اسے گفتگو میں شامل کرنا چاہا...... وہ سمیع کو لے جانے کے لیے آئی تھی کچھ نہیں بولی ہلکا سا مسکرا کر آگے بڑھ گئی۔ سحرش پر گھر کی ذمے داریاں تو بہت تھیں لیکن ساتھ اپنے بچوں کی بھی ذمے داریاں تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ نندوں اور ان کے بچوں کو خصوصی وقت نہیں دے پاتی تھی۔ نہ ہی ارسہ کی طرح آگے پیچھے پھرنے کا اس کے پاس وقت تھا۔ عشرت بیگم خود بھی یہی چاہتی تھیں کہ بیٹیوں کے آنے پر سحرش کو تھوڑا ریسٹ مل جائے۔ بیشتر سحرش بھی میکے چلی جاتی تھی اور ارم، مریم اور نایاب کو سب کچھ خود کرنا پڑتا تھا۔ جس پر انہیں خود بھی کوئی اعتراض نہیں تھا لیکن ارسہ کی آؤ بھگت نے کچھ عرصے سے ان پر ایک احساس اجاگر کیا تھا کہ بیٹیاں میکے میں آتی ہیں تو ان کی آؤ بھگت کے لیے کسی نہ کسی کو ہونا چاہیے۔ وہ بچوں میں بھی ہردلعزیز اور مقبول ہو رہی تھی۔ جب سے ارسہ آئی تھی بڑی ممانیاں تو انہیں بوڑھی لگنے لگی تھیں۔ ارسہ بچوں کے ساتھ بیٹ بال کھیلتی۔ فٹ بال کھیلتی، بچوں کو جھولے جھلاتی، ارم اور مریم کو ماں سے باتیں کرنے کے خاصے مواقع مل جاتے۔ شام تک وہ تساہل سے بستروں میں پڑی رہتیں کیونکہ ارسہ سب بچوں کو سنبھال لیتی تھی۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ارسہ کو دونوں بڑی بھاوجوں سے ممتاز کر رہی تھیں لیکن صرف نندوں کی نظر میں...... اماں جی کے تو اعتراض ہی ختم نہیں ہوتے تھے اور عشرت بیگم بھی غیر مطمئن نظر آتی تھیں۔

''بھلا بتاؤ...... یوں سرخی پاؤڈر لتھاڑ کر سولہ سنگھار کر کے بھی گھر میں رہا جاتا ہے۔ ہم تو ذرا سا دنداسہ لگا لیتے تھے تو باپ بھائیوں سے بھی غیرت آتی تھی اور لڑکی کو جیٹھوں سے بھی حیا نہیں آتی۔ نام کی دوپٹیا لٹکائے پھرتی ہے اور کپڑے دیکھو کیسے پہن رکھے ہیں۔'' اماں جی ارسہ کو دیکھ کر واضح بڑبڑائی تھیں۔ مریم نے ماں کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''اماں جی...... کی دن رات کی تنقید اس گھر میں کوئی نہ کوئی چاند چڑھائے گی۔''

''اگر تم ارسہ کے حالات سنو تاں تو تمہیں پتا چلے کہ اماں جی یونہی نہیں جلتی کلستیں۔'' پھر عشرت بیگم نے بیٹیوں کو گزری شادی کا واقعہ سنایا۔ مریم اور ارم کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھیں اگر اماں جی اور امی بے جا روک ٹوک نہ کریں تو سالار اور ارسہ کی زندگی خوشگوار گزر سکتی ہے۔ مریم کی حتی الامکان کوشش یہی ہوتی تھی کہ ماں کو سمجھائے کہ وہ خود کو چینج کریں پھر وہ دونوں کچن میں مصروف ہوگئیں۔

ارسہ نے گھر میں مس بیل دے دی تھی اور منتظر تھی کہ کوئی نہ کوئی اسے لینے آجائے گا۔ آج فرحان جا رہا تھا اور وہ فرحان سے ملنا چاہتی تھی ...... عجیب سی تڑپ تھی اس کے دل میں۔ فرحان نے میسج ہی ایسا بھیجا تھا وہ بہت رومینٹک اور منفرد باتیں کرتا تھا۔ ایسی باتیں سالار نے اس سے کبھی کی ہی نہیں تھیں۔ ذرا سی دیر کے بعد ہی سالار کو گھر اور گھر والوں کے خیالات اس تک پہنچانے کی فکر ہو جاتی تھی۔ فرحان نے بڑا ہی پیارا میسج بھیجا تھا۔ وہ اب بھی میسج پڑھ کر مسکرا رہی تھی تبھی مریم نے اس سے کہا۔

''شادی میں تم نے بہت خوب صورت میک اپ کیا تھا میں سوچ رہی تھی اپنے دیور کی شادی میں تم سے تیار ہو جاؤں۔''

''ہاں...... ہاں کیوں نہیں آپی!'' وہ چونک کر بولی۔ ''لیکن آپ کی اسکن بہت رف ہو رہی ہے۔ آپ پہلے فیشل وغیرہ کرا لیجیے گا پھر میک اپ بہت اچھا لگے گا۔''

''اگر تمہارے پاس سامان ہے تو میں آج ہی کرا لیتی ہوں۔'' مریم فوراً ہی پھیل گئی۔

''ٹھیک ہے۔ آپ کوکنگ سے فارغ ہو جائیں، میں آپ کا کام کر دوں گی۔'' اس لمحے ارسہ کا فون بجا۔ اس نے فون اٹینڈ کیا۔ معیز بیزاری سے کہہ رہا تھا۔

''میں گھر کے باہر کھڑا ہوں جلدی سے آجاؤ۔ مجھے کام سے جانا ہے۔'' ابھی وہ کچن سے باہر ہی نکلی تھی کہ کام والی ماسی نے بتایا کہ چھوٹی دلہن کو اس کا بھائی لینے آیا ہے۔ اماں جی تو قریب تھی نہیں عشرت بیگم کا ماتھا ٹھنک گیا۔

''خان سے کہو اندر ڈرائنگ روم میں بٹھائے اسے۔''

''جی وہ کہہ رہے ہیں انہیں جلدی ہے۔ کہیں کام سے جانا ہے ارسہ بی بی کو بھیج دیں۔'' انہوں نے ارسہ کی طرف دیکھا جو جانے کے لیے منتظر کھڑی تھی۔

''کیا تم نے سالار سے پوچھ لیا تھا جانے کے متعلق؟''

''مجھے پتا ہی نہیں تھا کہ مجھے گھر سے بھائی لینے آ رہا ہے۔'' ارسہ نے فوراً جھوٹ بولا۔

''ابھی کل ہی تو تمہارے مابین میکے میں رکنے پر ٹھیک ٹھاک جھگڑا ہوا ہے۔ پھر بھی تمہیں عقل نہیں آئی کہ فی الحال اس موضوع کو بند کر دو...... اگر تمہیں جانا ہی ہے تو سالار سے فون پہ اجازت لے کر جانا۔ کمال ہے ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہیں پتا ہی نہیں ہو کہ تمہیں کوئی میکے سے لینے آ رہا ہے۔ پل پل کی خبریں تو تم یہاں سے پہنچاتی رہتی ہو۔'' وہ خفگی سے کہہ رہی تھیں۔

''اگر ان سے اجازت مانگی تو وہ اجازت نہیں دیں گے۔'' ارسہ معصوم شکل بنا کر بولی۔

''تو ٹھیک ہے مت جاؤ۔ ایسا کون سا ضروری کام ہے جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تب چلی جانا...... بلکہ وہ خود لے جائے گا تمہیں۔ ہماری طرف سے تو کوئی روک نہیں۔''

''تو بھائی دروازے پر آیا ہے تو خالی ہاتھ چلا جائے۔'' اماں جی یکدم درمیان میں بولیں۔''یہ ہمارے گھر کے رواج کے مطابق نہیں کہ میکے والوں کی دروازے پر بے عزتی کریں۔ اول تو اسے خود سوچنا چاہیے تھا کہ اس کے گھریلو معاملات کیسے چل رہے ہیں جب اس نے نہیں سوچا تو چلے جانے دو اسے۔'' اماں جی ناگواری سے کہہ رہی تھیں۔ ارسہ کو تو بس یہی چاہیے تھا اماں جی کے کہنے پر اس نے فوراً برقع لیا اور گھر سے باہر نکل گئی اس نے بائیک پر بیٹھتے ہی فوراً بھائی سے کہا۔

''تم اندر کیوں نہیں آئے۔ پتا ہے وہ لوگ ان باتوں کو کتنا محسوس کرتے ہیں۔''

''کرتے رہیں، میرے پاس فالتو وقت نہیں تمہارے خشک ماحول میں بیٹھنے کے لیے۔ فار گاڈ سیک...... تمہارا دم نہیں گھٹتا اس گھر میں۔'' ارسہ کچھ نہیں بولی۔

''ویسے امی نے جو پیسے دیے تھے ناں تمہارے گھر فروٹ لے جانے کے لیے میں نے ان پیسوں کا فیول ڈلوا لیا بائیک میں۔ ویسے آج رومانہ کو بھی لینے جانا ہے۔ ہوسکتا ہے پھر ہمارا کہیں گھومنے پھرنے کا پروگرام بن جائے۔'' وہ قہقہہ لگا کر بتا رہا تھا۔

''بڑے ہی گھٹیا انسان ہو تم۔'' ارسہ خفگی سے بولی۔

اس کے گھر سے نکلتے ہی سالار کا فون گھر کے پی ٹی سی ایل نمبر پر آیا۔ وہ اماں جی کو بتا رہا تھا کہ نایاب نے آنے سے خود ہی منع کر دیا ہے۔

''مگر کیوں؟'' عشرت بیگم کو دھچکا لگا۔

''شاید اس کی ساس کی طبیعت صحیح نہیں تھی اس لیے۔ وہ کہہ رہی تھی دو ایک روز میں وہ خود چکر لگا لے گی۔ بہرحال میں دکان پر آگیا ہوں۔ بس آپ کو اطلاع پہنچانی تھی۔''

''ضرور عثمان نے روکا ہوگا اسے...... اسے آئے دن یہی اعتراض ہے کہ وہ میکے کیوں جاتی ہے۔'' وہ خفگی سے بولیں۔ پھر انہیں بیٹے پر بری طرح غصہ آگیا۔

''ایک تم ہو جس سے بیوی کے پٹاڑا لانہیں جاتا۔ اب بھی وہ اپنے بھائی کے ساتھ میکے گئی ہے۔'' سالار کو جھٹکا لگا۔ اگر اسے جانا تھا تو وہ اسے ضرور بتاتی۔

''خیریت تھی۔ اچانک...... کوئی ایمرجنسی تو نہیں ہوگئی......؟'' اکثر نعیمہ بیگم کی طبیعت خراب رہتی تھی۔ سالار بے ساختہ پوچھ بیٹھا۔

''پتا نہیں...... تم خود ہی پوچھنا اس سے۔'' عشرت بیگم نے چڑچڑے انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا۔

☆☆☆

ارسہ گھر پہنچی تو اسے معلوم ہوا فرحان کل رات ہی فیصل آباد چلا گیا تھا۔ اسے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا پھر اس نے جھوٹ کیوں کہا کہ وہ اس سے مل کر ہی فیصل آباد جائے گا۔ وہ سخت کوفت کا شکار ہو رہی تھی تبھی اس کی توجہ گھریلو صورتِ حال پر پڑی۔ بھائی جان اور ماں باہم الجھ رہے تھے۔

''کہاں سے لا کر دوں میں ایک دم اتنی بڑی رقم...... ساجدہ سے کہیں کہ وہ اس خبیث انسان کا فون ہی اٹینڈ نہیں کرے۔''

''تو کیا میں ساری عمر یہاں بیٹھی رہوں گی؟'' ساجدہ یکدم بولی۔

''ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے باسط، جتنی مدت کے لیے آپ لوگوں نے رقم مانگی تھی وقت اس سے بھی زیادہ ہو گیا ہے مگر آپ لوگوں کو تو جیسے احساس ہی نہیں ہے۔''

''احساس سے کیا مراد ہے تمہاری، کیا ہم دینا نہیں چاہتے یا میں نے ذاتی مصرف میں اڑا دیے پیسے۔ کان کھول کر سن لو ساجدہ اگر تم نے باسط سے رقم دلوائی تھی تو ذاتی مجھ پر احسان نہیں کیا تھا۔ اپنی ماں پر احسان کیا تھا۔ فقط میں ہی بڑا نہیں ہوں، تم بھی بڑی بہن ہو اگر ماں کے کام آگئی تھیں تو الٹا ہم پر احسان کیوں جتا رہی ہو۔''

''بھائی جان...... احسان مجھے نہیں، آپ کو جتانے کی عادت ہے۔ میں تو صرف یاد دلا رہی ہوں اور پھر میں احسان کروں گی تو اپنے شوہر کی احسان مند ہو کر کروں گی۔ آپ کی طرح امی نے ہمیں تو کچھ نہیں سونپ رکھا۔ سب کچھ دبا لینے کے باوجود بھی آپ امی پہ احسانات کر رہے ہیں۔''

''سن رہی ہیں امی اس کی بکواس!'' دلاور اشتعال میں آگیا۔

''خدا کے واسطے میرا سر پھٹ جائے گا۔ ساجدہ چپ ہو جاؤ۔'' نعیمہ بیگم نے سر تھام لیا اور چلائیں...... دلاور اور ساجدہ چپ ہو گئے دوسرے ہی لمحے نعیمہ بیگم چکرا کر گر پڑیں۔ ارسہ جو دیر سے خاموش تماشائی بنی تھی تیزی سے ماں کی طرف دوڑی۔

☆☆☆

''ہمارے گھر سے خوشیاں اور سکون جیسے ختم ہی ہو گیا ہے۔'' اس نے رنجیدگی سے سالار کی طرف دیکھ کر کہا اور سر جھکا لیا۔

''اتنی سنگین حالت تھی آنٹی کی کہ وہ ہسپتال پہنچی ہوئی ہیں اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں!''

''کیا بتاتی......ڈر لگتا ہے آپ سے بھی۔ صبح میں اس لیے بنا بتائے ہی چلی آئی تھی کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں!''

''ارسہ......کیسی باتیں کر رہی ہو تم۔ تمہاری امی......میری بھی کچھ لگتی ہیں۔'' ارسہ نے چونک کر سالار کی طرف دیکھا۔ اسے یقین ہی نہیں آیا کہ سالار اس کی ماں کے دکھ پر اس طرح تڑپ کر ہسپتال دوڑا چلا آئے گا۔ نہ صرف ان کی عیادت کرے گا بلکہ دو ایک روز کے لیے اسے اس کی ماں کے پاس بھی چھوڑ کر چلا جائے گا۔ جاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''آنٹی کا خیال رکھنا، ہیپاٹائٹس معمولی مرض نہیں ہے۔ بہت کیئر کی ضرورت ہے انہیں۔ رات کو میں امی کو بھی لے کر آؤں گا۔ اماں جی بھی تمہاری امی کی طبیعت پوچھ رہی تھیں۔ ویسے آنٹی کو کب سے ہے......ہیپاٹائٹس!'' اسے اچانک ہی پتا چلا تھا اس لیے پوچھ بیٹھا۔ ارسہ چونک گئی وہ نہیں چاہتی تھی کہ ماں کے مرض کے متعلق اس کے شوہر کے گھر والوں کو پتا چلے مگر اب چونکہ پتا چل ہی گیا تھا تو چھپایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

''زیادہ عرصہ نہیں ہوا جیسے ہی تشخیص ہوئی دلاور بھائی نے امی کے علاج میں غفلت نہیں برتی۔''

''بہت اچھی بات ہے یہ تو اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اچھا میں اب چلتا ہوں تم اپنا بھی خیال رکھنا۔'' وہ اسے متفکر اور پژمردہ پا کر دلاسا دیتے ہوئے چلا گیا۔

نعیمہ بیگم کی تو بیشتر ایسی طبیعت ہو ہی جاتی تھی۔ انہیں بلڈ لگتا تھا اور ہفتے دس دن میں وہ گھر آ جاتی تھیں لیکن سالار نے اس کی فیملی کے دکھ کو گہرائی سے محسوس کیا ہے۔

''کیا سالار اس مشکل وقت میں ان لوگوں کی مدد کر سکتا ہے۔'' اسے یہ خوش فہمی چین ہی نہیں لینے دے رہی تھی۔

تیسرے دن ہی وہ گھر آ گئی......سب نے اس کی ماں کے متعلق حال احوال لیا۔ وہ پریشان اور کھوئی کھوئی سی تھی۔ سالار اس سے ہمدردی کر رہا تھا اور وہ دل ہی دل میں سات لاکھ روپے مانگنے کا مضمون بنا رہی تھی۔ لوہا گرم تھا۔ چوٹ ابھی لگ سکتی تھی اس نے دل کڑا کر کے مطالبہ کر دیا۔ سالار نے اس کی بات سنی اور خاموش ہو گیا۔ یہ بات تو وہ باسط کے ذریعے پہلے ہی جان چکا تھا مگر اس نے ارسہ پہ ظاہر نہ کی۔

''میں صرف کچھ عرصے کے لیے ادھار لے رہی ہوں......دلاور بھائی جلد ہی آپ کو یہ رقم لوٹا دیں گے۔ حالات بڑے سنگین ہو رہے ہیں۔ امی کی طبیعت صحیح نہیں رہتی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساجدہ باجی کا گھر اجڑ جائے۔ اگر آپ مجھ پر یہ احسان کر دیں گے تو میں ساری عمر آپ کی احسان مند رہوں گی۔'' سالار نے بغور اسے دیکھا گویا اس میں اتنی میچورٹی اتنی حساسیت تھی کہ وہ دوسروں کے غم کو اپنے اوپر طاری کر رہی تھی اور اس مصیبت سے دوسروں کو نجات دلانے کے لیے خود اس کی مقروض ہو رہی تھی۔ پھر وہ بتانے لگی۔

''امی کی بیماری پہ دلاور بھائی بہت پیسہ لگا رہے ہیں جس کی وجہ سے اُن کا ہاتھ تنگ ہو جاتا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ ملکی حالات کیسے چل رہے ہیں۔ پراپرٹی کی خرید و فروخت کا کام خاصا رسکی ہو گیا ہے۔ لگے تو چیک لگ جائے ورنہ اکثر پیسہ بونڈ ہو جاتا ہے۔ محراب بھائی نے کچھ عرصے

کام کیا ہے۔ دلاور بھائی کے ساتھ وہ اچھی طرح جانتے ہیں ان کی صورت حال کو...... ہاتھ کے کھرے سچے ہیں دلاور بھائی، پیسہ ماریں گے نہیں۔''

وہ لفظوں سے، معصومیت سے سالار کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

سالار نے اگلی صبح دکان پر بڑے بھائی سے بات کی تو محراب سوچ میں پڑ گئے۔ جبکہ الباب نے صاف انکار کر دیا۔

''اسے صاف انکار کر دو، سات لاکھ روپے معمولی رقم نہیں ہے۔ کہاں سے لوٹائیں گے وہ لوگ اور پھر'' یہ کہتے ہوئے الباب نے زبان روک لی۔

''کیا بات ہے بھائی جان بتائیں مجھے۔'' سالار نے الجھ کر بھائی کی طرف دیکھا۔ محراب نے الباب کو اشارتاً روکا تھا۔

''کچھ نہیں...... تم اس سے کہو فی الحال سیزن کا وقت ہے۔ ہم اتنی بڑی رقم نہیں دے سکتے۔''

سالار نے فی الوقت مایوس سی شکل بنالی۔ اسکے دل میں بھائیوں کی طرف سے خلش پیدا ہوئی تھی اگر وہ سارے کاروبار کا مالک ہوتا تو آج اسے یوں ہاتھ نہ پھیلانا پڑتے۔ اسے اپنی کمتری اور کم مائیگی کا خوب اچھی طرح سے احساس ہو گیا تھا۔ دو ایک روز وہ چپ چپ سا رہا۔ دوبارہ اس نے بات بھی نہیں کی۔ محراب اس کی خاموشی کو محسوس کر رہے تھے۔ اس سے قبل اس کی خاموشی کسی بغاوت یا بدگمانی کا پیش خیمہ بنتی محراب علی اسے بتانے لگے۔

''دیکھو سالار، میں نے کچھ عرصے دلاور علی کے ساتھ خطیر رقم انویسٹ کر کے پراپرٹی کی خرید و فروخت کا کام کیا ہے اور نفع بھی کمایا ہے لیکن یہ کام انہی لوگوں کو راس آتا ہے جو پیسہ بونڈ کر سکتے ہوں۔ ہمارے جیسے کاروباری لوگ بہت سارا پیسہ چند مہینوں یا سالوں کے لیے بونڈ نہیں کر سکتے۔ ہمارا کپڑے کا کام سب سے زیادہ شاندار ہے۔ میں نے دیکھا ہے دلاور علی کے ساتھ کام کر کے اسکا ذاتی پیسہ تو کم ہی ہوتا تھا بیشتر وہ پاٹنرز ہی رکھتا تھا۔ کبھی وہ کسی پاٹنر کا پیسہ دبا لیتا تھا کبھی کسی کا۔ میں اس صورتحال کو سمجھتے ہوئے خود ہی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ ہمارے لیے سات لاکھ روپے کی رقم کوئی بہت بڑی رقم نہیں ہے۔ میں ابھی تمہیں دے سکتا ہوں لیکن...... میں یہ بھی جانتا ہوں دلاور علی یہ رقم بہت جلد نہیں لوٹا سکے گا۔''

''آپ ضمانت کے طور پر ارسہ کا زیور رکھ لیں۔'' وہ بے ساختہ کہہ گیا۔ محرب علی دنگ ہی تو رہ گئے۔ وہ بیوی کی محبت میں اتنا اندھا ہو رہا تھا کہ اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

''یہ بات تم سے ارسہ نے کہی ہے!''

''نہیں...... یہ میں خود کہہ رہا ہوں۔'' وہ نظریں چرا کر بولا۔ ''میں ارسہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا بھائی جان۔ آخر میری بھی کوئی حیثیت ہے گھر میں، اس کاروبار میں۔ آپ سمجھ رہے ہیں ناں وہ دوسرے خاندان سے آئی ہوئی ہے سحرش اور ناز یہ بھابی کی طرح سب کچھ جانتی نہیں ہے۔ ادھار دے رہے ہیں ہم۔ اس سے ہماری حیثیت کا رعب ہی پڑے گا اور پھر میرا اور ارسہ کا رشتہ ایسا نہیں ہے کہ وہ مجھے دھوکا دے سکے۔ وہ خود وصول کر کے دے گی اپنے بھائی سے۔''

''بہت بچپنا ہے تمہارے اندر'' الباب سے بالآخر رہا نہ گیا۔ ''بالفرض وہ ہمیں لوٹانے میں کامیاب نہ ہوئے تو کیا تم میاں بیوی کے

درمیان یہ بات وجہ تنازعہ نہیں بنے گی جس طرح ساجدہ اور باسط کے درمیان بن رہی ہے۔''

''میں نے کہانا...... میں اپنی فرم کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔خود خسارہ ادا کروں گا۔''

''ایک ہی بھوت سوار ہے اس کے سر پر...... دے دیجئے اسے پیسے لیکن اس بات کا دھیان رکھیے گا یہ بات گھر میں نہ کھلے خاص طور پر اماں جی کے سامنے نہیں تو وہ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا جینا بھی حرام کر دیں گی۔''

☆☆☆

ارسہ سات لاکھ روپے لے کر جب گھر پہنچی تو سبھی حیرت زدہ سے رہ گئے۔

''اب کوئی بھی اس کی تفصیل مت پوچھے اور ساجدہ آپا کو ان کے گھر بھیجنے کی تیاری کیجئے۔''اس نے چہک کر کہا تو دلاور کے کاندھوں کا بوجھ اتر گیا اور نعیمہ بیگم کی تشکر سے آنکھیں بھر آئیں۔

☆☆☆

سالار کا فون بج رہا تھا۔اس نے نمبر دیکھا تو باسط کا تھا۔حیرت کی بات تھی باسط کو اتنی رقم ملنے کی اتنی خوشی نہیں تھی جتنی اس بات کی تکلیف تھی کہ سالار کی دولت کا ڈنکا اس کے سسرال میں بجنے لگا ہے۔

''بڑے کھلے دل کا مظاہرہ کیا تم نے۔ مجھے تو ذرہ برابر امید نہیں تھی کہ تم ایک دم اتنی بڑی رقم دے کر اپنی بیوی کو بھیج دو گے۔''

''آپ کو اس معاملے میں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔یہ میرا اور ارسہ کا معاملہ ہے۔''

''ہاں، ہاں کیوں نہیں۔یہ رقم ارسہ کی شادی پر ہی تو خرچ ہوئی تھی۔چلو تم نے قرض اتار دیا۔''باسط یہ کہہ کر بے ہودگی سے ہنسنے لگا۔سالار نے غصے میں آ کر فون بند کر دیا۔

☆☆☆

اگلے ہی روز باسط سالار کی دکان پر آ گیا۔اس سے قبل بھی وہ کپڑوں کی خریداری کے لیے سالار کی دکان پر آتا تھا...... لیکن آج لگتا تھا وہ خریداری کی غرض سے نہیں آیا۔سرسری سا کپڑا وغیرہ دیکھ کر بیٹھا رہا۔سالار چونکہ گاہکوں میں مصروف تھا کچھ فرصت ملی تو سالار اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''بڑی قربانی دی ہے تم نے میری خاطر...... میں نے بھی سسرال والوں کے لیے بہت کچھ کیا تھا لیکن صلہ کوئی نہیں دیتا یہاں تک کہ یہ جو بیویاں ہوتی ہیں نا یہ بھی میکے والوں کو زیادہ چاہتی ہیں۔''

''میری دکانداری کا ٹائم ہے باسط بھائی، برا مت مانیے گا میں اس وقت آپ سے گھریلو معاملات پر بات نہیں کر سکتا۔''وہ اردگرد کسٹمرز کو دیکھ کر ہچکچایا تو باسط کھسیا سا گیا اور ہنس کر بولا۔

''خیر ہے خیر ہے، میں تو یہاں سے گزر رہا تھا اس لیے چلا آیا۔ویسے ماشاءاللہ دکان بہت بڑی ہے تمہاری۔پندرہ بیس تو ملازم ہی رکھے ہوئے ہیں۔تینوں بھائی اکٹھے ہی کام کر رہے ہو؟''وہ کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

''جی......'' سالار نے مختصر جواب دیا۔

''اچھی بات ہے۔ اچھی بات ہے۔ بہر حال ایک بات کہوں تم سے۔ ارسہ سے ہوشیار رہنا بہت چالاک لڑکی ہے۔'' سالار کا دماغ گھوم گیا۔ آخر ارسہ اس کی غیرت وحمیت تھی۔ جذباتی پن میں اس نے باسط کا گریبان پکڑ لیا۔

''بہت عزت کرتا ہوں میں آپ کی......ارسہ کے متعلق کوئی لفظ نہیں سننا چاہتا۔'' باسط ڈھٹائی اور بے غیرتی سے ہنس رہا تھا۔ دکاندری کا لحاظ کرتے ہوئے سالار نے گریبان چھوڑ تو دیا لیکن اس کا چہرہ غصے سے لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ بس نہیں چلتا تھا کہ اسے جان سے مار دے۔ باسط نے گریبان جھٹکا اور سالار کی طرف دیکھ کر بولا۔

''میں تو تمہیں ہوشیار کرنے آیا تھا اگر تم نہیں سمجھنا چاہتے تو نہ سمجھو۔'' یہ کہہ کر باسط آگے بڑھ گیا۔ سالار گاہکوں میں مصروف ہو گیا لیکن اس کا دماغ باسط کی بات میں الجھا ہوا تھا۔

رات کو وہ گھر آیا تو اس کا موڈ آف تھا۔ اس نے کسی سے بات نہیں کی اور سیدھا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اتفاق کی بات تھی جس وقت دکان پر باسط آیا تھا محراب اور الباب دونوں میں سے کوئی بھی دکان پر نہیں تھا۔

''کتنی شرمندگی ہوتی بھائیوں کے سامنے۔ آخر کیا وجہ تھی باسط ایسا کیوں کہہ کر گیا۔ ایسا کون سا کھوٹ ہے ارسہ میں جسے میں آج تک پرکھ نہیں پایا۔ ہاں بے پرواہ ہے۔'' وہ چپ چاپ بستر پر لیٹ گیا پھر اچانک اسے بے چینی ہوئی تو اس نے ارسہ کا فون اٹھا لیا اور غائب دماغی سے کالز اور میسجز چیک کرنے لگا۔ اس کی سہیلیوں کے بے تحاشا میسج بھرے پڑے تھے۔ بے توجگی سے اس نے فون ایک طرف ڈال دیا۔

''کیا جتانا چاہتا تھا باسط مجھے؟'' وہ دل ہی دل میں سخت خائف تھا۔ ''وہ بہنوئی ہے اس کا کیا حق بنتا ہے سالی کے متعلق ایسی بات کرے اور وہ بھی اس کے شوہر کے سامنے۔ یہ تو باسط کے خیالات تھے نہ جانے باقیوں کے بھی کیا کیا خیالات ہوں ارسہ کے متعلق......اور اس کی صرف یہی وجہ ہے جلتے ہیں وہ لوگ میرے گھرانے سے۔ اسی وجہ سے ارسہ کو بھی۔'' اسی لمحے دروازہ بجا وہ خیالات کی روش سے باہر نکل آیا۔ سامنے ہی ارسہ کھڑی تھی۔

''امی آپ کو کھانے پر نیچے بلا رہی ہیں۔'' اس نے ارسہ کی طرف دیکھا۔ باسط کے لفظ پھر دماغ میں گھومنے لگے۔ دل کرتا تھا ارسہ کو پکڑ کر پوچھے تمہارا بہنوئی تمہارے متعلق ایسی ویسی گفتگو کر کے گیا ہے......کیوں کی اس نے ایسی گفتگو لیکن وہ چپ رہا۔

''آپ جلدی کھانا کھا لیں پھر میں نے امی کی طبیعت بھی پوچھنے جانا ہے۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے وہاں جانے کی۔'' وہ یکدم چڑچڑے سے انداز میں بولا۔ ارسہ اس کے جواب پر مایوس ہونے کے بجائے ہنس دی۔

''ٹھیک ہے، نہیں جاؤں گی۔ دلاور بھائی کا فون آیا تھا وہ کہہ رہے تھے آدھی رقم اب لے جاؤ اور آدھی رقم اگلے ہفتے دے دیں گے۔'' وہ کہتے ہوئے سکون سے بیٹھ گئی۔ ناچار سالار کو بستر سے اٹھنا پڑا۔

ابھی کھانا کھا کر فارغ ہی ہوا تھا تو عشرت بیگم سنجیدگی سے کہنے لگیں ''سالار کھانا کھا چکے ہو تو میری بات سن کر جانا۔'' سالار......ان کے

کمرے میں آ گیا۔

''ارسہ نے اپنے بہن بھائیوں کی شادی میں اپنے بری کے زیورات مانگے تھے جو کہ میں نے سارے کے سارے دے دیے تھے پھر وہ شادی سے فارغ ہو کر آئی تو سب سامان ڈبوں میں پیک کر کے مجھے دے گئی جنھیں میں نے جوں کا توں رکھ دیا تھا لیکن میری عادت ہے جب بھی میں کسی بہو کو زیور دیتی لیتی ہوں، ڈبے ضرور کھول کر تسلی کر لیتی ہوں۔ آیا کہ سامان مکمل ہے۔ آج جب مجھے فرصت ہوئی تو میں تجوری میں گھسی ارسہ کے سامان کو چیک کیا تو اس کے بڑے جڑاؤ سیٹ کی انگوٹھی نہیں تھی۔ میں نے سارے سامان میں دیکھ لیا۔ مجھے وہ انگوٹھی نہیں ملی۔''

''ہو سکتا ہے ارسہ وہ انگوٹھی اپنے کمرے میں ہی بھول گئی ہو۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو۔'' عشرت بیگم نے...... ذو معنی انداز میں کہا تو سالار چونک گیا۔

''کیا مطلب امی، کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟''

''میں نے سنا ہے اس نے وہ انگوٹھی اپنی چھوٹی بہن کو اس کے ولیمے میں تحفے میں دی ہے۔''

''واٹ نان سینس! ولیمے پہ تحفے کا کیا تک ہے جبکہ وہ تو رابعہ کو تحفہ دے چکی تھی۔'' سالار بری طرح الجھ گیا۔

''میں نہیں جانتی لیکن کسی نے مجھے اسی طرح بتایا ہے ہو سکتا ہے یہ بات غلط ہی ہو۔ صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ تم اپنی طرف سے تسلی کر لینا یا تم مناسب سمجھو تو میں خود پوچھ لوں۔''

''کوئی ضرورت نہیں کہ آپ پوچھیں، میں خود پوچھ لوں گا۔ آپ یہ سیٹ مجھے دے دیں۔ میں ابھی پوچھ لیتا ہوں۔''

سالار کمرے میں آیا تو ارسہ جانے کے لیے تیار کھڑی تھی وہ سالار کے ہاتھ میں زیور کا ڈبا دیکھ کر ہنس دی اور اچھل کر بولی۔

''آپ میرے لیے زیور بھی لے کر آئے ہیں۔ یہ تو مجھے پتا ہی نہیں تھا۔''

''اس میں ایک انگوٹھی کم ہے۔ کہاں ہے وہ انگوٹھی؟'' اس کے ساتھ ہی سالار نے ڈبا کھول دیا۔ ارسہ کو فوراً خیال آیا کہ شادی کے ہنگامے میں وہ رابعہ سے انگوٹھی واپس لے ہی نہ سکی۔ اب اگر سالار کو بتائے گی کتنی سبکی محسوس ہوگی کہ وہ سالار پر ذرا بھی اعتماد نہیں کرتی تھی۔ تبھی اسے اپنی طرف سے تحفہ دے چکی تھی لیکن بعد میں وہ اتنا زبردست تحفہ لے آئے گا اسے دھچکا لگا تھا لیکن اسے رابعہ سے انگوٹھی تو لے لینی چاہیے تھی۔ نہ جانے سالار اور اس کے گھر والے اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔

''کیا ہوا کہاں کھو گئیں؟'' سالار ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

''میرا خیال ہے یہ انگوٹھی میں امی کی طرف ہی بھول آئی ہوں۔ ایک دو روز میں جاؤں گی تو اچھی طرح اپنے سامان میں دیکھ لوں گی۔''

''تم ابھی تو چل رہی ہو میرے ساتھ۔ ابھی دیکھنے میں کیا حرج ہے۔'' سالار بالکل سنجیدہ تھا۔

''کیا ہو گیا ہے سالار آپ کو...... انگوٹھی کوئی بھاگ تو نہیں جائے گی۔ ابھی تو ہم کھڑے کھڑے امی کی عیادت کے لیے جا رہے ہیں۔ تسلی سے چکر لگاؤں گی اپنے کمرے کی الماریاں وغیرہ ٹٹولوں گی تبھی تو ڈھونڈ سکوں گی۔'' سالار کے دل میں اس کی بات سے میل آ گیا۔ سب کو پتا تھا کہ

رابعہ ہنی مون پر گئی ہوئی ہے اگر وہ انگوٹھی رابعہ کو دے چکی ہے تو ہفتے دس دن سے پہلے تو اس بات کا کوئی رزلٹ نہیں آنے والا اور گر وہ واقعی بھول گئی ہے تو بھی پتا چل جائے گا۔ وہ ارسہ کو لے کر اس کے میکے چلا گیا۔

وہ لوگ گھر میں داخل ہوئے تو باسط اور ساجدہ پہلے سے ہی وہیں بیٹھے تھے۔ باسط نے بڑی چبھتی نگاہوں سے سالار کی طرف دیکھا۔

ارسہ ماں سے مل کر بہن سے ملی پھر بہنوں سے سر پر ہاتھ رکھوایا۔ اس کے ساتھ ہی باسط نے اس کی پیشانی پر بوسہ بھی لیا۔ سالار کو اس حرکت پر سخت کوفت اور جھنجلاہٹ ہوئی لیکن اس کے بعد دلاور علی کمرے میں آئے تو انہوں نے بھی ارسہ کے ایسے ہی سلام اور پیار دیا۔ دلاور علی تو چلو بڑا بھائی تھا۔ بہنوئی کو کیا یہ شرعی حق حاصل ہے کہ وہ سالی چاہے کتنی بھی چھوٹی ہو اس کے سر یا پیشانی کا بوسہ لے۔ اسے ارسہ پر سخت غصہ آرہا تھا جو باسط سے ہنسی ٹھٹول کر رہی تھی۔

دلاور علی اور نعیمہ بیگم سالار کو خاصی اہمیت دے رہے تھے اگر ارسہ باسط کے ساتھ ہنسی ٹھٹول نہ کر رہی ہوتی تو سالار، باسط کی کیفیت کو محسوس بھی کرتا اور محظوظ بھی ہوتا۔

''کیا ارسہ اتنی نادان اور کم عقل ہے جو صورت حال کو سمجھ نہیں سکتی۔ کتنا عرصہ ہو گیا مجھے یہی بات سمجھاتے سمجھاتے کہ تم اپنے بہنوئیوں سے فری مت ہوا کرو...... لیکن اس پر تو جیسے اثر ہی نہیں ہے۔''

اتنی سی دیر میں اظہر اور ماجدہ بھی آگئے۔ کمرے میں اور بھی ہڑبونگ مچ گئی۔ لگتا ہی نہیں تھا کہ یہاں عیادت کرنے والے آرہے ہیں یا ...... پرانے دوست مل رہے ہیں۔ اظہر بھی ارسہ سے اسی طرح ملا۔ ارسہ اپنی ترنگ میں تھی۔ سالار کا بس نہیں چلتا تھا کہ اس کا گلا ہی دبا دے۔ نہ صرف وہ خود ذلیل ہو رہی تھی بلکہ اسے بھی ذلیل کرا رہی تھی۔

''تم بہت کم بولتے ہو سالار۔ ہماری ارسہ تو بہت چٹپٹی ہے۔'' اظہر نے جان بوجھ کر سالار کی کیفیت سے حظ اٹھایا۔ باسط دل کھول کر ہنسا تھا۔ دکھ کی بات یہ تھی کہ اس کی ہنسی میں ارسہ، ساجدہ، ماجدہ کی بھی ہنسی شامل تھی پھر کچھ ہی دیر اس سے وہاں بیٹھا گیا اور وہ ضروری کام کا بہانہ کر کے اٹھ گیا۔ وہ گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا کہ تبھی ارسہ عبا اور حجاب میں ملبوس ہو کر باہر نکلی اور آکر اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ سالار نے تیز چبھتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''یہ برقع صرف مجھے دکھانے کے لیے پہنا ہے، کیا بہنوئی غیر محرم نہیں ہوتے۔'' اس بات پر ارسہ قہقہہ لگا کر بولی۔

''اگلی بار میں برقع میں ملبوس ہی اپنے گھر والوں سے ملا کروں گی۔ فار گاڈ سیک سالار...... بہنوئی بھی بڑے بھائی ہوتے ہیں۔ تم کیوں اتنا فیل کرتے ہو ان باتوں کو۔''

''تو ٹھیک ہے ان کی گود میں بیٹھ جاتیں۔'' وہ جل کر بولا۔ ابھی ارسہ اس کی بات کا کوئی جواب دیتی کہ اسی وقت اس کا سیل فون بج گیا۔ فون رابعہ کا تھا۔

''اُف اللہ ایک تو یہ حجاب بھی ناں...... ہاں...... رابعہ تمہاری آواز نہیں آرہی۔ ہاں...... دیکھو میں ابھی گاڑی میں ہوں۔ گھر جا کر تم سے

بات کرتی ہوں۔'' رابعہ نے ادھر سے کچھ پوچھا تھا۔ سالار نے صاف محسوس کیا ارسہ نروس ہوئی تھی۔ جان بوجھ کر بات گھما کر بولی۔

''ہاں...... یہاں کا موسم تو بس ٹھیک ہی ہے اچھا میں پھر بات کروں گی تم سے۔ ابھی میں اور سالار امی کی طبیعت پوچھنے آئے ہوئے تھے گھر جا رہے ہیں۔'' اس کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔

''پوری بات تو سن لیتیں اس کی۔ نہ جانے وہ کیا بتانا چاہ رہی تھی۔'' سالار اسے کھوج چکا تھا۔

''کچھ نہیں، ایسے ہی بکواس کر رہی تھی اپنے ہنی مون کا رعب جما رہی ہے مجھ پر...... اور ظاہر ہے جمانا بھی چاہئے۔ تم جو آج تک مجھے کہیں لے کر نہیں گئے۔ لوگوں کو موقع تو ملے گا ہی ناں۔''

''ضروری نہیں کہ ہنی مون پر فوراً ہی جایا جائے۔ جب بھی اکٹھے جاؤ ہنی مون ہی ہوتا ہے اور ابھی ہمارے کون سے بچے ہیں۔ چلیں جائیں گے ہم بھی۔''

''ہاں جی، تم نے لکھ رکھا ہے ناں کہ ابھی بچے نہیں ہو رہے۔'' وہ کلس کر بولی تبھی اس کا فون پھر بج گیا۔ فون رابعہ کا ہی تھا۔ اس نے مس کال دے کر فون بند کر دیا۔ اس کے فوراً بعد ہی میسج آ گیا۔ اس نے میسج پڑھا تو اس کا رنگ اڑ گیا گاڑی میں ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے فاصلہ ہی کتنا ہوتا ہے...... سالار کو لگا کہ وہ میسج ڈیلیٹ کر رہی ہے۔ تبھی سالار نے اس سے موبائل چھین لیا، یہ حرکت بالکل بے ساختہ تھی۔ ارسہ ظاہر ہے اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ موبائل سالار کے پاس چلا گیا اس نے نگاہ ڈالی۔ رابعہ کا میسج تھا۔

''تم نے جو انگوٹھی کی بات کی تھی ناں!'' اسی وقت سالار نے گاڑی یکدم روک لی۔

''سالار کیا بے یقینی ہے تمہیں۔ میرا موبائل فون دو میں تمہیں......'' اتنے میں سالار سارا میسج پڑھ چکا تھا۔

''شاہد کو تمہاری انگوٹھی بہت پسند آ رہی ہے وہ کہتا ہے ہم واپس نہیں دیں گے۔ تم اس کے بدلے ہم سے رقم لے لو۔'' سالار نے ارسہ کی طرف دیکھا چونکہ ارسہ کو خود بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ سب کچھ اچانک ہو جائے گا وہ خود بھی چور سی بن گئی۔ بہتر یہی تھا کہ وہ سالار کو اب بھی سارا سچ بتا دیتی لیکن حسبِ معمول وہ بات کو گھمانے لگی۔

''رابعہ کو میری یہ انگوٹھی بہت اچھی لگی تھی اس لیے جب اسے دلہن بنایا تو اس کی ایک انگلی خالی تھی۔ میں نے وہ انگوٹھی پہنا دی۔ اب دونوں میاں بیوی بے ایمان ہو رہے ہیں۔''

''جھوٹ بول رہی ہو تم۔'' سالار نے غصیلی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔''اس کے بعد پھر جھوٹ بولو گی اور جھوٹ پہ جھوٹ بولتی چلی جاؤ گی۔ ہے ناں!''

''میں جھوٹ نہیں بول رہی سالار...... میں سچ کہہ رہی ہوں۔ یہ انگوٹھی میں نے رابعہ سے واپس لینی تھی جو کہ میں بھول گئی تھی۔'' وہ کمزور سی آواز میں بولی تو سالار کا دماغ گھوم گیا۔

''تو پھر تم نے گھر پہ مجھ سے یہ کیوں کہا کہ انگوٹھی تمہاری امی کی طرف تمہارے ذاتی کمرے میں ہوگی۔''

''کیونکہ مجھے یاد نہیں تھا۔'' اس نے پس آواز میں جھوٹ بولا۔

''پھر یہاں آتے ہی تمہیں یاد آ گیا اور تم نے گھر میں داخل ہوتے ہی رابعہ کو فون کیا ہے ناں، یہ دیکھو، تمہاری گورنگ کال جو تم نے مجھ سے آنکھ مچولی کھیل کر کی۔''

''میں نے سوچا...... رابعہ کا اور میرا مشترکہ تھا مگر شاید رابعہ نے سنبھال کر رکھ دی ہو۔ اسی سے پوچھ لوں۔'' ارسہ نے پھر جھوٹ بولا تھا۔

''اس کے علاوہ اور کون سا جھوٹ باقی ہے۔'' سالار اسے نفرت سے دیکھ رہا تھا۔ غصے اور اشتعال کے مارے اسے لگتا تھا کہ اس کی دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ ارسہ کے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا۔ وہ غصے میں تیز ڈرائیونگ کرتا ہوا گھر آیا تھا اور پھر اسی غصے میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔ صورتِ حال خاصی پریشان کن تھی۔ ارسہ کے بھی رنگ اڑ رہے تھے وہ سوچ رہی تھی کیسے معاملات کو کنٹرول کرے گی اگر بات سارے گھر میں پھیل گئی تو اس کی دو کوڑی کی بھی عزت نہیں رہ جاتی تھی۔

سالار کو اس وقت ارسہ سے اس قدر نفرت محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ تبھی اس نے کمرے میں جاتے ہی کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ گویا باسط جو کچھ کہہ کر گیا تھا اس بات میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور تھی۔ وہ ان حقیقتوں کو دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا جو اس پر آشکار ہو رہی تھیں۔

ارسہ سیڑھیاں چڑھ کر جتنی دیر میں اوپر گئی دروازہ بند ہو چکا تھا۔ وہ تذبذب میں کھڑی رہی۔ ادھر اُدھر ٹہلتی رہی یونہی ایک گھنٹہ گزر گیا۔ سالار نے دروازہ نہیں کھولا۔

اب چونکہ چور اپنے اندر تھا کس منہ سے ساس کے پاس جاتی مگر نہ جانے سے بھی گزارہ نہیں تھا۔ بالآخر نیچے آ گئی۔ عشرت بیگم بستر میں لیٹی ہوئی تھیں۔ البتہ کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ اس نے لائٹ جلی دیکھ کر ڈائریکٹ اندر جانے کا ارادہ کر لیا۔ عشرت بیگم ریڈیو پر مسائل اور ان کا شرعی حل پروگرام سن رہی تھیں۔ ارسہ کو ساڑھے گیارہ بجے اپنے کمرے میں دیکھ کر چونک گئیں۔ ارسہ تذبذب میں کمرے کے وسط میں کھڑی تھی۔

''خیریت ہے ارسہ؟'' انہوں نے ریڈیو کی آواز بند کی۔ ''تم اپنی امی کی طرف گئی تھیں سب خیریت تو ہے ناں۔''

''ہاں...... ہاں...... امی کی طرف سب خیریت ہے۔ وہ میں تو اس لیے آئی تھی کہ......'' یہ کہہ کر اس نے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا ہوا اوپر؟'' عشرت بیگم حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''وہ آپ کے بیٹے نے ناراضگی سے پھر کمرے کا دروازہ بند کر لیا ہے۔'' اس نے سر جھکا کر کہا۔ عشرت بیگم نے پھر گہری سانس خارج کی...... وہ لمحے کی چوتھائی میں انگوٹھی والے ذکر پر پہنچ گئیں ضرور سالار نے انگوٹھی کے متعلق پوچھا ہوگا۔ عشرت بیگم نے دل ہی دل میں سوچا مگر بہو سے نہیں پوچھا۔ انہیں گمان گزرا ہو سکتا ہے ارسہ انہیں خود ہی بتا دے۔

''کوئی بات ہوئی تھی تمہارے درمیان؟'' عشرت بیگم انجان بن کر بولیں۔

''ایسی تو کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔'' اس نے صاف جھوٹ بولا۔ عشرت بیگم کا ماتھا ٹھنک گیا۔

''تو اس کے دماغ میں خلل ہوا ہے کیا۔ اچھے بھلے تو تم لوگ یہاں سے نکلے ہو...... وہاں کوئی بات ہوئی تھی کیا؟''

''وہاں تو زیادہ دیر بیٹھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ میں تو خود سمجھ نہیں پا رہی کہ انہیں ایک دم کیوں غصہ آ گیا۔'' بہو کے جھوٹ بولنے پر عشرت بیگم کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا۔ پھر بھی انہوں نے خود پر کنٹرول رکھا۔

''وہ تمہارے ساتھ ہی گیا تھا اور تمہارے ساتھ ہی آیا ہے۔ جب تمہیں نہیں پتا کہ ہوا کیا ہے تو مجھے کیا بتانے آئی ہو۔'' وہ کڑوے سے لہجے میں بولیں تو ارسہ ان کے سامنے والی مسہری پر ٹک گئی اور معصومیت سے بولی۔

''مجھے ان کے غصے سے بہت ڈر لگتا ہے امی...... آپ اجازت دیں تو آج میں یہیں آپ کے پاس سو جاؤں۔''

''کیا؟'' عشرت بیگم کو گہرا جھٹکا لگا اور پھر ان سے برداشت نہیں ہوا۔

''کس قسم کی لڑکی ہو تم...... بجائے اس کے کہ تم اپنے شوہر کو مطمئن کر وا سے اعتماد میں لو۔ الٹا تم مجھ سے ایک غلط بات کی سپورٹ لینے آ گئیں۔''

''میں سپورٹ لینے نہیں آئی امی۔ صبح تک ان کا غصہ کم ہو جائے گا تو میں اپنے کمرے میں چلی جاؤں گی۔''

''تم نے مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے۔'' وہ غصے سے بولیں۔

''بات سنو ارسہ تم نے سالار کو تو بے وقوف بنا رکھا ہے۔ ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکتیں...... سمجھیں تم، میں تو شکر ادا کر رہی ہوں کہ اماں جی گھر پر نہیں ہیں اپنی بیٹی کے ہاں گئی ہوئی ہیں ورنہ انہوں نے تو تمہیں تمہاری اس حرکت پر ایسا ذلیل کرنا تھا کہ تمہاری ساری ہوشیاری نکل جاتی۔ صاف طرح سے کیوں نہیں بتاتیں تم کہ تمہارے مابین بات کیا ہوئی ہے؟'' ارسہ چپ رہی بالآخر عشرت بیگم نے خود ہی پوچھ لیا۔

''اس نے تم سے بری کی انگوٹھی کے متعلق پوچھا تھا ناں؟''

''وہ تو میں نے کہہ دیا تھا کہ امی کی طرف بھول آئی ہوں۔''

''بھول آئی ہو یا اپنی بہن کو تحفہ بنا کر دے دی؟'' ارسہ گنگ سی رہ گئی۔

''آپ سے کس نے کہا امی یہ سب کچھ؟''

''ہمارے لیے وہ انگوٹھی اہمیت نہیں رکھتی ارسہ...... صرف چند سیکنڈ میں تمہارے جھوٹ نے مجھے زچ کر دیا تو نہ جانے اسے تو تم نے کتنا ٹارچر کیا ہو گا اور الٹا مجھ ہی سے اس کی شکایت لے کر آ گئیں۔''

''میں آپ کے پاس شکایت لے کر تو نہیں آئی امی۔'' یہ کہہ کر ارسہ نے رونا شروع کر دیا۔ ''میں نے تو آپ کو سچ سچ بتا دیا ہے کہ مجھے آپ کے بیٹے کے غصے سے بہت ڈر لگتا ہے۔''

''کیوں، غصے میں کیا کبھی اس نے تمہیں کوئی نقصان پہنچایا ہے۔ وہ بے وقوف صرف خود کو ہی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ نہ جانے اتنی دیر میں تو وہ غصے سے کتنا پاگل ہو گیا ہو گا۔ تمہارا کیا جاتا ہے تم تو مزے سے یہاں سونے آ گئیں۔ بجائے اس کے کہ اپنے معاملے کو اپنے کمرے میں ہی نمٹا لیتیں۔'' عشرت بیگم جوتیاں پہن کر کمرے سے باہر نکلیں۔

''ایسا کیا پاگل ہے میرا بیٹا...... جو خواہ مخواہ تمہیں کمرے سے نکال دے گا۔ اپنا قصور تو تم کبھی نہیں بتاتیں۔ آخر کب تک ہم اسے دبائیں ...... یہ تو شکر ہے کہ وہ کمرا ہی بند کر لیتا ہے ورنہ اس کا غصہ مشہور تھا گھر کا سامان توڑ دیتا تھا اور اب ...... اب ...... صرف وہ اپنی صحت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ مجھ سے تو اوپر بھی چڑھا نہیں جائے گا۔'' وہ انٹر کام کی طرف بڑھیں اور الباب سے بات کرنے لگیں۔

☆☆☆

''مجھے تو پہلے ہی نظر آ رہا تھا ایک نہ ایک دن یہ تماشا ضرور ہو گا۔'' الباب سخت غصے میں تھا جب کہ محراب علی گہری سوچ میں بیٹھے تھے۔

''رات جو کچھ بھی ہوا۔ اچھا نہیں ہوا ...... بات کچھ بھی تھی سالار کو ارسہ پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے۔''

''تو کیا اس کے حال پر چھوڑ دے۔'' الباب بڑے بھائی سے الجھ پڑا۔

''تو کیا مارنے پیٹنے سے وہ اپنی عادتیں ترک کر دے گی۔'' محراب علی ضبط سے غرائے۔

''بہت غلط جگہ پر رشتے داری کی ہے ہم لوگوں نے سالار کی۔ بالکل بھی صحیح لوگ نہیں ہیں وہ ...... اگر وہ لوگ صحیح ہوتے تو ارسہ کی تربیت ایسی نہ ہوتی، وہ تو اپنی ہٹ دھرمی سے ایک انچ نہیں ہٹتی۔ امی کو اس نے زچ کر دیا مگر اصل بات ہی نہیں بتائی جبکہ امی جانتی تھیں اس کے باوجود وہ ہوشیار بنتی رہی۔ اسی بات کا ڈر تھا ...... میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا اس بے وقوف کو اتنی بڑی رقم نہ دیں جس قدر وہ دینے پر جذباتی ہو رہا ہے مانگنے پر اس سے بھی زیادہ جذباتی ہو جائے گا اور پھر تماشا ہمارے ہی گھر میں لگے گا اور وہ لگ گیا۔''

''کون سی رقم کی بات کر رہے ہو تم لوگ؟'' عشرت بیگم چوکنا ہو گئیں ناچار محراب علی کو ماں کو ساری بات بتانا پڑی۔

''مگر میں تو نہیں جانتی اس معاملے کو ...... نہ ہی سالار نے مجھ سے ایسا کوئی ذکر کیا۔'' اس کے بعد عشرت بیگم نے زیور میں سے انگوٹھی غائب ہونے کی بات کی اور پھر یہ بھی بتایا کہ انہیں کس نے بتایا کہ وہ انگوٹھی ارسہ اپنی چھوٹی بہن کو شادی کے تحفے میں دے چکی ہے۔ چونکہ الباب اور محراب کے لیے یہ واردات بالکل نئی اور چونکا دینے والی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔

''پھر کیا پول کھلا؟''

''وہی تو سچ نہیں بتا سکی وہ اپنے شوہر کو ...... جس پر وہ غصے میں آیا اور بات ہم لوگوں تک پہنچی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ارسہ کے گھر والوں میں سے کس سے بات کروں۔''

''دلاور علی سے بات کریں ...... اور اس سے کہیں کہ اپنی بہن کا دماغ درست کرے اگر وہ اسی ہٹ دھرمی پر قائم رہی تو ...... اپنے نقصان کی خود ذمے دار ہو گی۔''

''کون سے نقصانات کی بات کر رہے ہو الباب تم ...... بجائے اس کے کہ تم سالار کو سمجھاؤ اسے الٹا شہ دے رہے ہو۔''

''میں شہ دے رہا ہوں۔ بات سنیں بھائی جان کوئی کسی کے معاملات میں تب تک مداخلت نہیں کرتا جب تک خود انسان نہ چاہے۔ ارسہ نے حالات ایسے پیدا کر دیے ہیں کہ وہ اس گھر میں ایڈجسٹ ہونے کے قابل ہی نہیں رہی ہے۔''

''تو کیا مطلب ہے تمہارا ...... اسے اس گھر سے نکال دیں۔ ہوا ہے کبھی ہمارے خاندان میں ایسا ...... بتالیس اس گھر کو خاندان بھر میں

جگ ہنسائی کا مرکز...... کہاں چلی گئی تمہاری عقل الباب...... صرف سالار کی ہی گرہستی کا مسئلہ نہیں ہے۔ ہمارے پورے گھر کے وقار کا سوال ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے سوچو جو کچھ سالار کر رہا ہے ہم بھی یہی کریں تو بات کہاں تک چلی جائے گی۔''

''سالار نہیں کر رہا...... ارسہ اور ارسہ کے گھر والے کر رہے ہیں۔ وہ لڑکی چاہتی ہی نہیں کہ اپنے گھر میں دیانت داری اور اخلاص کی بنیاد رکھے۔ اس قدر مقابلہ کیا ہے اس نے رات سالار کا۔ بالآخر زچ ہو گیا سالار اور اس کا ہاتھ اٹھ گیا۔ اب شرمندہ ہونے کے بجائے وہی ان سن پٹی لیے پڑی ہے۔''

''میں تو کہتی ہوں۔ اس کی ماں اور بھائی کو بلاؤ اور معاملہ انہیں سونپو۔''

''پھر کیا غلط کیا تھا ارسہ نے جب اپنے بھائی کو فون کر دیا تھا...... تب ہم لوگوں کو برا کیوں لگا تھا پھر آ جائیں اس کے میکے والے وہی نمٹا لیں اس معاملے کو۔ دے دیجیے اپنے گھر کی نمبرداری ان لوگوں کو......'' محراب اکھڑ کر بولے تو عشرت بیگم اور الباب کو چپ ہونا پڑا۔

''کاروباری ٹور کے سلسلے میں کچھ روز کے لیے سالار کو کراچی بھیج رہا ہوں۔ اتنے عرصے کے لیے ارسہ بھی اپنے میکے چلی جائے گی۔ ہفتے دس دن کا ٹور ہوگا سالار کا...... اس عرصہ میں ارسہ اپنے معاملات سمیٹ لے گی۔ گھر میں بٹھا کر جرح اور بحث کرنے سے بہتر یہی ہے کہ اسے کچھ وقت دیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ وہ سالار کو اب مایوس نہیں کرے گی۔'' محراب کی اس پیشکش کو سالار نے رد کر دیا۔

''ارسہ...... اب اپنے میکے کبھی نہیں جائے گی۔ یہ بات آپ لوگ اچھی طرح سمجھ لیجیے۔''

''اتنی کھینچا تانی سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں سالار...... بالفرض وہ انگوٹھی اپنی بہن کو دے بھی چکی ہے تو اب تمہارے سامنے کس طرح اقرار کرے مگر وہ کہہ رہی ہے کہ واپس لے آئے گی۔ اسے وقت دو۔ وہ ہماری رقم اور انگوٹھی لے آئے گی۔ کیوں اپنے گھر میں ان چیزوں سے فساد بپا کر رہے ہو۔''

''یہ بات نہ تو انگوٹھی کی ہے بھائی جان اور نہ ہی پیسوں کی۔'' سالار بری طرح جھنجلا رہا تھا۔ ایک ایسی جھنجلاہٹ جس میں بے بسی عیاں تھی۔ کیا کیا بتائے آخر وہ گھر والوں کو۔ اس کی بھی عزت نفس تھی غیرت تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بھائیوں کے سامنے ارسہ کی کردار کشی کرے۔ اس کے بہنوئیوں کے خیالات بتائے، طرز عمل بتائے۔ ان کے گھر کا رہن سہن بتائے، اس سے بہتر یہ ہے کہ کسی بھی طرح سے سسرال سے اس کی جان چھوٹ جائے۔ نہ تو وہ خود جانا چاہتا تھا اس گھر میں اور نہ ہی بیوی کو بھیجنا چاہتا تھا۔

''ٹھیک ہے، تم سوچ لو اس معاملے کو۔ ورنہ دوسرا طریقہ یہی ہے کہ میں دلاور علی کو یہاں بلا کر بات کر لیتا ہوں۔ ہاں مگر میری ایک شرط ہے تم مجھے حقائق اور دلائل سے ثابت کر دو گے کہ واقعی وہ انگوٹھی اپنی بہن کو دے چکی ہے۔''

''تو کیا آپ یہی سمجھ سکے ہیں بھائی جان...... زیادہ سے زیادہ انگوٹھی کتنے کی ہوگی ایک لاکھ روپے کی ناں...... بات انگوٹھی کی نہیں ہے اعتماد کی ہے۔ ارسہ نہ تو مجھ پر اعتماد کرتی ہے اور نہ ہی اس کے جھوٹ نے اسے اعتماد کے قابل چھوڑا ہے۔ اگر اس کے گھر والے اسے سمجھا سکتے ہیں اسے اس گھر میں نبھانا چاہتے ہیں تو انہیں بلا لیجیے ورنہ بے سود ہے سب کچھ۔''

☆☆☆

سب کے لیے دلاور علی کا رویہ حیران کن تھا۔ وہ اپنی بہن کی طرف سے سب سے معافی مانگ رہا تھا خاص طور پر اس نے سالار کی بہت دلجوئی کی اور اپنے سابقہ رویے کی بھی معافی مانگی۔

''آپ سب لوگ ارسہ کی غلطیوں کو اس کی بے وقوفی سمجھ کر معاف کر دیجیے۔ آئندہ ارسہ آپ کو کسی بھی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دے گی۔''

پھر دلاور علی نے بہن کو نیچے بلایا اور شوہر سے معافی مانگنے کو کہا۔ ارسہ نے نہ صرف شوہر سے معافی مانگی بلکہ باقی گھر والوں سے بھی معافی مانگی۔

''دراصل میرے ہی لاڈ پیار نے میرے چھوٹے بہن بھائیوں کو ہٹیلا مزاج بنا دیا ہے۔ بہت چھوٹے چھوٹے تھے یہ لوگ جب ابو کا انتقال ہو گیا تھا۔ بس میں ان کی خواہشات پوری کرتا رہا۔ امی تو عرصہ دراز سے بیمار ہیں۔ زیادہ توجہ ہی نہیں دے سکیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ کچھ ضدی سے ہو گئے لیکن آپ فکر نہ کریں آئندہ یہ آپ کو کوئی بھی شکایت کا موقع نہیں دے گی بلکہ اس کی جو شکایت ہو آپ لوگ مجھے بتائیں۔ میں اس کی خبر لوں گا۔''

''کیوں ارسہ، میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں......'' ارسہ نے سر جھکا کر اثبات میں گردن ہلا دی۔ تین دن سے گھر میں جو ٹینشن چل رہی تھی دلاور علی کے لفظوں سے یکدم زائل ہو گئی۔ عشرت بیگم، دلاور کے رویے سے خاصی متاثر ہوئی تھیں۔

''چلو کوئی تو ہے گھر میں جو معاملہ فہمی کر سکتا ہے۔'' ارسہ میکے چلی گئی تھی اور سالار کراچی جا چکا تھا۔''

عشرت بیگم بیٹیوں کو حالات سے آگاہ کر رہی تھیں۔ تینوں بیٹیوں کی ارسہ کے معاملے میں ملی جلی رائے تھی۔

☆☆☆

''پاؤں پکڑ لیتے ان لوگوں کے......اس قدر زیادتی کی اس شخص نے میری بیٹی کے ساتھ اور تم الٹا معافی منگوانے پر مصر ہو گئے۔ ان کی کسی بھی زیادتی پر احتجاج ہی نہیں کیا تم نے دلاور...... آخر ایسی بھی کیا مجبوری تھی تمہاری......اجڑ تو نہیں رہی تھی ارسہ......بستی تو اسی گھر میں۔ تمہیں کس چیز کی جلدی اور فکر تھی؟'' نعیمہ بیگم بیٹے پر نالاں تھیں۔

''آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے امی کہ وہ لوگ خاندانی اور رئیس لوگ ہیں۔''

''تو کیا ہم خاندانی نہیں ہیں؟'' نعیمہ بیگم بھڑک گئی۔ ارسہ ماں کے پہلو سے چپکی بیٹھی تھی۔

''کوئی شک نہیں کہ ہم بھی خاندانی ہیں لیکن اچھے اور بڑے گھرانے سے رشتے داری کرنا اور نبھائے رکھنا باقی رشتے داروں پر خاصا اثر ڈالتا ہے اور پیسے کی بھی کوئی کمی نہیں ان لوگوں کے پاس۔ برے بھلے وقت میں ارسہ بہت کام آ سکتی ہے ہمارے۔''

''ہونہہ......سات لاکھ روپے انہوں نے کچھ دن کے لیے کیا دے دیئے تم تو اونچے خواب دیکھنے لگے۔ لکیر کے فقیر لوگ ہیں۔ گھر میں پہن لیا۔ گھر میں ہی کھا لیا نہ ہوٹلنگ نہ شاپنگ، نہ سیر و تفریح۔ رابعہ ہنی مون پر سے بھی ہو آئی اور ان لوگوں نے اس بارے میں سوچا تک نہیں۔ کملا ہی گئی ہے میری بچی تو اس گھر کی گھٹن سے۔ کیسے پتنگ کی طرح اڑتی پھرتی تھی شادی نہ ہوئی پاؤں کی زنجیر ہو گئی۔ نری جیل ہے اس کا گھر......تھانے دارنی، ایک وہ بڑی اماں، سالار صاحب تو کسی جیلر کی طرح ہی مسلط رہتا ہے۔'' نعیمہ بیگم نخوت سے کہہ رہی تھیں۔ ارسہ ماں کے اور قریب ہو گئی وہ اس وقت اس کے دل کی ترجمانی جو کر رہی تھیں۔

''ہو جائے گا امی......سب کچھ کنٹرول ہو جائے گا۔ ایک صرف سالار کنٹرول میں آجائے۔ یوں سمجھیں پھر سارا گھر ارسہ کے ہاتھ میں ہو گا اور اس کے لیے ابھی ارسہ کو قربانیاں دینا ہوں گی۔ سالار کا اعتماد بحال کرنا ہو گا۔ اس گھر میں اپنی جگہ بنانا ہو گی۔''

''مگر بھائی جان......میں ان بڑی بوڑھیوں کے کام دن رات نہیں کر سکتی۔ بڑی اماں تو ضرورت سے زیادہ ہی ہر چیز میں مین میخ نکالتی ہیں۔ میں اس گھر کی بہو ہوں، غلام تو نہیں جو ایک کام وہ مجھے بار بار جتا کر کروائیں۔ روٹی ادھر سے کچی ہے، اُدھر سے جل گئی ہے۔ آٹے میں کی صحیح نہیں لگی......سالن میں چکنائی نظر نہیں آ رہی......چاول ضرورت سے زیادہ نرم ہو گئے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے یہ لوگ صرف کھانے اور ٹھونسنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ بھی گھر کا پکا ہوا۔ بازار کے کھانوں سے تو اللہ واسطے کا بیر ہے ان لوگوں کو، ایک روز میرا مچھلی کھانے کو دل کر رہا تھا میں نے سالار سے فرمائش کی تو سالار سبھی گھر والوں کے لیے فرائی فش لے آئے۔ لو جی پھر کیا تھا جو بات کا بتنگڑ بنا......بیوی کو پکانا نہیں آتا اس لیے بازاروں سے لے کر آتا ہے اور بھی نہ جانے کیا کیا۔ میں تو صاف بات ہے بڑی اماں کی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیتی ہوں لیکن موصوف کے تو وہ مچھلی کانٹے کی طرح پھنس گئی۔ کھانا ہی نہیں کھایا......بعد میں مجھ سے کہہ رہے ہیں اگر تم یہ مچھلی اپنے ہاتھ سے پکاتیں تو سب کس قدر تعریف کرتے اور مجھے بھی کھانے میں مزہ آتا۔''

''میرے ہاتھ کی اور اس گھر میں تعریف ہو جائے۔ بھول ہے آپ کی میں نے کہا تو مزے سے فرما رہے ہیں۔ ہاں تمہیں پکانا بھی تو صحیح طرح سے نہیں آتا۔ تم ایسا کرو کچھ دن سحرش بھابی سے ٹریننگ لے لو یا پھر مریم آپی سے سیکھ لو۔ ساری اسکن خراب ہو گئی ہے میری کچن میں رہ رہ کر

کہاں تھی مجھے عادت...... پھر بھی وہ لوگ مطمئن نہیں ہوتے۔ بس ان لوگوں کا تو عورت کے بارے میں نظریہ یہی ہے کہ وہ چولھا سنبھالے کچن میں بیٹھی رہے۔ عورت کا گھر میں بن ٹھن کر پھرنا تو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ لپ اسٹک لگا لو تو اعتراض...... بڑھے ہوئے ناخنوں پہ اعتراض...... نہ جانے کس کس چیز پر اعتراضات باقی ہیں ابھی اور بھائی جان کہہ رہے ہیں کہ میں قربانی دوں۔ دل تو مار چکی ہوں میں اپنا اور کیا قربانی دوں؟''

''ہاں میری بچی...... میں جانتی ہوں تو اس گھر میں بہت گھٹن کا شکار ہے۔''

''ہاں...... تو اس گھر میں ہے ناں گھٹن کا شکار...... ارسہ پاؤں وہاں کچھ مضبوط ہو جائیں تو ارسہ حالات ایسے پیدا کردے کہ وہ لوگ علیحدہ گھر دینے پر مجبور ہو جائیں اور تبھی ہو گا جب ارسہ ماں بنے گی...... سال ہونے کو ہے اور ارسہ کی طرف سے کوئی خبر ہی نہیں ملی۔'' دلاور نے ایک اہم مسئلے کی طرف توجہ دلائی تو نعیمہ بیگم کا بھی دھیان جاگا۔ چونک کر بولی۔

''میں تو بیمار رہتی ہوں کیا اس کی ساس کا فرض نہیں تھا کہ ارسہ کو کسی لیڈی ڈاکٹر کو دکھاتیں۔ کیا سالار نے کبھی بچے کی خواہش نہیں کی؟'' نعیمہ بیگم بیٹی سے پوچھ رہی تھیں۔

''خواہش تو ہے مگر جنون نہیں...... کہتے ہیں ہو جائیں گے۔''

''لو...... سال ہونے کو ہے اور کب ہو گا...... اِدھر شادی ہوتی ہے اُدھر بچہ پڑ جاتا ہے۔ ویسے تو انہیں تم سے ہر چیز چاہیے، بچے کے بارے میں فکر نہیں ہوئی۔ مجھے تو لگتا ہے کچھ دال میں کالا ہے۔'' دلاور علی کے جانے کے بعد نعیمہ بیگم نے بیٹی سے کہا۔

''سالار کراچی سے آجائے تو تم دونوں میاں بیوی کسی اچھے لیڈی ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ دلاور صحیح کہہ رہا ہے۔ بچہ ہونے کے بعد ہی تم سالار کو نکیل ڈال سکتی ہو اور اس گھر میں قدم جما کر اپنی بات منوا سکتی ہو یوں چھڑی چھانٹ تو وہ تمہیں کبھی اہمیت نہیں دیں گے۔'' کتنی اہم بات تھی ارسہ نے سوچی ہی نہیں تھی۔

☆☆☆

''سال ہونے کو آیا ہے اور ہمارے ابھی تک کسی نئے مہمان کی آمد کی سن گن ہی نہیں ہوئی۔ میں سوچ رہی تھی کیوں نہ ہم کسی ڈاکٹر کے پاس چلیں۔'' اچانک ارسہ نے کہا تو سالار چونک گیا حالانکہ کراچی سے آنے کے بعد وہ خاصا ریلیکس تھا کیونکہ ارسہ نے میکے سے آتے ہی سالار کو انگوٹھی اور بقیہ رقم لوٹا دی تھی۔ جس سے سالار کے سارے اندیشے زائل ہو گئے تھے پھر ان کا بھائی جو طرزِ عمل کر کے گیا تھا اس نے نہ صرف گھر والوں کو بلکہ سالار کو بھی خاصا مطمئن کر دیا تھا۔ دلاور کے رویے کی بدولت ہی سالار نے ارسہ سے انگوٹھی لیتے وقت کوئی بحث نہیں کی تھی۔ بات تو ارسہ صحیح کہہ رہی تھی۔

''لیکن یہ بات تو گھر والے سوچیں گے، میں کیسے پیش رفت کر سکتا ہوں۔'' اس نے ہنس کر ارسہ سے کہہ دیا۔ ارسہ بے چین ہو گئی۔

''گھر والے تو مجھے لگتا ہے ایسا کبھی نہیں سوچیں گے۔'' وہ جل کر بڑبڑائی۔ سالار اس کی چاہت دیکھتے ہوئے اس کے قریب آگیا۔

''تو یہ کون سا مشکل معاملہ ہے تم خود چلی جانا۔ بہر حال میں تمہیں لے کر نہیں جا سکتا۔ تمہیں پتا ہے بڑی اماں کا وہ باتیں بنائیں گی کہ کل

شادی ہوئی ہے اور آج بیوی کو علاج کے لیے اٹھائے اٹھائے پھر رہا ہے اور پھر پتا نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی دیر ہے۔ خوامخواہ ایشو بن جائے گا۔ میں مریم آپی کو بلالوں گا وہی تمہیں لے جائیں گے۔ اب خوش ہو تم؟'' ارسہ دل سے خوش نہ ہوئی پر جبراً مسکرادی۔ وہ چاہتی تھی سالار بھی ساتھ جائے اور اپنا ٹیسٹ کرالے۔ آخر کمزوری کسی میں بھی ہوسکتی ہے لیکن اس کافی الحال منہ نہ پڑا۔

''ارے ہاں، دیکھو میں تو بھول ہی گیا۔ دو روز ہوگئے مجھے آئے ہوئے۔ تمہارے لیے ایک سرپرائز گفٹ لایا تھا۔'' اس کے ساتھ ہی سالار نے اپنا سفری بیگ کھولا جس میں ابھی تک بن دھلے کپڑے یونہی پڑے تھے۔

''یار، یہ کپڑے تو ماسی سے دھلوالیتیں۔ اسمیل ہوگئی ہے۔'' اس نے بنا دھلے کپڑے ایک طرف ڈالے۔

''ایک ہفتے کے بعد آتی ہے ماسی ابھی دو دن قبل ہی تو مشین لگا کر گئی ہے۔''

''تو کیا ایک ہفتے تک کپڑے اسی بیگ میں پڑے رہیں گے۔'' سالار کو جھنجلاہٹ ہوئی۔

''خیر...... انہیں صبح دھوپ میں ڈال کر واشنگ مشین میں ڈال دینا۔ ماسی جب بھی آئے گی دھولے گی اور اب یہ دیکھو...... تمہارے لیے۔'' اس نے ایک چھوٹا سا جیولری بکس ارسہ کی طرف بڑھایا۔ ارسہ نے اشتیاق سے جھپٹنے والے انداز میں سے چھینا۔ سالار ہنسنے لگا۔

''آرام سے...... تمہیں ہی دے رہا ہوں۔'' ارسہ نے بے چینی سے کھولا اس میں سونے کے ٹاپس تھے۔

''بہت خوبصورت اور نفیس اور بہت زبردست ہیں۔'' وہ بے ساختہ سراہ گئی۔

''اس کے علاوہ ایک عدد جوتی بھی ہے۔ وہ تمہیں نیچے امی سے ملے گی۔''

''وہ دے دی ہے انہوں نے مجھے۔ بڑا عجیب لگا مجھے...... صاحب شادی کے بعد شہر سے باہر بھی گئے تو کیا لائے۔ جوتے...... پورے گھر والوں کے...... یہاں جوتے نہیں ملتے۔''

''بے وقوف لڑکی۔'' سالار ہنس دیا۔ ''اماں جی نے کہا تھا سب کی جوتیاں ضرور لانا۔ خاص طور پر تمہاری۔''

''کیوں، انہوں نے کہیں سر پر تو نہیں مارنی تھیں؟'' سالار ہنس دیا۔

''سر پر مارنے کے لیے نہیں پاؤں میں پہننے کے لیے۔ ان کے نظریے کے مطابق مرد جب سفر پر جائے تو اپنی زنانی کی چپل ضرور لائے۔ اس سے ان کی جوڑی میں برکت ہوتی ہے یا شاید دوسرے معنوں میں کہہ لو یہ سمبل ہے جوڑا قائم رہے گا۔''

''عجیب لاجک ہے۔'' ارسہ کو اچھا بھی لگا اور حیرت بھی ہوئی۔ ''تو سب زنانیوں کی جوتیاں کیوں لے آئے۔''

''سب کے جوڑے سلامت رہیں اس لیے۔'' سالار نے بے ساختہ کہا تو دونوں ہی ہنس دیے۔

☆☆☆

''میں تو خود سوچ رہی تھی کہ امی سے بات کروں کہ ارسہ کو کسی ڈاکٹر کو دکھائیں لیکن لگتا ہے امی کا اس طرف دھیان ہی نہیں۔ نایاب کی شادی تمہارے ساتھ ہی ہوئی تھی وہ بک ہوچکی ہے۔ ہمیں بھی ارسہ کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ کہیں لیٹ ہونا کسی مسائل کی وجہ سے نہ ہو۔''

''مجھے تو مریم آپی سچ پوچھیں نا جھجک آتی ہے امی سے بات کرتے ہوئے۔'' سالار بولا۔

''ہاں...... ہاں تو تمہیں کیا ضرورت ہے بات کرنے کی، میں خود آ کر لے جاؤں گی اسے کسی ڈاکٹر کے پاس اور مجھے پتا ہے امی نے کچھ نہیں کہنا۔''

''اچھا تو پھر کب آ رہی ہیں آپ؟''

''دیکھو...... میرے بچوں کے ایگزامز ہو رہے ہیں۔ ہفتہ دس دن تو مجھے بالکل بھی فرصت نہیں۔ اس کے بعد دیکھ لیں گے۔'' سالار نے فون بند کر دیا تو ارسہ چڑ گئی۔ منہ پھلا کر بولی۔

''ابھی دس دن اور انتظار کرنا پڑے گا۔ واہ...... اللہ میاں...... کس جگہ پھنسایا ہے مجھے۔ ایک ڈاکٹر کے پاس جانے کے لیے بھی کتنی محتاجگی ہے، کتنا مجبور شوہر ہے میرا۔ مجھے کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس بھی لے کر نہیں جا سکتا۔ اوہ میرے اللہ...... اسے یہ خوف ہے کہ اس کی ماں اس کے بارے میں کیا سوچے گی کہ اسے بچوں کی خواہش ہو رہی ہے۔ مائی گاڈ......'' ارسہ نے غصہ ضبط کرتے ہوئے گرم سانس کو پھنکار کر باہر نکالا اور تنتنا کر سالار کے پاس سے کھڑی ہو گئی۔ سالار اپنے گھریلو ماحول اور بنیادی تربیت کی وجہ سے اس وقت ارسہ کے سامنے واقعی لپپا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے ارسہ کو ہاتھ پکڑ کر واپس اپنے پاس بٹھا لیا۔

''اچھا...... ناراض مت ہو۔ ایک حل اور بھی ہے۔ تم کل اپنے گھر چلی جاؤ پھر وہاں سے اپنی کسی بھابی یا بہن کے ساتھ جس ڈاکٹر کو چاہو چیک کروا لو اور یہ رکھو۔'' اس نے والٹ کھول کر ہزار، ہزار کے تین چار نوٹ اس کے سامنے رکھ دیے۔ یہ تجویز ارسہ کو پسند آئی تھی۔ یکدم اس کا غبار چھٹ گیا۔

☆☆☆

''آج یہ پھر میکے جا رہی ہے۔ ابھی آٹھ دس دن تو رہ کر آئی تھی۔'' عشرت بیگم نے اچھنبے سے سوال کیا۔

''وہ بات یہ ہے امی..... ارسہ کی امی کی طبیعت رات کو بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے ارسہ ساری رات پریشان رہی۔ صبح میں نے پوچھا تو مجھے تو بتا بھی نہیں رہی تھی کہ اس کی رات اپنے گھر والوں سے بات ہوئی تھی۔ میں نے سوچا چلو..... چھوڑتا ہوا چلا جاؤں گا مل لے گی اپنی امی سے۔'' سالار نے نظریں چراتے ہوئے جھوٹ بولا تو عشرت بیگم چپ ہوگئیں۔

''دائمی شوگر اور بلڈ پریشر کی مریض ہوں میں بھی، اچانک طبیعت ایسی خراب ہوتی ہے دن بھر ہوش نہیں رہتا۔ آئے دن بیٹیاں نہیں چلی آتی ہیں۔ اپنے گھر بار بھی دیکھے جاتے ہیں۔ اب یہ نایاب کو ہی دیکھ لو، ریڑھ کی ہڈی کی مریضہ ہے اس کی ساس مجال ہے وہ بچی ایک رات بھی شادی کے بعد میکے میں رکی ہو۔ جاتے ہی گھر کی ذمے داریاں سنبھال لیں پھر ارسہ کی ماں کوئی اچانک بیمار نہیں ہوئیں۔ کئی برسوں سے اس مرض میں مبتلا ہیں۔ پھر بھی ایسے اتاؤلی ہو کر بھاگتی ہے جیسے اچانک افتاد آگئی ہو۔ گھر کی ذمے داریوں کا احساس ہی نہیں پر اسے کیا کہوں بیٹا ہی نالائق ہے میرا۔ بیٹے کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اب تو ڈر لگنے لگا ہے اس کی بیوقوفیوں سے بھی۔'' عشرت بیگم سبزی بناتے ہوئے منجھلی بہو سحرش کو بتا رہی تھیں جو اپنے دو بیمار بچوں کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔

☆☆☆

''وہ تو شکر ہوا کہ وہ سالار کی بہن کے ساتھ لیڈی ڈاکٹر کے پاس نہیں گئی ورنہ سارا پول کھل جاتا۔ لیڈی ڈاکٹر نے مسئلہ بتا دیا ہے ارسہ کو۔ باقاعدہ تین ماہ علاج ہوگا۔ اس کے بعد حمل کی امید کی جاسکتی ہے۔ میرا تو پورا ہی دن ضائع ہوگیا..... پہلے ٹیسٹ کروانے پر رپورٹوں کا انتظار کیا پھر کہیں جا کر کہیں خلاصی ہوئی۔'' ماجدہ کمر پکڑ کر چارپائی پر لیٹ گئی۔

''کچھ بڑا مسئلہ تو نہیں بتا دیا ڈاکٹر نے؟'' نعیمہ بیگم پریشانی سے بولیں۔

''پتا نہیں..... تین ماہ کے بعد پتا چلے گا۔ فی الحال تو آپ اسے یہ دوائیاں منگوا دیں۔''

''نہیں..... رہنے دیں آپی..... میں گھر جا کر سالار سے منگوا لوں گی۔'' وہ مایوسی سے بولی تو ماجدہ بھڑک کر بولی۔

''دماغ درست ہے تیرا۔ وہ تیری دوائیں لینے جائے گا تو اسے تیرے مرض کے متعلق پتا چل جائے گا۔ دوائیاں یہیں سے منگوا کر لے جا۔ جب ختم ہوجائیں تو اور یہیں سے آتے جاتے لے جانا اور کوشش کرنا ان تین ماہ میں سالار کو تمہارے متعلق کچھ پتا نہ چلے۔''

''اور جب میں دوا کھاؤں گی تب تو پوچھے گا وہ؟''

''ہاں تو کہہ دینا۔ ڈاکٹر نے دی ہے۔ اب یہ دوا پہ لکھا تو نہیں ہوا کہ مسئلہ کیا ہے۔ اب جاؤ اور جا کر کسی سے دوا منگواؤ اور ہاں میرے لیے ذرا اچھی سی چائے بھی بناتی لانا۔'' ارسہ بے دلی سے کمرے سے نکل گئی۔

''مجھے کچھ بتاؤ گی ماجدہ کہ مسئلہ کیا ہے؟'' نعیمہ بیگم پریشان ہو کر بیٹھ گئیں۔ ماجدہ ماں کی طرف دیکھ کر بولی۔

''اس کی بچے دانی میں رسولیاں ہیں۔ اگر پریگننسی جلدی نہ ہوئی تو وہ رسولیاں بڑھتی جائیں گی اور آگے مشکل ہوسکتی ہے۔''

''ہائے میرے اللہ...... یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔'' نعیمہ بیگم نے پریشانی سے سر تھام لیا۔

''اب اتنی بھی خطرناک بات نہیں ہے۔ بڑے جدید علاج آگئے ہیں۔ آپ دعا کریں اسے جلد حمل ٹھہر جائے۔ ایسے کیسز میں بچہ ہو بھی جاتا ہے۔ مگر اس کے ضائع ہونے کے بھی امکان ہوتے ہیں۔ بہت اچھی ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی ہوں میں اسے۔ امید دلا رہی تھیں کہ انشاء اللہ رزلٹ اچھا ہی آئے گا۔ اب یہ باقاعدہ علاج کرے۔ جب بات ہے۔'' ماجدہ نے ارسہ کو واپس کمرے میں آتا دیکھ کر عجیب نگاہوں سے کہا تو نعیمہ بیگم نے پریشانی سے سر پکڑ لیا۔

☆☆☆

''ایسی بھی کیا جلدی ہے مریم...... ابھی تو سال بھی نہیں ہوا۔ ہو جائے گا بچہ۔ اللہ کی طرف سے دیر ہے تو اس میں حکمت ہی ہوگی اور ویسے بھی سال دو سال تو ایسے ہی نکل جاتے ہیں۔ مجھے خود چار سال بعد پہلا بچہ ہوا تھا۔''

''امی! آپ کا وقت اور تھا۔ اب معاملات اور ہیں۔ اب ڈاکٹرز بھی یہی کہتے ہیں زیادہ دیر کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ کچھ دن میں نایاب کا چھلا ہو جائے گا سب پھر ارسہ کے متعلق پوچھیں گے۔ کیا بہتر نہیں کہ ہم اسے دکھا لیں۔'' عشرت بیگم قائل ہوگئیں۔

''اچھا ٹھیک ہے۔ لے جانا اسے...... پر آج تو گاڑی نہیں ہے کل پرسوں کا دن رکھ لو۔'' ارسہ سب کچھ چلتے پھرتے سن رہی تھی اور دل ہی دل میں پریشان بھی تھی کہ کس طرح اس بلا کو ٹالے۔ شام کو جب سالار آیا تو وہ اس پر ناراض ہونے لگی۔

''اب اپنی بہن کو خود ہی ٹالیں۔ میں ایک ڈاکٹر کی دوا کھا رہی ہوں۔ وہی کافی ہے میرے لیے۔''

''میرا خیال ہے تم مریم آپی کے ساتھ چلی جاؤ۔ وہ اچھی تجربہ کار ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں گی تمہیں اور ویسے بھی دس دن ہو گئے ہیں تمہیں ادویات کھاتے ہوئے۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا جب تمہیں کوئی مرض نہیں بتایا ڈاکٹر نے تو تمہیں دوا کس چیز کی کھلا رہی ہے۔'' سالار کی دلیل کے سامنے ارسہ کو خاموش ہونا پڑا۔ کیا کہتی۔

تیسرے دن ہی مریم اسپیشل اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کے لیے آگئی۔

ڈاکٹر انجم لیفٹیننٹ کرنل لیڈی ڈاکٹر تھیں۔ سی ایم ایچ کی سب سے سینئر ڈاکٹر...... انہوں نے ارسہ کا اچھی طرح سے چیک اپ کیا پھر الٹرا ساؤنڈ کرتے ہوئے کہنے لگیں۔

''پانی کی تھلیاں بن رہی ہیں۔ میں میڈیسن دیتی ہوں۔ کچھ دن وہ کھالیں پھر ایک ماہ کے بعد آ کر مجھے چیک کرائیں۔''

''ڈاکٹر صاحبہ کوئی پریشانی کی بات تو نہیں؟'' مریم نے فکرمندی سے پوچھا۔

''بالکل پریشانی کی بات نہیں۔ انشاء اللہ صاحب اولاد ہو جائیں گی۔ ویسے شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے۔'' ڈاکٹر نے نسخہ لکھتے ہوئے پوچھا۔

''تقریباً ایک سال۔'' ارسہ نے جواب دیا۔

''پھر تو کوئی بھی مسئلہ نہیں ہے۔ آپ یہ میڈیسن لے لیں اور نیکسٹ ٹائم آئیں تو ہسبینڈ کے ساتھ آئیں۔''

''وہ کیوں میڈیم؟'' مریم نے پوچھا۔ ڈاکٹر انجم ہنس دیں۔

''وہ آئیں گے تو آپ کو بھی پتا چل جائے گا۔ ہوسکتا ہے اس کی ضرورت بھی نہ پڑے۔''

''تو کیا آپ ان کا ٹیسٹ کروائیں گی؟'' ارسہ نے پٹاخ سے کہا تو ڈاکٹر انجم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ نسخہ اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے بولیں۔

''فی الحال آپ اپنا علاج کریں۔ ہسبینڈ کے جو معاملات ہوں گے وہ ہم بعد میں دیکھیں گے۔''

''آپ ایسا کریں میڈیم...... ان کا بھی ٹیسٹ لکھ دیں۔ ہوسکتا ہے اس کی ضرورت پڑ ہی جائے۔'' ارسہ بے چینی سے بولی تو مریم کی پریشانی عرق آلود ہوگئی۔

''بہت جلدی ہو رہی ہے آپ کو بچے کی؟'' ڈاکٹر انجم نے پیشہ وارانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور نسخے کے پیچھے ٹیسٹ لکھ دیا۔

''فی الحال مسئلہ آپ کا نظر آتا ہے۔ آپ اس کا علاج کریں۔'' وہ دونوں گھر آگئیں۔

مریم پریشان تھی کہ کس طرح ارسہ کے سامنے ماں کو بتائے کہ ارسہ نے وہاں کیا حرکت کی ابھی وہ تذبذب میں تھی کہ ارسہ نے نسخہ ساس کے سامنے کر دیا اور برقع اتارتے ہوئے بولی۔

''ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ادویات کھائیں اور اپنے ہسبینڈ کو اگلی بار ساتھ لے کر آئیں۔ وہ ان کا بھی ٹیسٹ لیں گی۔''

''کس چیز کا ٹیسٹ؟'' عشرت بیگم کو غصہ آگیا، پہلے وہ تمہارا علاج تو کرلیں پھر ہی ٹیسٹ مانگ لیں اس کا۔''

''اچھا ارسہ، تم اپنے کمرے میں جاؤ۔'' سچوایشن کو سمجھتے ہوئے مریم نے ارسہ کو ٹال دیا اور ماں کو کول کرنے لگی۔

''بے وقوف ہے یہ لڑکی اور کچھ نہیں۔ حالانکہ ڈاکٹر نے ایسے نہیں کہا تھا جیسے یہ بتا رہی ہے۔''

''ہاں تو تم نے اس کے منہ پر کیوں نہیں کہی یہ بات۔''

''چھوڑیں امی...... ایسے ہی گھر میں بات بڑھتی۔ اولاد تو ہمارے سالار کی ہی ہوگی ناں...... وہ جس طرح مطمئن ہونا چاہتی ہے ہو جائے۔''

''تو یہ کیا معمولی بات ہے اس نے گھر میں گھستے ہی مجھے کہہ دیا کہ ہسبینڈ کا ٹیسٹ مانگا ہے۔ اس کے کرنے کی تھی یہ بات...... پانچ پانچ سال بچے نہیں ہوتے۔ کبھی لڑکیاں منہ پر ایسی بات نہیں لاتیں۔ کون سی بے یقینی تھی اسے جو اس نے یہ بات کہی۔''

''چھوڑیں امی...... آپ کیوں اپنا بلڈ پریشر بڑھا رہی ہیں، میں سمجھا دوں گی اسے وہ ایسی بات نہ کرے۔ اس میں ہماری ہی نہیں اس کی بھی عزت خراب ہونے والی بات ہے۔''

''تو کیا یہ بات اسے خود نہیں سمجھ آئی۔ لاحول ولا...... کیسی منہ پھٹ لڑکی ہے۔ مجھے پٹاخ سے کہہ دیا ہے کہ شوہر کا ٹیسٹ مانگا ہے۔''

عشرت بیگم کا غصہ دیکھتے ہوئے مریم ساری بات دل ہی میں رکھ کر اپنے گھر چلی گئی۔ مبادا اماں زیادہ مشتعل نہ ہو جائے۔

☆☆☆

''کیا ہوا...... خیریت تھی سالار بغیر ناشتے کے ہی چلا گیا؟'' سحرش نے ارسہ کو کچن میں پا کر پوچھا۔

''کیا بتاؤں بھابی...... سمجھ نہیں آتی ان لوگوں کی...... کل میں مریم آپی کے ساتھ لیڈی ڈاکٹر کے پاس گئی تھی۔ انہوں نے سالار کا ٹیسٹ مانگ لیا۔ بھلا اس میں میرا کیا قصور...... اِدھر ماں کا منہ بن گیا اُدھر موصوف رات بھر سے منہ پھلائے ہوئے ہیں۔''

''تو یہ بات تھی۔'' سحرش حیران ہوئی۔ پھر اس نے یہی بات جب الباب سے کہی تو الباب کو غصہ آ گیا۔

''تمہیں یقین ہو گا اس کی باتوں کا میں تو اس کی بات کا یقین نہیں کر سکتا۔''

''آپ کی بہن مریم بھی تو تھی اس کے ساتھ۔'' سحرش نے جرح کی۔

''مریم کم تعلیم یافتہ ہے...... نہ جانے اس نے انگلش میں کیا گڑ بڑ کر کے لیڈی ڈاکٹر سے ٹیسٹ لکھوایا ہے۔''

''ویسے الباب...... آپ خوامخواہ غصہ کر رہے ہیں، میں دیکھ رہی ہوں۔ ارسہ کے موضوع سے آپ بہت جلد غصے میں آ جاتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے آپ چڑنے لگے ہیں اس سے۔ ہمیشہ ہی نیگیٹو سوچتے ہیں اس کے بارے میں اگر ڈاکٹر نے سالار کا ٹیسٹ لکھ بھی دیا ہے تو اس میں سالار یا آپ اتنا غصے میں کیوں آ رہے ہیں۔ کروا لینے میں کیا حرج ہے۔'' سحرش کو الباب نے تنقیدی انداز میں دیکھا اور تاسف سے بولا۔

''لگتا ہے تمہیں ارسہ سے زیادہ ہمدردی ہو گئی ہے۔ ایک گندی مچھلی سارے جل کر گندا کرتی ہے۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ تمہارے اوپر کہیں ارسہ کا رنگ نہ چڑھنا شروع ہو جائے۔'' الباب یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا سحرش ہق دق رہ گئی۔

☆☆☆

سحرش کی چاروں بچیاں جیسے ہی پڑھائی سے فارغ ہوتیں ارسہ کے کمرے میں گھسی رہتیں، ٹیوٹر آتا تو سحرش انہیں آوازیں دے رہی ہے۔ قاری آتا تو سحرش پکار رہی ہے۔ یہاں تک کہ رات کو سونے کے لیے الباب بچیوں کو بلانے کے لیے پچھلے پورشن سے آتا تھا۔ اسے ہر وقت بچیوں کا ارسہ کے کمرے میں گھسے رہنا بالکل اچھا نہیں لگتا تھا۔ وہ یہ بات سحرش کو کئی بار باور کرا چکا تھا۔ سحرش ان...... کو روکتی بھی تھی لیکن بچیاں آنکھ مچولی کھیل کر پھر کمرے میں گھس جاتی تھیں۔ ارسہ کے کمرے میں ان کے لیے سب سے اٹریکٹیو چیز میک اپ کا خزانہ تھا۔ ارسہ ان کے نت نئے ہیر اسٹائل بناتی۔ ان کا میک اپ کرتی تو بچیاں بہت خوش ہوتیں۔ انہی باتوں کی وجہ سے وہ ارسہ کو سب سے اچھا سمجھتی تھیں لیکن جب وہ کمرے سے باہر نکلتیں تو ارسہ ان کے منہ ہاتھ دھلوا دیتی تھی۔ اسے پتا تھا اماں جی سے لے کر الباب بھائی تک سب ان خرافات کو ناپسند کرتے ہیں۔ بچیوں کا دل بھی خوش ہو جاتا تھا اور وہ گھر والوں کی تنقید سے بھی بچی رہتی تھی۔ وہ اکثر سوچتی تھی ان معصوم بچیوں کا کیا قصور ہے۔ جنہیں ان لوگوں نے وقت سے پہلے مرجھا دیا ہے۔

کیا اٹریکشن ہے بچوں کے لیے ایسی زندگی میں جہاں صرف روک ٹوک کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ارسہ واش روم میں تھی چاروں بچیوں نے کمرے میں گھس کر خود ہی ایک دوسرے کا میک اپ کر لیا تھا۔ وہ اپنے اس کارنامے پر خوشی سے ناچ رہی تھیں تبھی سحرش نے آواز دی کہ قاری آ گیا ہے۔ وہ ایسے ہی نیچے آ گئیں۔

''یہ تمہاری شکلوں کا کیا حال ہو رہا ہے؟'' سحرش نے غصے سے ڈپٹا۔ اماں جی کی نگاہ پڑی تو انہوں نے واویلا کر دیا۔

''اور بھپھو...... میں روکتی ہوں تو تم سب کو برا لگتا ہے۔ یہ لچھن سیکھ رہی ہیں یہ وہاں۔ خوب اچھی تربیت ہو جائے گی دلہن...... تم بھی مزے سے مگن بیٹھی رہتی ہو۔ دو دو گھنٹے دیکھتی ہی نہیں کہ بچیاں کہاں ہیں۔ بیٹیوں کی ذات ہے...... اتنی لاعلمی تمہاری اچھی نہیں ہے۔'' سحرش مجرم سی بن گئی۔ اسے بچیوں پہ سخت غصہ آ رہا تھا۔

''تمہارے بابا گھر پر نہیں اگر وہ دیکھیں گے تو تم پہ ہی نہیں مجھ پر بھی غصہ کریں گے۔ کیا مصیبت تھی تمہیں یہ کچھ کرنے کی۔'' اس نے بڑی بچی کو پکڑ کر دو تھپڑ لگا دیے۔

''مما...... میک اپ کرنے میں کیا برائی ہے۔ چاچی بھی تو میک اپ کرتی ہیں؟'' تیسری بچی نے معصومیت سے کہا۔

''وہ بڑی ہیں شادی شدہ ہیں۔ تم معصوم بچے ہو...... ساری اسکن خراب ہو جائے گی تمہاری۔ تم نے دیکھا ہے میں کبھی میک اپ کرتی ہوں۔ گندا ہوتا ہے یہ...... نہیں کرنا چاہئے۔'' سحرش بچیوں کے منہ ہاتھ دھلواتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ تبھی چھوٹی بچی معصومیت سے بولی۔

''کوئی نہیں جی اگر یہ گندی چیز ہوتی تو چاچی ہمارے نہ لگاتیں۔ وہ تو روزانہ ہمارا میک اپ کرتی ہیں۔ اپنے موبائل سے ہماری تصویریں بناتی ہیں پھر ہم سب دیکھتے ہیں۔ پھر وہ گانے چلاتی ہیں۔ ہم اچھلتے کودتے ہیں۔ ہمیں ناچنا تو آتا نہیں پر چاچی کہتی ہیں کہ سکھا دیں گی۔ وہ کلپنگ کرتی رہتی ہیں اور ہمیں مزہ آتا ہے۔''

''اُف میرے خدا...... یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو ثمن اگر تمہارے بابا کو پتا چل گیا تو وہ تمہارا گلا ہی دبا دیں گے۔''

''بابا تو ہیں ہی گندے...... ہر وقت غصہ کرتے رہتے ہیں۔ سالار چاچو اچھے ہیں انہیں تو غصہ ہی نہیں آتا۔ کبھی نہیں ڈانٹتے۔''

''ہاں...... تمہیں تو جیسے پتا ہے ناں کہ اسے غصہ نہیں آتا۔ غصہ آ جائے اسے تو وہ پاگل ہو جاتا ہے۔''

''پر ہمیں تو کچھ نہیں کہتے ناں، وہ بابا تو ہر وقت غصہ ہی کرتے رہتے ہیں۔''

''کہوں گی تمہارے بابا سے...... رات آ جائیں گے ناں۔ بتاؤں گی انہیں، آپ کی ثمن لاڈلی آپ کی برائیاں کر رہی تھی۔''

''بتا دیجئے گا...... میں بھی کہہ دوں گی میں نے تو ایسا کہا ہی نہیں۔'' ثمن نے ہاتھ نچا کر تالی بجائی اور جھٹ سے بھاگ گئی۔ سحرش کو تو اس کی شرارت پر ہنسی آ گئی لیکن عشرت بیگم جو دیر سے پوتی کو دیکھ رہی تھیں تفکر میں گرفتار ہو گئیں۔ جھوٹ بولنے کی عادت انہوں نے ارسہ میں پائی تھی۔ یہی عادت اگر بچیوں میں آ گئی...... تب الباب تو سحرش کا جینا حرام کر دے گا۔

''یا اللہ...... میں کیسے خاندان کی لڑکی کو اپنے گھر میں لے آئی ہوں تو ہی میرے خاندان کا سکون اور وقار قائم رکھنا۔'' وہ دل ہی دل میں دعا گو تھیں۔

☆☆☆

''کیا ہوا بھابی...... بچیوں کو آپ نے میرے کمرے میں آنے سے کیوں روک دیا؟'' سحرش نے ارسہ کو کوئی جواب نہیں دیا تو ارسہ سمیع اللہ کو گود میں اٹھاتے ہوئے بولی۔

''مجھے پتا ہے امی نے روکا ہوگا۔ پتا نہیں یہ ساسیں کیوں چاہتی ہیں اگر ایک گھر میں دو بہوئیں ہیں تو ان کی آپس میں نہ بنے۔''

''نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔'' سحرش نے رکھائی سے کہا'' بچوں کے ایگزیم شروع ہوگئے ہیں اس وجہ سے انہیں ٹائم نہیں ملتا۔''

''لیکن حمنی مجھے بتا رہی تھی کہ الباب بھائی نے آپ پر سختی کی ہے کہ بچے میرے کمرے میں نہ آئیں۔ کیوں...... بھابی کیا میں اس گھر کی فرد نہیں ہوں اور پھر بچوں نے اگر میک اپ کر بھی لیا تو ان باتوں سے کون سی قیامت آجاتی ہے۔ بچوں کا دل خوش ہوجاتا ہے۔''

''بات میک اپ کی نہیں ہے ارسہ...... تم میاں بیوی اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ معصوم بچے بھی تمہارے اردگرد بیٹھے ہوئے ہیں، میں پانچ بچوں کی ماں ہوں لیکن ہم لوگ اپنے بچوں کے سامنے تہذیب میں رہتے ہیں۔ میری چاروں بچیوں میں ثمن نڈر بھی ہے اور منہ پھٹ بھی۔ وہ بتا رہی تھی کہ چاچی...... چاچو کی گود میں سر رکھ کر لیٹ کر ٹی وی دیکھتی ہیں۔ کبھی چاچو کے چٹکی بھرتی ہیں کبھی گدگدی کرتی ہیں اور اس بے وقوف نے یہ سب کچھ اپنے باپ سے کہا ہے۔'' ابھی سحرش کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ارسہ ہنس دی اور پھر ہنستی چلی گئی۔

''اتنا سب کچھ تو بچے ٹی وی ڈراموں میں، فلموں میں بھی دیکھ رہے ہیں۔'' وہ الٹا سحرش کا بھی مذاق اڑا رہی تھی۔ سحرش کو ارسہ کی بے پروائی پر سخت غصہ آیا۔

''اول تو ہم لوگ بچوں کو ایسا کچھ دیکھنے ہی نہیں دیتے...... دوسری بات یہ ہے کہ فلم، ڈرامے، انٹرٹینمنٹ کا ذریعہ ہے ہم اپنے بچوں کے لیے ایسی انٹرٹینمنٹ کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔ ہماری اپنی تہذیب ہے ایک ماحول ہے ہمارا...... فلموں میں تو ہیروئنز بے لباس ہو کر بھی آتی ہیں تو پھر ہمیں وہی سب کچھ اپنا لینا چاہیے۔''

''ارے بھابی...... آپ تو جذباتی ہی ہوگئیں۔ میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی۔ یقین کریں کبھی بے دھیانی میں ہوگیا ہوگا ایسا...... سالار تو خود ایسے معاملات میں بہت وہمی ہیں بلکہ مجھے ہی ٹوکتے رہتے ہیں کہ بچے بیٹھے ہوئے ہیں خیال کرو۔'' سحرش نے دزدیدہ نگاہوں سے ارسہ کی طرف دیکھا۔

''تو گویا اس کے کہنے پر بھی تم سے کنٹرول نہیں ہوتا۔'' وہ تاسف سے سوچ کر رہ گئی۔

☆☆☆

''آخر کب تک اس طرح منہ پھلا کر پھرتے رہو گے۔ اسے تو اپنے کہے گئے لفظوں پر نہ تو ندامت ہے اور نہ شرمندگی...... کھایا پیا اور آدھے دن پڑ کر سوئی رہی۔ کچھ عرصے سے دیکھ رہی ہوں ایک نیا ہی ڈھنگ اپنا لیا ہے۔ کبھی سحرش کی طرف چلی جاتی ہے اور کبھی نازیہ کی طرف...... حالانکہ میں الباب کی عادت کو جانتی ہوں اس نے اپنی بچیوں تک کو روکا ہوا ہے تمہارے کمرے میں جانے سے مگر اس کی بیوی کی سمجھ نہیں آتی۔ کیوں دیورانی کو گود میں بٹھا رہی ہے۔ جب دیکھو اپنے کمرے میں لیے بیٹھی رہے گی۔ اِدھر ہنسی ٹھٹول...... ایک تم ہو...... ہر بات کو جان کا روگ ہی بنا لیتے ہو...... اماں جی کی وجہ سے میں تو تم سے کوئی بات نہیں کرتی۔ ان کے کانوں میں یہ بات پڑ گئی تو حشر مچا دیں گی۔ سمجھ نہیں آتا قدرت نے ہمیں کس امتحان میں ڈال دیا ہے۔ مجال ہے وہ لڑکی ایک انچ بھی تبدیل ہوئی ہو۔ میرے تو کانوں سے یہ الفاظ نہیں نکل رہے کہ اس نے ڈاکٹر کے پاس سے آنے کے بعد مجھے کیسے کہا کہ ٹیسٹ مانگ رہی ہے ڈاکٹر۔'' سالار سر جھکائے بیٹھا رہا۔ اسے خود بھی ارسہ کے رویے کا رنج و غصہ تھا۔

''ایک بات کان کھول کر سن لو سالار۔ اگلے ماہ میں خود جاؤں گی ڈاکٹر کے پاس اسے لے کر اگر ڈاکٹر نے یہ بات مجھے کہہ دی کہ ارسہ میں ہی کوئی نقص ہے تو یاد رکھنا سالار پھر میں اس لڑکی کو اپنے گھر میں نہیں بساؤں گی۔'' عشرت بیگم کے الفاظ بڑے ہی کڑوے اور نوکیلے تھے۔ جنہیں ارسہ نے کان لگا کر بغور سنا تھا اور اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

☆☆☆

''مجھے سمجھ نہیں آتا مریم آپی میں کیا کروں، تھک گیا ہوں میں...... ایک سال کے عرصے میں مجھے اتنی خوشیاں نہیں ملیں جتنی ارسہ نے اذیتیں دی ہیں۔ کتنی بڑی بات تھی یہ جسے کہنے کے بعد اسے افسوس تک نہیں ہے۔ بتائیں پھر میرے لیے دل میں اس کے لیے کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔''

''مجھے تو خود سمجھ نہیں آتا سالار...... کہ وہ ایسی حرکتیں کیوں کرتی ہے۔ آخر اسے اس گھر میں رہنا ہے۔ کیا یہ بسنے والے کام ہیں۔'' مریم کو خود افسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس بات کے بیچ میں تھی اور ارسہ نے اس بات کا لحاظ ہی نہ کیا اور منہ پھاڑ کر جھوٹ بول دیا۔

''اور امی صحیح کہہ رہی ہیں، وقت زیادہ گزرا تو وہ اس بات کو سب جگہ پھیلا دے گی۔''

''کیا کروں میں...... آپ ہی بتائیں......'' وہ سخت پریشان تھا۔

''دیکھو...... سالار تم میرے سب سے چھوٹے بھائی ہو...... میرے لیے بہت پیارے ہو...... میری بات کا ہرگز برا نہیں منانا۔ میاں بیوی کے درمیان اعتماد اور بھروسا ہی سب کچھ ہوتا ہے۔ مجھے لگتا ہے اپنی کمزوری کا پتا لگ جانے کے باوجود بھی ارسہ سمجھتی ہے کہ تمہیں بھی ڈاکٹر سے مل لینا چاہئے۔ اس لیے اگلی بار تم اسے ساتھ لے جانا تاکہ یہ معاملہ ہی ختم ہو جائے۔''

''ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔'' پھر اس نے اپنی ماں کی بات بتائی۔ مریم سوچ میں پڑ گئی۔

''تو تم ایسا کرو...... اپنے طور پر کسی ڈاکٹر سے مل لو۔ دیکھو...... میری بات کا غلط مطلب مت سمجھنا...... میں تو صرف یہ چاہتی ہوں، وہ منہ پھٹ اور بدزبان لڑکی ہے۔ اس سے قبل وہ اس بات کو مزید ہوا دے تم...... اس کا فوراً ہی سدباب کر دو۔ ٹیسٹ کرا کر...... اسے دے دو۔'' سالار کا چہرہ رنج و غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''دیکھو......سالار......اس بات کا صرف یہی حل ہے اور ہاں اس بات کا فیملی میں کسی کو پتا نہ چلے۔جس طرح امی نے کہا ہے ایسے ہی جذبات تمہارے بڑے بھائیوں کے بھی ہو سکتے ہیں۔گھر اجڑ جاتے ہیں ان باتوں پر۔صرف تم اس کی تسلی کے لیے ایسا کر دو۔''

''میں اس پہ کتنا بھروسا کرتا ہوں......یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی فیملی کی کیا کیا کمزوریاں ہیں اسے کبھی طعنہ نہیں دیتا......اس کے باوجود اس نے چند دن مجھ پر اعتبار نہ کیا۔''وہ رو دینے کو تھا۔

''کیوں کی تھی آپ لوگوں نے میری ایسی لڑکی سے شادی......جس نے مجھے اور میری محبت کو سمجھا ہی نہیں۔''اس نے اپنا سرخ چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں چھپالیا۔مریم کو اس کی معصومیت اور بے بسی پر بے حد ترس آیا۔دل تو اس کا بھی دکھا تھا۔ارسہ کے رویے سے وہ بہت ڈس ہارٹ ہوا تھا۔مریم نے اپنے تئیں ارسہ کو جھنجوڑا تھا لیکن وہ اطمینان سے کہہ چکی تھی۔

''مریم آپی مجھے سمجھ نہیں آتا کہ سالار اس بات کو انا کا مسئلہ کیوں بنا رہے ہیں۔کیا اولاد نہ ہونا عورت کی ہی کمزوری کی بنا پر ہوتا ہے۔''

''مگر تم تو اپنا علاج کرالو ارسہ......تبھی سالار کے بارے میں کچھ کہنا......کیوں وقت سے پہلے منہ سے بات نکال کر اپنی گرہستی خراب کر رہی ہو۔''

''ہاں......تو کرا رہی ہوں اپنا علاج......کوئی بہت بڑا مسئلہ نہیں ہے مجھے......اگر لیڈی ڈاکٹر نے انہیں بھی بلایا ہے تو انہیں بھی جانا چاہئے۔''اس بات پر مریم چکرا کر رہ گئی......ارسہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم تھی۔ادھر عشرت بیگم فیصلہ کر چکی تھیں اب تیسری صورت یہی تھی۔خاموشی سے وہی کام کرلیا جائے جسکی مریم نے سالار کو تجویز دی تھی۔

☆☆☆

سالار نے اپنی ٹیسٹ رپورٹ ارسہ کے سامنے رکھ دی تھی۔ارسہ شرمندگی کی وجہ سے سر بھی اٹھانے کے قابل نہیں تھی۔پھر وہ رو دی اور سالار سے معافیاں مانگنے لگی۔سالار کو فی الحال اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہوئی۔صرف اس نے اتنا کہا۔

''بڑا احسان ہوگا مجھ پر جو تم اس رپورٹ کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گی۔''

''آپ کا بہت بڑا دل ہے سالار......آپ میری بڑی سے بڑی کوتاہی کو معاف کر دیتے ہیں۔آپ بہت عظیم ہیں۔میں وعدہ کرتی ہوں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گی۔اگر ہمارے اولاد نہ بھی ہوئی تب بھی زندگی بھر آپ کے ساتھ رہوں گی۔بس آپ مجھے معاف کر دیں۔''وہ اپنے تئیں......اپنے شوہر کی دلجوئی کر رہی تھی۔

☆☆☆

''مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے ارسہ......اگر تم......انتظام کر دو تو......میں جلد ہی لوٹا دوں گا۔''

''نہیں بھائی جان......میں......آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتی،میرے گھریلو حالات تو پہلے ہی پریشان کن ہیں۔جب سے میں نے سالار سے اس کی ٹیسٹ رپورٹ مانگی تھی اس کا رویہ کھنچا ہوا ہے میرے ساتھ......اگر وہ میری طرف مائل بھی ہونے کی کوشش کرتا ہے تو ماں کے پیٹ

میں مروڑ اٹھنے لگتے ہیں۔''

''تو کیا ابھی تک تمہارے معاملات معمول پر نہیں آئے کتنی...... پرانی بات ہوگئی ہے وہ۔ کیا ابھی تک یاد رکھی ہے ان لوگوں نے۔'' دلاور علی ہر ایک بات سے آگاہ تھا۔

''آپ کو پتا تو ہے جس بات کو انا کا مسئلہ بنالیں چھوڑتے ہی کہاں ہیں۔'' ارسہ چڑچڑے انداز میں بتا رہی تھی۔ دلاور علی بے بس سا دکھائی دینے لگا۔

''بہت ہی کمزور اور دبو لڑکی نکلیں تم بھی۔ تمہاری جگہ اگر رابعہ ہوتی تو نہ صرف سالار کو کنٹرول کر لیتی بلکہ پورے گھر کو انگلیوں پر نچا رہی ہوتی اور اس بات کا ثبوت تمہارے سامنے ہے۔ تمہارے بعد شادی ہوئی تھی اس کی مگر کتنی جلدی اس گھر سے علیحدہ ہوگئی اور اپنی خوش حال زندگی گزار رہی ہے۔ اور تم ہو کہ اس سسٹم میں دبی پڑی ہو۔''

''صاحب اولاد ہوگئی رابعہ...... اس وجہ سے اس نے شاہد کو کنٹرول میں کر لیا۔ یہ کس بل بوتے پر اپنا طمطراق دکھائے۔'' نعیمہ بیگم نے بیٹی کی کمزوری کو سامنے کیا تو ارسہ افسردگی سے منہ لٹکا کر بیٹھی رہی۔

''اولاد ہونا ایک علیحدہ مسئلہ ہے اور شوہر کے دل میں جگہ بنانا ایک علیحدہ۔ کیا جن عورتوں کے بچے نہیں ہوتے ان عورتوں کے شوہر ان سے محبت نہیں کرتے اور پھر عرصہ ہی کتنا ہوا ہے تمہاری شادی کو۔ آج نہیں تو کل تمہارے اولاد ہو ہی جائے گی۔ اتنا مایوس کیوں ہو رہی ہو تم؟'' ارسہ ایسے ہی منہ لٹکائے بیٹھی رہی۔

''پریشانی کی تو بات ہے ناں...... دوسرا سال لگ گیا ہے اور اس کے اولاد ہی نہیں ہوئی۔'' نعیمہ بیگم نے رنجیدگی سے کہا۔ دلاور علی کو اس وقت پیسوں کی ضرورت تھی اور ارسہ نے اس معاملے سے انکار کر دیا تھا سو دلاور علی کو اس وقت ارسہ کی ذات میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ پھر وہ تھوڑی ہی دیر میں وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ نعیمہ بیگم بیٹی کی دلجوئی کرنے لگیں۔

''تم فکر نہ کرو...... اپنا علاج باقاعدگی سے جاری رکھو...... دیکھنا جلد تمہیں خوش خبری ملے گی...... تب پھر تم ان لوگوں سے اپنی ساری زیادتیوں کا بدلہ لے لینا...... بس ایک بار تمہارے وہاں قدم جم جائیں پھر تم سالار کو بلیک میل بھی کر سکتی ہو اور جس طرح چاہو اس سے اپنی بات منوا سکتی ہو۔'' نعیمہ بیگم بیٹی کو محبت سے اپنے قریب لگا کر سمجھا رہی تھیں۔

''بس تم ایک بار صاحب اولاد ہو جاؤ۔''

☆☆☆

''مجھے تمہارا روز روز میکے آنا جانا بالکل اچھا نہیں لگتا۔ یہ بات میں کتنی بار کہہ چکا ہوں...... پھر تم آئے دن جانے کا ذکر لے بیٹھتی ہو۔'' سالار کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ ارسہ دوسری بات ہی نہ کر سکی۔

زندگی اسی کشاکش میں گزر رہی تھی...... بے رونق اور بے کیف...... ہزار جتن کے بعد بھی وہ سالار کا موڈ پہلے جیسا کرنے میں کامیاب نہ

ہوسکی۔ نندیں آتی تھیں، وہ بھی کچھ کھنچی کھنچی رہتیں۔ اماں جی نے تو پہلے دن سے ہی اسے قبول نہیں کیا تھا۔ البتہ اس کی ساس کا بھی اب رویہ تبدیل ہو گیا تھا۔ اب پہلے کی طرح وہ اس کی طرف داری نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ خود بھی اس کے ہر عمل کو ٹیکنیو لینے لگی تھیں۔ اس صورت حال میں ارسہ کا دل کرتا تھا کہ اس گھر کو چھوڑ کر کہیں بھاگ جائے لیکن ایسا کرنا ناممکن تھا۔ میکے کے گھریلو معاشی مسائل اس کے سامنے تھے۔ دلاور بھائی نے امی کی ضروریات زندگی کو خاصا محدود کر دیا تھا۔ چھوٹے بھائی خرچ نہیں دیتے تھے۔ عجیب افراتفری اور بے سکونی سی تھی گھر میں...... ایسے میں اس کا میکے جانا ماں کے لیے ہی پھر وہ آسائشیں جن کی اسے یہاں عادت پڑ گئی تھی میکے میں کہاں تھیں۔ گرمی میں اے سی سردی میں ہیٹر، گرم پانی، اپنا سونا اپنا جاگنا، اچھا کھانا، اچھا پہننا کسی بھی چیز کی تنگی نہیں تھی یہاں۔ ہاں البتہ...... رویے سرد ہوتے جا رہے تھے۔ وہ اپنے ہی گھر میں خود کو اجنبی تصور کرنے لگی تھی۔ یہ دن اس کی زندگی کے سب سے منحوس ترین دن تھے۔ ایسے میں موبائل فون اس کے لیے کسی آکسیجن کی حیثیت رکھتا تھا۔ کبھی سالار نے اس کے موبائل پر بات کرنے پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ کبھی اسے بیلنس کی تنگی نہیں دی تھی۔ دن بھر وہ مختلف پیکج سے ایس ایم ایس میں لگی رہتی۔ فرحان اسے اس کے میسج کا جواب دیتا تو اس کی دن بھر کی کثافت اور تھکن اتر جاتی۔ اس نے فون ڈائری میں فرحان کے نام کو فری لکھا ہوا تھا۔ کبھی بھانجے بھانجی کو ایس ایم ایس بھیج رہی ہے تو کبھی سہیلیوں کو تو کبھی رابعہ کو...... دن ایسی ہی اوٹ پٹانگ سی مصروفیت میں گزر جاتا اور رات...... سالار کی بے توجہگی کا مظہر بن کر آتی۔ ایسے میں اس نے سحرش اور نازیہ کو خود سے خاصا قریب کر لیا تھا اور کچھ نہیں تو وہ جیٹھانیوں سے شوہر کی ہر برائیاں کر لیا کرتی۔ یونہی دن رات کے ہیر پھیر میں اسے اپنے اندر تبدیلی کا احساس ہونے لگا۔ کچھ طبیعت گری گری سی محسوس ہونے لگی۔ ایک روز صبح ہی صبح قے کرتے ہوئے اسے چکر آئے تو وہ نڈھال سی ہو گئی۔ سالار اس کی حالت کو دیکھ رہا تھا۔ سالار کے دل میں یکدم ننھی جوت جھلملائی تو اس نے در پردہ بہن سے بات کی کہ وہ کچھ دن سے ارسہ میں کچھ غیر معمولی باتیں محسوس کر رہا ہے۔ مریم کو کچھ امید بندھی، اگلے ہی روز وہ دوڑی چلی آئی اور ارسہ کو ڈاکٹر کے پاس لے گئی۔ ڈاکٹر نے اچھی خبر دی۔ ارسہ کا ٹیسٹ پازیٹو آیا تھا گھر بھر میں چھایا سکوت جیسے ٹوٹ گیا۔ خوشی کی لہر پورے گھر میں دوڑ گئی۔ سالار کے خوشی کے مارے زمین پر پاؤں ہی نہ ٹکتے تھے۔ وہ ان خوشی کے لمحات میں ارسہ کی ساری زیادتیوں کو بھول گیا تھا۔ بس اسے یاد تھا تو یہ کہ ارسہ کی بہت کیئر کرنی ہے۔ اس کا کیس خاصا حساس ہے۔ وہ ارسہ کا خیال رکھ رہا تھا...... ارسہ ماں بن کر خود پر ناز کر رہی تھی۔ اس کے ماں بننے کی خبر پورے میکے میں بھی پھیل چکی تھی۔ سب کے مبارکباد کے فون آ رہے تھے۔ نعیمہ بیگم بہت خوش تھیں۔

''اب تمہارے پاؤں جم گئے ہیں۔ بچہ گود میں آ جائے پھر تم اپنی زندگی اپنی من مانی سے گزار سکتی ہو۔ بس چند مہینوں کی تکلیف ہے پھر راحتیں ہی راحتیں۔'' ارسہ کو ماں کی باتوں سے بے تحاشا تقویت کا احساس ہوتا تھا۔

☆☆☆

باسط اسی دن کے تو انتظار میں تھا کہ ارسہ، سالار کے دل میں...... ہی نہیں گھر میں بھی جگہ بنا لے پھر وہ سالار کو وہ وڈیو دکھلائے گا جس میں وہ فرحان کے ساتھ ڈانس کر رہی ہے۔ اس وڈیو فلم کو تو اس نے بہت سنبھال کر رکھا تھا۔ رابعہ کی مہندی پر وہ نہیں گیا تھا لیکن اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو تو بھیجا تھا اور خوب اچھی طرح سے سمجھا کر بہلا پھسلا کر کہ وہ ضرور فنکشن کی وڈیو بنائیں اور ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ اگر وہ ہامی نہ بھرتے تو

باسط انہیں جانے ہی کہاں دیتا۔ جب سے ساجدہ نے اسے ارسہ کے ماں بننے کی نوید سنائی تھی باسط کے دل میں عجیب احساس کروٹیں لے رہا تھا۔ کوئی موقع بنے اور وہ سالار کو چاروں شانے چت کرے اور پھر جلدی ہی وہ موقع بن گیا۔ نعیمہ بیگم نے ارسہ کے ماں بننے کی خوشی میں اپنے سب بیٹی داماد کو مع بچوں سمیت کھانے پر مدعو کیا تھا۔ ایسی دعوتیں اس گھر میں عام تھیں۔ کبھی حلیم کی دعوت ہو رہی ہے تو کبھی پائے کی دعوت ہو رہی ہے۔ تو کبھی سیخ کباب اڑائے جانے کا اہتمام ہو رہا ہے۔ ان دعوتوں میں اطہر اور باسط کا بھی پیسہ بے دریغ خرچ ہوتا تھا۔ جب تک رابعہ اور ارسہ کی شادیاں نہیں ہوئی تھیں ایسے چونچلے کرتے ہوئے اطہر اور باسط کا بھی دل نہیں دکھتا تھا لیکن ان کی شادیوں کے بعد تو جیسے اس گھر میں الو بولنے لگے تھے۔ بہت عرصے کے بعد بیٹھے بٹھائے کسی دعوت کا اہتمام ہو رہا تھا۔ جب نعیمہ بیگم نے ارسہ کو اپنا ارادہ بتایا تو ارسہ متذبذب سی ہو گئی۔

''مجھے لگتا ہے سالار نہیں مانے گا۔ شاید وہ برا بھی منا لے کہ میرے ماں بننے کی خوشی میں آپ کے گھر دعوت کیوں ہو رہی ہے۔''

''تمہارا تو دماغ خراب ہے جو ایسی الٹی سیدھی باتیں سوچ رہی ہو۔ میں ماں ہوں تمہاری.......... ہمارا بھی حق ہے تمہارے اور تمہارے آنے والے بچے پر۔ اتنے عرصے بعد تو یہ خوشی مل رہی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ تمہاری ساس دعوت کا اہتمام کرتی، قرآن خوانی مگر مجھے تو لگتا ہے انہیں خوشی تک نہیں ہوئی جو اتنی بڑی بات سن کر ایسے دبک گئے جیسے معمولی بات ہو۔''

''سچ پوچھیں ناں امی...... ایسا تو مجھے بھی فیل ہوا تھا لیکن میں اپنے منہ سے کہتی کیا اچھی لگتی...... جب ان لوگوں نے اس بات کو خود ہی اہمیت نہیں دی۔''

''تو فکر نہ کر میری بچی...... دیکھ تیرے دل میں ارمان تھا ناں وہ میں پورا کروں گی۔ بس تو دو تین روز کے لیے آجا۔''

''دو تین روز کے لیے...... کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ...... سالار آنے دے گا مجھے اب تو اور بھی بہانہ مل گیا ہے اسے کہ اس حالت میں سفر نہیں کرنا۔''

''حالت کو کیا ہوا ہے تمہاری۔'' نعیمہ بیگم کو غصہ آگیا۔ ''چار پانچ ماہ تو پتا بھی نہیں چلتا اور وہ تمہارا ڈراما بنا رہا ہے، خیر تمہیں اس کے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہاری ساس سے فون پر خود بات کروں گی کہ وہ تمہیں دو تین دن کے لیے بھیج دیں۔ کتنے دن ہو گئے ہیں تم نے میکے میں آکر جھانکا تک نہیں...... تمہارا بڑا بھائی بھی تمہاری خوش خبری سن کر بڑا ہی خوش ہے۔'' ارسہ ماں اور بہن بھائیوں کی محبت پر نثار ہو رہی تھی۔

☆☆☆

نعیمہ بیگم نے عشرت بیگم کو فون کیا پھر دعا سلام کے بعد بڑے ہی والہانہ انداز میں سمدھن کو ارسہ کے ماں بننے کی خوشی میں مبارک باد دی۔ جسے عشرت بیگم نے خوش دلی سے قبول کیا۔

''آپ کو بھی مبارک ہو نعیمہ بہن......'' انہوں نے رسماً کہا تو نعیمہ بیگم چہک کر بولیں۔

''ہم نے مبارک باد دی تو آپ نے بھی رسماً کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ خود ہی بتا دیتیں آخر کوئی معمولی خوشی تو نہیں تھی یہ...... آپ تو دبک کر ہی بیٹھ گئیں...... کہیں ننھیال والے مٹھائی نہ کھانے آجائیں۔'' یہ کہہ کر نعیمہ بیگم نے خود ہی قہقہہ لگایا تو عشرت بیگم کو عجیب سا لگا پھر بھی وہ بڑے پن سے بولیں۔

''ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں نعیمہ بہن...... یہی ہفتہ دو ہفتہ...... میری ساس تو کہا کرتی ہیں چار پانچ ماہ تک تو پہلوٹھی کا حمل چھپانا چاہیے۔ ستواسے کی بہرحال ہمارے ہاں خوب دھوم سے رسم ہوتی ہے۔''

''تو گویا سات ماہ کے بعد آپ لوگ اس خوشی کا اہتمام کرتے ہیں؟''

''ایسا ہی سمجھ لیں۔'' عشرت بیگم نے روکھا سا جواب دیا۔

''خیر یہ باتیں تو سب پرانے وقتوں کی ہیں...... آپ سات ماہ کے بعد ختم دلوا لیجیے گا میں نے تو آج ہی اپنے سب بچوں کی دعوت کر دی ہے ارسہ کے ماں بننے کی خوشی میں۔'' عشرت بیگم کو اچنبھا ہوا لیکن انہوں نے منہ سے کچھ نہ کہا۔

''بس میں نے تو اس لیے فون کیا تھا کہ ارسہ کو دو تین روز کے لیے میری طرف بھیج دیں۔ بہن بھائیوں میں ذرا خوش ہو جائے گی اور ہاں آج رات سالار ہماری طرف کھانا کھائے گا۔ اچھا تو پھر آپ کی طرف سے اجازت ہے ناں۔ میں معیز کو بھیج رہی ہوں۔ ارسہ کو کہہ دیں کہ تیار ہو جائے۔'' اس کے بعد نعیمہ بیگم نے فون بند کر دیا۔

☆☆☆

ارسہ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ عشرت بیگم نے بیٹے کو فون کر کے اس کے سسرال کا پیغام دے دیا تھا جو کہ اس کے پاس ڈائریکٹ بھی چلا گیا تھا مگر اس نے ماں کے سامنے اظہار نہ کیا اسے یہ دعوت پہلے سے ہی مل چکی ہے۔

''تو کیا ان لوگوں نے تمہیں فون نہیں کیا؟'' عشرت بیگم نے تنک کر پوچھا۔ سالار نے ہامی نہ بھری۔ ''ویسے تو وہ لوگ ہر معاملے میں ڈائریکٹ تم سے رابطہ کرتے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آیا کہ آج انہیں سمدھن کیسے یاد آگئی۔''

''چھوڑیں بھی امی...... کیسی باتیں لے کر بیٹھ گئیں آپ بھی...... ارسہ نے ماں کو کہا ہوگا کہ اگر وہ مجھ سے رہنے کی اجازت مانگیں گی تو میں ہرگز نہیں رکنے دوں گا۔ اسی لیے آنٹی نے آپ سے کہا ہوگا۔ دو روز کے لیے ویسے بھی میں شہر سے باہر جا رہا ہوں رک جائے گی ارسہ۔'' سالار نے ماں کی بات کو غیر ضروری سمجھ کر ٹال دیا مگر عشرت بیگم کو تو غصہ آ رہا تھا۔

''عجیب لوگ ہیں، انوکھی ماں تو نہیں بن رہی ہے وہ جو اس کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ ماں تو ایسے باولی ہو رہی تھی جیسے بیس سال کے بعد بیٹی کو حمل ٹھہرا ہو۔ لاحول ولا...... کوئی حیا نہیں رہی۔ چار دن چڑھتے ہیں اور لڑکیاں ڈھنڈورا پیٹ دیتی ہیں۔ کیسے وقت تھے ہمارے۔ ایسے حالات میں چھپتی پھرتی تھیں جانے کچھ چرا لیا ہو۔ یہاں نہ بیٹی کو شرم نہ ماں کو...... مہینہ بھی پورا نہیں ہوا اور پورے شہر میں اعلان کر دیا۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے ساس کے پاس چلی گئیں۔

☆☆☆

''آج کتنے دنوں کے بعد میرے سب بچے اکٹھے ہوئے ہیں نعیمہ بیگم نے کہا۔

''یہ کیا...... اتنا سناٹا...... ارے کوئی میوزک...... وغیرہ چلاؤ...... تاکہ پتا چلے کہ ہمارے گھر میں کوئی فنکشن ہو رہا ہے۔'' باسط نے جان بوجھ کر کہا تو معیز نے ڈیک آن کر دیا۔ ارسہ تیار ہو کر اونچی ہیل میں یہاں وہاں خوشی سے پھر رہی تھی اس کی چال سے ہی لگتا تھا کہ اس کے پاؤں زمین پر ٹک ہی نہیں رہے۔

''یہ تم نے اتنی اونچی ہیل پہن لی...... لڑکی کچھ تو خیال کرو۔'' اظہر نے اسے ٹوکا...... تو سالار...... شرم سے پانی پانی ہو گیا۔

''اتارو اس ہیل کو اور سادہ سی چپل پہنو۔'' پھر اظہر، سالار سے مخاطب ہو کر بولا۔

''یار ان چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے بہت بڑے بڑے نقصان ہو جاتے ہیں۔ نا سمجھ ہے وہ تم تو خیال رکھو۔''

''یہ کام خواتین کے ہیں۔'' اس نے ٹالا تو اظہر ہنس دیا۔

''خواتین کو تو صرف اپنے فیشن کی فکر رہتی ہے۔ کہاں رکھتی ہیں وہ ان باتوں کا خیال...... اب اس رابعہ کی بچی کو ہی دیکھ لو...... ایسے وقت کھلے کپڑے پہننے چاہئیں اور وہی تنگ لباس پہن رکھا ہے۔ دوپٹا اوپر پھیلا لینے سے سامنے سے تو ڈھک جائے گا مگر بچے کی تو آکسیجن کم ہو جاتی ہے تنگ کپڑے پہننے سے۔'' سالار شرمندگی سے رابعہ سے نظریں چرا گیا۔ جو اسے دیکھ کر سلام کرنے آ رہی تھی پھر وہ اپنے شوہر کے ساتھ تصویریں کھنچوانے میں مگن ہو گئی۔ اس کے ہم زلف اس سے کیسی باتیں کر رہے تھے۔ ایسی باتیں تو اس نے اپنے گھر میں خواتین سے بھی نہیں سنی تھیں۔ اس

کی بہنوں اور بھابیوں کے بچے ہوتے رہتے ہیں کبھی مردوں نے ان پر اس طرح تبصرہ نہیں کیا جیسا یہاں ہو رہا تھا۔

''توبہ ہے ارسہ تم آہستہ نہیں چل سکتیں...... اور یہ وزن مت اٹھاؤ...... اس طرح مت جھکو۔'' ہر ایک کی گویا ارسہ پہ نگاہیں تھیں اور اسے ہی سب نصیحتیں کر رہے تھے۔ ان باتوں پر ارسہ کو بالکل بھی کوفت نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہ مسرور تھی کہ سب اس کا کس قدر خیال رکھ رہے ہیں جبکہ سالار کا کوفت سے برا حال تھا۔ باسط سوچ رہا تھا اس سے زیادہ سنہری موقع پھر نہیں آسکتا کسی طرح سے بھی وہ وڈیو فلم سالار کو دکھائی جائے۔ تبھی اس نے سالار کو اکیلا بیٹھا دیکھ کر اپنے بڑے بیٹے کو ایک طرف لے جا کر سمجھایا۔

''سالار لگتا ہے اداس بیٹھا ہے۔ تم انہیں ارسہ کی یہ وڈیو فلم دکھاؤ نا جا کر...... ان کا دل لگ جائے گا ویسے بھی بے چارہ ہماری محفلوں میں کم ہی گھلتا ملتا ہے۔'' باسط کا بڑا بیٹا لاابالی پن میں موبائل لے کر پاس بیٹھ گیا پھر وڈیو کھول کر دیکھنے لگا پھر سالار کو متوجہ کر کے بولا۔

''انکل دیکھیں...... ارسہ آنٹی کتنی پیاری لگ رہی ہیں۔'' سالار کی توجہ ہوئی تو ارسہ...... کسی لڑکے کے ساتھ ناچ رہی تھی اور پھر سالار کی اس وڈیو پر سے نگاہیں ہی نہ ہٹیں۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ ارسہ ہو گی۔ اس کی ارسہ...... جسے اس نے برقع دلوا دیا تھا۔ کسی غیر مرد کی بانہوں میں جھول رہی ہو گی۔ کبھی اس لڑکے کے ہاتھ ارسہ کی کمر میں تھے تو کبھی دونوں پشت سے پشت ملا کر کھڑے ہیں۔ ناچتے ہوئے کبھی وہ اس کے سینے سے لگ رہا ہے کبھی وہ اسے گلے سے لگا رہی ہے۔ سالار کا دماغ گھوم گیا۔ باسط بڑے دھیان سے سالار کے سارے تاثرات نوٹ کر رہا تھا اور دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

''اگر میں خود تمہیں یہ سب کچھ دکھاتا تو تم یہی سمجھتے کہ میں تمہارا گھر اجاڑنے کا پروپیگنڈا کر رہا ہوں۔ ضرور تمہارا اس طرف دھیان جاتا لیکن اب...... اب تم ایسا نہیں سوچ سکتے۔''

''کون سا فنکشن ہے یہ؟'' سالار کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''رت جگے کا فنکشن ہے آپ نہیں آئے تھے ابو بھی نہیں آئے تھے لیکن ہم سب نے بہت انجوائے کیا تھا۔''

''کیا...... کیا...... تمہارے ابو بھی نہیں آئے تھے۔'' سالار کا دماغ گھوم رہا تھا۔ ارسہ نے کہا تھا کہ باسط وہیں تھا اور ان کے گھر میں جھگڑا ہو رہا تھا اس لیے وہ دیر سے گھر آئی تھی۔ وہ ارسہ کے کہے گئے جھوٹے لفظوں کو ذہن میں دہرانے لگا۔ باسط دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔

''میں یہ کام تو بہت پہلے ہی کر دیتا...... سالار صاحب...... لیکن تب اتنا مزہ نہ آتا...... اب زیادہ مزہ آئے گا۔ دہری تکلیف ہو گی تمہیں...... دہری......''

''یہ بیوقوف سالار سے کیا باتیں کر رہا ہے۔'' یکدم باسط نے بیٹے پر غور کیا تو اسے آواز دے لی۔

''میں ابو کی بات سن کر ابھی آتا ہوں۔ آپ یہ موبائل رکھیں کسی کو مت دیجئے گا۔ ابو کا ہے، ناراض ہوں گے۔'' سالار نے موبائل غم و غصے میں مٹھی میں دبوچ لیا۔

''کھانا لگ گیا ہے سب لوگ کھانے کے لیے آ جائیں۔'' دلاور نے آ کر سب سے کہا تو سب کھانے کے لیے اٹھ کر اندر چلے گئے البتہ

سالار وہیں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر میں ہی ارسہ باہر آئی اور سالار کو بیٹھا دیکھ کر بولی۔

''سالار آپ اندر نہیں آ رہے؟'' سالار کے اندر اس وقت آندھیاں چل رہی تھیں۔ نہ جانے اس نے خود کو کیسے کنٹرول میں رکھا ہوا تھا۔

''سالار!'' ارسہ اسے گم صم پا کر اس کے نزدیک آ گئی۔ ''کیا بات ہے تم اس طرح کیوں بیٹھے ہو۔'' سالار نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ البتہ وڈیو آن کر کے اس کے سامنے کر دی۔ ارسہ نے ایک جھلک ہی دیکھتی اور اس کا دم خشک ہو گیا۔

''یہ تمہیں کس نے دی ہے۔ باسط بھائی نے۔'' وہ ہکلاتے ہوئے گھبراہٹ میں بولی۔

''وہ تو اس روز آیا ہی نہیں تھا اور یہ تمہارے بھانجے نے مجھے اطلاع دینے کے لیے نہیں تفریح فراہم کرنے کے لیے دکھائی تھی۔'' ارسہ کے پاس کوئی لفظ نہیں تھے۔ اسے ساجدہ کے بیٹے پر سخت غصہ آ رہا تھا کیا ضرورت تھی اسے یہ بیوقوفی کرنے کی۔ وہ جز بز ہوئی مگر اس کے قدموں کی جان نکل چکی تھی۔ اتنی سی دیر میں اسے ماں آتی دکھائی دی۔

''یہ تم دونوں میاں بیوی یہاں کیوں بیٹھے ہو۔ کھانا نہیں کھاؤ گے کیا؟'' نعیمہ نے غور کیا ارسہ کے رنگ اڑ رہے تھے اور سالار کے چہرے پر سخت تاثرات تھے۔

''یہ تمہارے منہ پر ہوائیاں کیوں اڑ رہی ہیں ارسہ...... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں...... کیا ہوا؟ سالار طبیعت تو ٹھیک ہے اس کی اور یہ تمہیں کیا ہوا ہے؟'' سالار یکدم کھڑا ہو گیا۔

''میں ارسہ کو لے کر یہاں سے جا رہا ہوں۔''

''کیوں......؟'' نعیمہ کے تیور بگڑے۔

''اس کیوں کا جوب اگر آپ نے مجھ سے مانگا تو بات بہت بڑھ جائے گی۔ بہتر یہی ہے کہ آپ لوگ ارسہ کو اور ارسہ آپ لوگوں کو بھول جائے۔'' نعیمہ بیگم نے بیٹی کی طرف دیکھا جس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔

''اتنے دنوں کے بعد تو وہ یہاں آئی ہے۔ پھر تم نے جھگڑے کا کوئی نہ کوئی جواز پیدا کر لیا۔ کیوں تم ہمیشہ...... میرے گھر میں آ کر بدمزگی پیدا کرتے ہو۔''

''شکر ادا کریں میں یہاں سے چپ چاپ جا رہا ہوں وگرنہ یہاں وہ تماشا لگتا کہ آپ کی بیٹی ہی نہیں آپ بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتیں۔''

''منہ سنبھال کر بات کرو سالار تم کیا کہہ رہے ہو...... عزت دار خاندانی لوگ ہیں ہم......'' نعیمہ بیگم کو جلال آ گیا۔

''عزت دار خاندانی لوگوں کے یہ کام ہوتے ہیں!'' اس نے وڈیو آن کر کے نعیمہ بیگم کے سامنے کی ایک لمحے کو تو نعیمہ بیگم سٹپٹائیں پھر فوراً ہی سنبھل کر بولیں۔

''اس میں ایسی کون سی بات ہے جس پر تم اتنی بڑی بات کہہ رہے ہو۔''

''یہ کوئی بڑی بات ہی نہیں؟'' سالار کی آواز غم و غصے سے پھٹ رہی تھی۔ ''کیسی ماں ہیں آپ...... جسے اپنی بیٹی کو دوسرے مرد کی بانہوں

میں ناچتا دیکھ کر ذرا سی بھی شرمندگی نہیں ہوئی اور نہ اب ہو رہی ہے۔''

''دیکھو سالار......'' نعیمہ بیگم نے پینترا بدلا۔ ''یہ آج کل کا ماحول ہے۔ ہمارا ماحول ایسا ہی ہے۔ شادی بیاہ میں بچے بچیاں ہلڑ بازی کرتے ہی ہیں۔ اس میں تم نے اتنا واویلا کیوں مچا رکھا ہے۔ جو وقت گزر گیا، ٹھیک ہے۔ اب آئندہ یہ احتیاط کرے گی۔'' نعیمہ بیگم کے پاس فی الفور مطمئن کر دینے والا کوئی جواب نہیں تھا۔

''وقت گزر گیا...... لیکن اپنے ان مٹ نشان چھوڑ گیا۔ یہ وڈیو...... صرف ایک ہی شخص کے پاس نہیں ہوگی ہر اس شخص کے پاس ہوگی جو اس فنکشن میں موجود تھا۔ میری عزت کا خوب تماشا لگوایا ہے آپ نے۔ یہ کام کرنے کے لیے تو آپ کو روپوں سے بھی عورت مل جاتی...... میری ہی بیوی کو کیوں نچایا آپ نے؟'' سالار کی آواز اتنی تیز تھی کہ کھانا کھاتے ہوئے سب کے ہاتھ رک گئے۔

''بتائیں...... جواب دیں......'' اس کی آنکھوں میں خون اُتر رہا تھا۔

''تم حد سے بڑھ رہے ہو سالار......'' نعیمہ بیگم طمطراق سے بولیں۔

''نہیں...... ابھی میں حد سے نہیں بڑھا...... حد سے بڑھتا تو......'' اس نے زہریلی نگاہوں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ نعیمہ بیگم اس کی نگاہوں سے فوراً بھانپ گئیں...... اپنی ہونے والی اولاد کی وجہ سے وہ ارسہ کی اس غلطی کو بھی معاف کر دے گا۔

''دیکھو سالار جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ...... بہن بھائیوں کی شادیوں میں بچیاں ایسا کچھ کر لیتی ہیں۔'' سالار نے نفرت سے ساس کی طرف دیکھا اور پھنکار کر بولا۔

''نہیں...... آپ کو محسوس ہی نہیں ہوگا...... کیونکہ غیرت وحمیت کس چیز کا نام ہے، یہ آپ لوگوں کو چھو کر بھی نہیں گزری کیونکہ آپ نے تو بیٹیوں کے سر پر یہاں اڈا کھول رکھا ہے۔''

''بکواس بند کرو اپنی......''

اس سے قبل دلاور علی کا سالار پر ہاتھ اٹھتا...... باسط بیچ میں آ گیا۔

''کیا کر رہے ہو دلاور...... بہنوئی ہے وہ تمہارا...... ارسہ کا گھر اجڑ جائے گا'' باسط نے ساس اور سالے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

''اجڑ جائے ارسہ کا گھر'' دلاور چلایا۔ ''مگر یہ اپنے پیروں پر نہیں جائے گا۔''

''جذباتی مت بنو'' باقی بہنوئی بھی آ گئے۔

''ارسہ کا گھر نہیں اجڑے گا...... البتہ وہ اس گندگی میں اب زندگی بھر قدم نہیں رکھے گی۔'' یہ کہہ کر سالار نے ارسہ کی طرف دیکھا۔

''میرے ساتھ چل رہی ہو یا......'' اور ایک پل میں ارسہ کے دماغ نے گھنٹی بجائی اگر اس وقت سالار اسے اپنے ساتھ لے گیا تو میکے سے بھی تڑوا دے گا اور عمر بھر اس کے کرتوتوں کے طعنے علیحدہ دے گا۔ دوسرے ہی پل ارسہ لڑکھڑائی اور زمین پر ڈھیر ہو گئی۔

''ہائے میری بچی...... ارسہ...... ارسہ......'' اس کی بہنیں اور ماں چیل کوؤں کی طرح ارسہ پر جھک گئیں۔

☆☆☆

''اگر میں بے ہوش ہونے کا ناٹک نہیں کرتی تو سالار مجھے اپنے ساتھ لے جاتا اور مجھے پتا ہے پھر وہ میرے ساتھ کیسا سلوک کرتا۔ میں نہیں رہ سکتی اس گھٹن زدہ ماحول میں...... اسی لیے میں نے بے ہوش ہونے کا ناٹک کیا۔'' وہ اپنی ماں اور بہن بھائیوں کو بتا رہی تھی۔

''بہت اچھا کیا تم نے یہ کام کر کے۔'' دلاور علی غصے سے پھنکارا۔ ''اگر وہ تمہیں لے جاتا تو ہماری بے عزتی کا بدلہ...... ہرگز پورا نہ ہوتا۔ اس نے بہت بے عزتی کی ہے ہماری...... محفل کا بھی خیال نہیں کیا...... ایسی کون سی قیامت تھی اس ویڈیو میں جو وہ اس قدر چلا رہا تھا۔ کل رات وہ چلا تو گیا لیکن دیکھنا...... وہ تمہیں لینے کے لیے ناک کے بل...... آئے گا۔'' ارسہ نے گھبراہٹ سے بھائی کی طرف دیکھا۔

''اگر وہ نہ آیا تو......؟''

''وہ آئے گا ضرور آئے گا کیونکہ اب تم صرف اس کی بیوی ہی نہیں ہو اس کے بچے کی ماں بھی بننے والی ہو۔ اس کے لیے خاص ہو...... وہ تمہارے لیے نہ سہی بچے کے لیے ہی سہی وہ ضرور آئے گا۔ بس تم اپنا فون بند رکھنا۔ جب تک اسے اپنے کیے کی شرمندگی نہیں ہوگی۔ وہ تمہیں تکلیف پہنچانے سے باز نہیں آئے گا اور کیے کی شرمندگی اسے جب ہی ہوگی جب تم اس کی دسترس...... اس کے رابطے سے دور ہوگی۔''

☆☆☆

''پانچ دن ہو گئے ہیں تم ابھی تک ارسہ کو لے کر نہیں آئے۔'' سالار نے کوئی جواب نہیں دیا چپ چاپ کھانا کھاتا رہا۔

''ضرور میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا ہوگا۔ دیکھ نہیں رہی ہو پانچ دن سے منہ سوجائے پھر رہا ہے۔'' سالار کے بجائے اماں جی نے جواب دیا۔ سالار چپ چاپ کھانا کھاتا رہا۔

''بھئی میں تو سچ کہوں گی...... چاہے کسی کو برا لگے...... جب وہ اپنے میکے جاتی ہے نئے نئے سبق لے کر آتی ہے اور وہیں جا کر حاوی ہوتی ہے اس پر...... تمہاری اور تمہارے بیٹے کی کمزوری بھی ہے جو اس کا میکے میں آنا جانا بند نہیں کرتے...... مسلسل یہاں رہے تو سب اچھل کود بھول کر تیر کی طرح سیدھی ہو جائے...... پر ہماری سنتا کون ہے۔ پرانے زمانے کی ہوں...... پرانے خیالات ہیں اور تم لوگ ہو نئے زمانے کی پیداوار۔'' سالار کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا اور باہر نکل گیا۔

''لو اسے کیا ہوا...... ہک ہا...... بیوی سے اتنی محبت ہو گئی ہے کہ ماں اور دادی کی باتیں بھی کلیجے میں لگتی ہیں اس کے...... پر پچھتائے گا ایک دن دیکھ لینا......'' سالار کچن سے نکل کر پانی پی رہا تھا پھر پانی پی کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

پانچ دن اس نے بڑی اذیت میں گزارے تھے۔ اگر وہ اس کے بچے کی ماں نہ بننے والی ہوتی تو وہ اسے وہیں مزہ چکھا دیتا...... اس واقعہ کا اس نے گھر میں کسی کو نہیں بتایا تھا۔ کس طرح بتاتا سب کو...... کیا عزت رہ جاتی اس کی سب کی نظروں میں اتنی گندی ہے ارسہ...... اسے ذرا بھی اپنی یا اپنے شوہر کی عزت وحمیت کا احساس نہیں...... ناچتی ہوئی ارسہ اسکے دماغ میں ہتھوڑے کی طرح بج رہی تھی۔ کئی دفعہ اس کے دل نے کہا کہ ریوالور اٹھائے اور اسے شوٹ کر دے۔ پھر وہی خیال کہ پورے جگ میں ارسہ کی ہی نہیں، اس کی بھی رسوائی ہوگی۔ خاندان کی عزت اور حمیت کا سوال تھا۔ کوئی حل بجھائی نہیں دیتا تھا۔ بالآخر چھٹے روز اس نے ارسہ کے موبائل پر کال کی۔ جو کہ بند تھا۔ دن بھر وہ ٹرائی کرتا رہا اور اس کا رابطہ نہ ہو سکا۔ رات تک وہ

زچ ہو چکا تھا۔ آج وہ اس سے فون پر دوٹوک بات کرے گا......اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آیا وہ اس کے ساتھ بسنا چاہتی ہے یا نہیں اور بس۔ اس نے باسط کے بیٹے عرفان کے پاس فون کیا اور اس سے کہا کہ اپنی آنٹی سے کہے کہ اپنا فون آن کریں۔ وہ اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ عرفان موٹر سائیکل پہ نانی کے گھر گیا اور ارسہ کو پیغام پہنچایا...... دلاور علی اور نعیمہ بیگم نے مشورہ دیا کہ وہ فون پہ بات کرے لیکن سالار کو اس کی غلطی کا احساس دلائے اور بالکل نہ دبے...... کیونکہ اگر اس نے کچھ کرنا ہوتا تو اسی روز کر کے جاتا اس وقت وہ خاموشی سے جا سکتا ہے تو اب تو اس کا غصہ کافی کم ہو گیا ہو گا۔ اب موقع ہے وہ اپنی بات منوا سکتی ہے۔ اس نے فون آن کر دیا۔ عرفان نے سالار کو فون کر کے پیغام دے دیا۔ دوسرے ہی پل سالار کا فون آ گیا۔

''تم ابھی تک وہاں بیٹھی ہو۔ گھر کیوں نہیں آئیں؟'' سالار کا لہجہ خشک اور روٹھا تھا۔ ارسہ نے خشک لبوں پر زبان پھیری پھر مظلومیت سے بولی۔

''میری طبیعت اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ یہاں سب پریشان ہو گئے اور آپ نے اتنی سنگدلی کا ثبوت دیا کہ مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔''

''وہاں تھے نہ تمہارے میزبان...... تمہاری دیکھ بھال کرنے والے۔ میری کیا ضرورت تھی ایسے میں...... مجھ سے زیادہ چاہتے ہیں یہ لوگ تمہیں۔''

''کیا ہو گیا ہے سالار آپ کو...... آپ نے مجھے بولنے کا موقع بھی نہیں دیا اور خود ہی سب کچھ کہہ کر چلے گئے۔''

''میں نے تمہاری یہ بکواس سننے کے لیے فون نہیں کیا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ تم نے اتنے دن سے فون کیوں بند کر رکھا تھا۔''

''میں نے بتایا ناں میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔''

''میں نے تمہاری طبیعت پوچھنے کے لیے فون نہیں کیا ہے مجھے آج صاف صاف یہ بتاؤ کہ تمہیں میرے ساتھ زندگی گزارنی ہے یا نہیں......؟''

''کیسی باتیں کر رہے ہو تم سالار...... ظاہر ہے۔ مجھے تمہارے ساتھ ہی زندگی گزارنی ہے۔''

''تو پھر ٹھیک ہے فوراً گھر آ جاؤ۔''

''مگر میں ایسے کیسے آ سکتی ہوں تمہارے دل میں تو میرے لیے ذرا بھی گنجائش نہیں ہے۔''

''دیکھو...... تم مجھ سے اس وقت بحث نہ کرو اگر تم اپنا گھر بسا دیکھنا چاہتی ہو تو فوراً گھر آ جاؤ ورنہ......''

''ورنہ کیا......؟'' ارسہ نے ترش انداز میں کہا پھر فوراً ہی سنبھل کر بولی۔ ''اس میں اتنا ناراض ہونے والی کون سی بات ہے۔ تم مجھے لینے آ جاؤ...... میں گھر آ جاؤں گی۔''

''کیا کہا؟ کیا تم نے...... میں تمہیں لینے آؤں گا یہ بھول ہے تمہاری کہ میں اب اس گھر کی دہلیز پر قدم رکھوں گا سمجھیں تم...... یہ غنیمت جانو کہ اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود...... میں تمہیں ساتھ رکھ رہا ہوں...... ورنہ......'' اس کی دھمکی پر ارسہ کو غصہ آ گیا۔

''یہ تم مجھے کیا بار بار دھمکیاں دے رہے ہو...... ایسا کیا جرم کر دیا میں نے جو تم مجھے ذلیل ہی کیے جا رہے ہو۔''

"تو گویا تمہیں ابھی تک احساس ہی نہیں ہوا" سالار کو بھی غصہ آ گیا۔

"یعنی ابھی بھی مجھے ہی احساس ہوگا۔ کیا سمجھا ہے تم نے مجھے سالار...... ہمیشہ میری اور میرے گھر والوں کی بے عزتی کرتے رہو گے اور میں سر جھکا کر بیٹھی رہوں گی۔ کان کھول کر سن لو تم بھی جب تک تم مجھے لینے نہیں آؤ گے میں بھی نہیں آؤں گی نہ صرف تم مجھے لینے آؤ گے بلکہ میری ماں سے معافی بھی مانگو گے...... جس قدر تم نے ان کی بے عزتی کی ہے۔ جب تک تم ان سے معافی نہیں مانگو گے میں تمہارا گھر نہیں بساؤں گی۔" اس کی ہٹ دھرمی پر سالار کا دماغ گھوم گیا۔

"تو ٹھیک ہے پھر کان کھول کر سن لو...... یا تو تم شام تک...... میرے گھر آ جاؤ...... بہ صورت دیگر میں تمہیں طلاق دے دوں گا سنا تم نے۔ میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔"

"ہاں...... تم مجھے یہی دھمکی دے سکتے تھے تو ٹھیک ہے دے دو طلاق۔" ارسہ نے اسی ہٹ دھرمی سے کہا اور فون بند کر دیا۔ سالار کے دماغ کی رگیں پھٹ رہی تھیں۔ کوئی نہیں تھا ایسا جس سے وہ مشورہ کر سکے۔ جو کچھ کرنا تھا اسے خود ہی کرنا تھا۔

"سن لی آپ نے اس کی ہٹ دھرمی وہ مجھے طلاق کی دھمکیاں دے رہا ہے...... آپ تو کہہ رہی تھیں کہ وہ ناک کے بل آئے گا۔ اسے تو کسی بھی چیز کی پروا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد کی بھی نہیں...... آپ تو کہہ رہی تھیں وہ آئے گا اسے آنا پڑے گا۔ اس نے آپ کو بہت بڑی گالی دی ہے، آپ نے کہا تھا نا صرف وہ آئے گا پیروں میں پڑ کر معافی بھی مانگے گا۔ یہی گمان تھا ناں آپ سب کا...... مگر اس نے تو آنے سے صاف انکار کر دیا" نعیمہ بیگم جو ساری بات سن رہی تھیں بہت دیر بعد بولیں۔

"وہ تمہیں طلاق کی دھمکیاں نہیں دے رہا...... تمہیں طلاق دے چکا ہے۔" ارسہ نے چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔

"ہاں وہ تمہیں تین بار طلاق دے چکا ہے ٹیلی فون پر...... اور اس بات کی میں گواہ ہوں۔ سنا تم نے۔" نعیمہ بیگم یکدم ہیجانی انداز میں چلائیں۔ "وہ مجھے گالی دے کر گیا تھا ناں...... اب میں اسے اس گالی کا جواب لوٹاؤں گی۔ نہ صرف اس کے خاندان کو بدنام کروں گی بلکہ اسے بھی کہیں کا نہیں چھوڑوں گی۔ اسے ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ بس بہت ہو گیا۔ سمجھو تم بیاہی ہی نہیں گئی تھی۔ وہ تم سے تعلق ختم کر چکا ہے۔" ارسہ ہق دق رہ گئی تھی۔ پھر کچھ ہی دیر بعد سنبھل گئی۔

"تو کیا میرے اس طرح کہنے سے طلاق واقع ہو جائے گی؟"

"نہیں ہو گی تو اسے دینا پڑے گی۔ کورٹ کے ذریعے ہی سہی وہ تمہیں طلاق دے گا۔" ارسہ سوچ میں پڑ گئی۔

☆☆☆

کیا...... کیا...... کہا تم نے، ارسہ کو طلاق دے چکا ہے۔ تم سے کس نے کہا یہ سب کچھ...... سالار تو گھر میں اپنے کمرے میں ہے۔" عشرت بیگم نے کلیجا تھام لیا۔ اماں جی نے تو واویلا ہی مچا دیا۔

"ضرور تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی محراب......"

''آخر تمہیں کہا کس نے ہے یہ سب کچھ......سالار ایسا کر ہی نہیں سکتا۔''

''وہ ایسا کر چکا ہے۔ ان کے خاندان کے نمبردار نے مجھ تک یہ اطلاع پہنچائی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ آج صبح سالار نے ارسہ کو فون کیا تھا اور اسے گھر آنے کے لیے کہا۔ جس پر ارسہ نے اس سے کہا کہ وہ اسے لینے آ جائے۔ سالار نے انکار کر دیا اور بات اتنی بڑھی کہ سالار نے غصے میں آ کر ارسہ کو پہلے طلاق کی دھمکیاں دیں اور پھر تین بار طلاق دے دی۔''

''نہیں......میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے خاندان پہ اتنا بڑا داغ نہیں لگا سکتا۔ ضرور ارسہ کو ہی کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔''

''آپ کا بیٹا غصے میں پاگل ہو جاتا ہے یہ تو پتا ہے ناں آپ کو۔ کیا خبر غصے میں کس لمحے اس نے یہ بکواس کی ہے......آپ یا میں کیسے اس چیز کی گارنٹی دے سکتے ہیں کہ سالار نے ایسا نہیں کیا۔'' محراب علی غصے میں آ کر بولے تو عشرت بیگم کو چپ لگ گئی۔ پر ان کی آنکھ سے آنسو رواں تھے۔

''خود ہی مفروضے بناتے رہو گے۔ اس بدبخت سے بھی تو پوچھو آخر ہوا کیا ہے؟'' اماں جی نے چلا کر کہا اور دو ہتھڑ سینے پر مار کر رونے لگیں۔

☆☆☆

سالار سر جھکائے بیٹھا تھا۔ گھر کے سارے لوگ ڈرائنگ روم میں جمع تھے۔ جو کچھ سالار نے کہا تھا سب نے خاموشی سے سنا تھا۔

''میں نے اسے طلاق نہیں دی۔ ہاں البتہ...... اسے دھمکی ضرور دی تھی کہ اگر وہ شام تک گھر نہ آئی تو میں اسے طلاق دے دوں گا۔ اس کے بعد اس نے فون بند کردیا۔'' سالار کے جواب کے بعد ہر ایک کے منہ سے طرح طرح کے سوال ابھر رہے تھے۔

''آخر یہ دھمکی دینے کی نوبت ہی کیوں آئی تمہیں...... اگر وہ نہیں آرہی تھی تو کچھ دن اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے۔ گھر میں کوئی بڑا چھوٹا تھا اس سے مشورہ کر لیتے۔ تم نہیں لے کر آنا چاہتے تھے تو نہ لاتے۔ گھر کا کوئی بھی مرد اسے لے آتا۔ آخر اس اتنی سی بات کو اتنی بڑی انا کا مسئلہ کس لیے بنالیا گیا۔ کیوں استعمال کیے تم نے طلاق کے الفاظ......'' سالار کے پاس ان سب باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ الباب کی باتوں پر سر جھکائے بیٹھا رہا۔

''کیوں...... بولتی بند ہوگئی تمہاری...... بتاتے کیوں نہیں کہ سچ کیا ہے؟'' الباب نے چھوٹے بھائی کا گریبان پکڑ لیا۔

''میں نے اسے طلاق نہیں دی۔ جھوٹ بول رہی ہے وہ...... اگر میں اسے طلاق دیتا تو اسی روز دے کر آتا۔ جس روز...... میں نے اسے غیر مرد کے ساتھ دیکھا تھا۔''

''غیر مرد کے ساتھ...... کیا...... کررہی تھی وہ غیر مرد کے ساتھ؟'' بیک وقت کئی آوازیں ابھریں سالار نے جذبات کو کنٹرول کرنے کے لیے اپنے دانت بھینچ لیے۔ وہ نہیں بتانا چاہتا تھا گھر والوں کو کہ اس نے ارسہ کو کس حالت میں دیکھا ہے۔ کل کو ارسہ اس گھر میں آکر بسے گی تو کیا عزت رہ جائے گی اس کی سب کی نظروں میں۔

''ہم کچھ پوچھ رہے ہیں تم سے؟'' محراب علی نے غصے سے کہا۔

''ان کے گھر میں غیر مردوں کا بے دریغ آنا جانا ہے۔ بھائیوں کے یار، دوست، احباب، بہنوئی سب یونہی منہ اٹھائے چلے آتے ہیں۔ وہ لوگ کسی سے پردہ نہیں کرتیں۔ میں ارسہ کو پردے کا پابند کررہا تھا لیکن وہ یہاں سے تو برقع میں جاتی تھی اور وہاں جا کر غیر مردوں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھول کرتی تھی۔ جو مجھے بالکل پسند نہیں تھا اور جب میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو میں اسے کیسے وہاں چھوڑ سکتا تھا۔ اسی وجہ سے اسے گھر بلانے پر مصر تھا لیکن اسے اپنی گرہستی سے زیادہ آزادی عزیز تھی۔ وہ وہاں سے نہیں آنا چاہتی تھی۔ بالآخر زچ ہو کر میں نے اسے طلاق کی دھمکی دے ڈالی اور اس نے مجھ پر الٹا بہتان ہی لگا دیا۔''

''تم چھوڑ کر ہی کیوں آئے تھے اسے...... ساتھ لے کر کیوں نہیں آئے؟'' الباب نے نقطہ پکڑا...... سالار بے بسی سے بولا۔

''ہاں یہی میری سب سے بڑی غلطی ہے کہ میں اسے وہاں چھوڑ آیا تھا اور میں اسے لے کر بھی آتا لیکن...... لیکن بیچ محفل میں اسی بحث و کشاکش میں اس کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے میں اسے نہ لا سکا۔''

''اس کی طبیعت خراب ہوگئی تھی؟'' یہ انکشاف بھی سب کے لیے انوکھا تھا۔

''میرا خیال ہے ہمیں یہاں بیٹھ کر بحث کرنے کے بجائے ارسہ کے گھر والوں سے ملنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے آمنے سامنے بیٹھیں تو معاملہ سمٹ جائے۔ ویسے بھی بیچ کے لوگ کہاں صحیح بات کرتے ہیں۔'' مریم نے اپنے تئیں تجویز نکالی تو الباب بھڑک کر بولا۔

''اس کے گھر والوں نے ہمیں اس قابل نہیں سمجھا کہ فون کر کے ارسہ اور سالار کے مابین کشیدگی کے متعلق بتاتے یا اگر طلاق کا ہی معاملہ

تھا تو ہمیں اطلاع کرتے۔ سلجھانے کا تو ارادہ ہی نہیں دکھائی دیتا ان لوگوں کا۔ اپنی بیٹی کے حرفوں کا یقین کرلیا ان لوگوں نے دوسرے فریق سے تصدیق ہی نہیں کی۔ ہم لوگ یہاں بے خبر بیٹھے ہیں...... ان کے پورے خاندان میں یہ بات آگ کی طرح پھیل چکی ہے اور ان کا نمبردار ہمیں بتا نے ان کے کہنے پر نہیں آیا تھا اپنے طور آیا تھا۔ ایسی صورت حال میں تم کہتی ہو کہ ہم منہ اٹھا کر ان کے گھر جائیں۔''

''تو پھر...... یہ معاملہ کس طرح سلجھے گا۔ انہوں نے تو اپنی جگہ پر طے کرلیا ہے کہ ارسہ کو طلاق ہوگئی ہے مگر سالار کو بھی تو صفائی کا موقع ملنا چاہئے۔ کبھی طلاق بھی اس طرح ہوتی ہے اور کون جانے یہ بات ارسہ کہہ رہی ہے یا اس کے گھر والے کہلوا رہے ہیں۔ ہمیں ارسہ کو اور سالار کو آمنے سامنے بٹھا کر بات کرنا ہوگی۔'' عشرت بیگم کی بات پر سب...... اسی نکتے پر سوچنے پر مجبور ہوگئے۔

''آپ دلاور علی سے فون پر بات کریں۔ اس سے حقائق جانیں۔ اپنا موقف بتائیں انہیں۔'' مریم نے پھر قائل کیا۔

''میں دلاور علی کو فون نہیں کروں گا۔ صدرالدین کو جو انہی کا نمبردار ہے اسے یہاں بلاتا ہوں اور اسی کے ذریعے بات ان تک پہنچائی جائے گی۔ اگر وہ آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔'' سب اپنی اپنی رائے دے رہے تھے۔ محراب علی نے سالار کی طرف دیکھا جو بالکل خاموش بیٹھا تھا۔

''تم کیا کہتے ہو سالار...... اس بارے میں کیا ہم تم پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ ارسہ جو کچھ کہہ رہی ہے غلط ہے اور تم سچ کہہ رہے ہو؟'' سالار نے بھائی کی طرف دیکھا۔ سالار کی شرمندگی اور غصے کی وجہ سے حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اس نے خود کو سنبھالا۔

''وہ مجھ پر بہتان لگا رہی ہے بھائی...... وہ ایسا کیوں کر رہی ہے، میں نہیں جانتا...... پتا نہیں وہ اپنا گھر بسانا بھی چاہتی ہے یا نہیں۔'' اس کی آواز گلے میں پھنس رہی تھی۔

''ہاں...... تو وہ منہ سے طلاق مانگ لیتی...... اگر اسے تم سے یا گھر والوں سے کوئی تکلیف تھی تو...... یہ کیا تہمت لگا کر وہ پارسا ہو جائے گی۔'' اماں جی نے کڑک دار آواز میں کہا...... پھر کہنے لگیں۔ ''وہ تمہاری دھمکیوں میں کبھی نہیں آئی۔ نہ جانے تمہیں کون سا مغالطہ تھا۔''

''فی الحال اس بحث کو یہیں بند کر دیجئے۔ باقی بات چیت صدرالدین کے پیغام کے بعد ہوگی۔''

''ٹھیک ہے تم بات چلالو...... لیکن...... محراب میں اس لڑکی کے اس عمل اور لفظوں سے اتنی بددل ہو چکی ہوں کہ میں نہیں چاہتی کہ وہ اب دوبارہ میرے گھر میں آئے۔'' عشرت بیگم یہ کہہ کر رو دیں۔

''کیا کہنا چاہتی ہیں امی آپ...... ایک طرف تو آپ سب لوگوں کو خاندان پہ گھر کے وقار پر داغ لگنے کا قلق ہے دوسری طرف آپ کی یہ نیت...... تو پھر ٹھیک ہے...... کس لیے کریں ہم جدوجہد جو ہو رہا ہے ٹھیک ہے۔ جان چھوٹ رہی ہے اس سے ہماری۔''

''میرا مطلب یہ نہیں تھا محراب علی...... میں تو صرف یہ کہنا چاہتی تھی کہ اب وہ اس گھر میں نہیں آئے گی۔ سالار کے لیے علیحدہ گھر کا انتظام کرنا ہوگا تمہیں۔''

''یہ سب باتیں امی بعد کی ہیں۔ فی الحال آپ مجھے بات تو کرنے دیجئے۔''

☆☆☆

صدرالدین کے سامنے محراب علی نے ساری حقیقت رکھ دی تھی پھر اس کے ہمراہ اپنے بھی خاندان کے نمبردار کو ساتھ بھیجا تھا۔

نعیمہ بیگم نے رو رو کر واویلا مچا دیا تھا کہ سالار، ارسہ کو طلاق ثالثہ دے چکا ہے۔ اس کی ساری بہنیں، بہنوئی، تایا چچازاد بیٹیوں کے سسرال سبھی نعیمہ بیگم کے گھر افسوس کے لیے اکٹھے ہو رہے تھے۔ جب یہ بات باسط تک پہنچی تو اسے گہرا دھچکا لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ سالار ایسا قدم بھی اٹھا جائے گا۔

''لیکن خیر...... جو ہوا ٹھیک ہی ہوا...... اگر وہ زیادہ دن اس فیملی میں رہتا تو ہم لوگوں کی تو حیثیت کیڑے مکوڑے سے زیادہ نہیں رہتی۔'' اب وہ ارسہ سے ہمدردی کرنے کے لیے سب سے پہلے اس کے گھر پہنچا ہوا تھا۔

نعیمہ بیگم نے یہ بات سب سے پہلے دلاور علی کو بتائی تھی۔ دلاور سن کر ہق دق رہ گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ سالار ایسا نہیں کرے گا لیکن اتنی جلدی اتنا کچھ ہو جائے گا اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ تو سالار کو ذلیل وخوار کرنا چاہتا تھا۔ اپنی شرائط پر بہن کو بسانا چاہتا تھا لیکن یہ تو سارا گیم ہی الٹ گیا تھا۔ معیز اور سعد سخت غصے میں تھے۔ ان کا بس چلتا تو سالار کو گولی مار دیتے لیکن...... سالار کوئی معمولی گھرانے کا نہیں تھا جس پر وہ حملہ کر سکتے۔ بہنیں علیحدہ اشتعال میں تھیں...... کہ اچانک صدرالدین کا پیغام ان تک پہنچا کہ وہ لوگ مصالحت کرنا چاہتے ہیں۔

''مصالحت...... مصالحت کیسے ہو سکتی ہے۔ صدرالدین بھائی...... آپ خود ہی بتائیں ایک شخص طلاق دے کر انکاری ہو رہا ہے۔ ہم ارسہ کو کیسے گناہ کا مرتکب کر سکتے ہیں؟''

''آپ کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ آپ کی بہن جو کچھ کہہ رہی ہے سچ ہے۔'' محراب علی کے خاندان کے نمبردار نے کہا تو دلاور علی سخت اشتعال میں آ گیا۔

''کون سی عورت ہے ایسی جو خود پر ایسا گھٹیا بدنامی کا کلنک لگانا چاہتی ہے۔''

''دیکھیں، یہ ایک شرعی معاملہ ہے۔ جب تک علماء کرام سے اس معاملے کی جانچ پڑتال نہیں ہو گی نہ تو آپ لوگ حتمی رائے دے سکتے ہیں اور نہ ہی وہ لوگ۔''

''تو پھر آپ لوگ علماء کے پاس جائیں...... ہمارے پاس کیا لینے آئے ہیں۔'' دلاور علی اسی انداز میں بولا۔

''دیکھو دلاور علی...... ہم یہاں لڑائی جھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔ ایک بار ہمیں لڑکی سے تصدیق کر لینے دو۔ آیا کہ یہ بات درست ہے یا نہیں...... ہو سکتا ہے لڑکی کو کوئی مبالغہ ہو گیا ہو...... ہم لڑکی کے منہ سے سچ سننے آئے ہیں۔'' صدرالدین نے کہا تو نعیمہ بیگم بھڑک کر بولیں۔

''ہمیں نہیں پتا تھا کہ ہماری ہی بیٹی کو زخم لگے گا اور ہماری ہی بیٹی سے تصدیق کرنے کے لیے لوگ آئیں گے۔''

''نعیمہ بہن ہم نے لڑکے سے بھی تصدیق کر لی ہے وہ اپنے لفظوں پر قائم ہے۔''

''تو کیا ہماری بیٹی جھوٹی ہے۔ خود پر یونہی بہتان لگا رہی ہے وہ...... کیا ملے گا اسے یہ سب کچھ کر کے۔'' نعیمہ بیگم نے واویلا مچا دیا...... ناچار دلاور علی کو بولنا پڑا۔

''امی آپ صبر کریں......ان لوگوں کو تسلی کرنے دیجئے۔جس طرح چاہیں یہ ارسہ سے تصدیق کر سکتے ہیں۔ہمیں بھلا کیا اعتراض ہوگا۔''

نعیمہ بیگم چپ ہوگئیں۔

''ٹھیک ہے پھر آپ بچی کو بلا دیں۔ہم اس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔'' نعیمہ بیگم اندر چلی گئیں۔

''کیا پوچھنے کے لیے آئے ہیں یہ لوگ مجھ سے؟'' ارسہ پریشان تھی۔

''تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔تم ان لوگوں کے سامنے نہیں جاؤ گی۔کہہ دو تم عدت میں بیٹھی ہو۔غیر محرم کے سامنے نہیں آ سکتیں......یہیں سے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر انہیں اپنا موقف بتا دو۔''

''بات سنیں دلاور بھائی......معاملہ شرعی اور حساس ہے۔بات نہ سلجھی تو علماء کرام حلف پر فیصلہ کریں گے۔اس لیے بہتر ہے کہ ہم اپنی تسلی کر لیں۔'' وہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

''یہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟'' ارسہ کے قدم لڑکھڑائے اور وہ بیچ کے دروازے سے مڑ کر واپس اندر آ گئی۔''میں حلف کیسے اٹھا سکتی ہوں۔'' وہ دل ہی دل میں لرزی......نعیمہ بیگم کو بھی گھبراہٹ سی ہوئی۔

''ابھی اس کی نوبت تو نہیں آئی ناں......جب آئے گی تب دیکھ لیں گے۔''

''تو کیا جب میں جھوٹا قرآن اٹھاؤں گی۔'' ارسہ کے رونگٹے کھڑے ہوئے۔نعیمہ بیگم کو بیٹی پر غصہ آ گیا۔

''اپنی کمزوریوں کی وجہ سے آج تم اس جگہ پر کھڑی ہو۔نہ تمہارے پاس عقل ہے اور نہ حوصلہ۔'' نعیمہ بیگم نے بیٹی کو بری طرح سے جھڑک دیا۔ارسہ نے سر اٹھا کر گہری سانس خارج کی جیسے حوصلے کے لیے آکسیجن لے رہی ہو پھر یکدم اس کی نگاہ سامنے الماری پر پڑی۔جہاں بے شمار دنیاوی کتابیں رکھی تھیں۔کچھ موٹی کچھ پتلی، کچھ اتنی ضخیم اور بڑی کہ اگر ان پر قرآن پاک کا جزدان چڑھا دیا جاتا تو وہ سامنے سے قرآن ہی لگتیں۔

اچانک شیطان نے ارسہ کے دماغ میں کیسی تجویز ڈالی تھی۔یہ دلیل تو ایسی تھی کہ پھر کوئی بھی اس کی چوکھٹ پر آ ہی نہیں سکتا تھا۔

''جب تک میں حلف نہیں دوں گی یہ لوگ میری جان نہیں چھوڑیں گے۔علماء کرام کے پاس لے جائیں گے اور مجھے سچا حلف اٹھانے پر مجبور کریں گے۔اس سے بہتر نہیں کہ میں اس سلسلے کو یہیں بند کر دوں......امی کی تجویز بھی اچھی ہے۔کیا ضرورت ہے مجھے ان لوگوں کے سامنے جانے کی......میں یہیں پردے کے پیچھے سے انہیں بیان دوں گی۔''

''ہاں تو بیٹی......کیا بات ہوئی تھی؟'' نمبردار انعام الٰہی جو کہ سالار کی طرف سے آیا تھا اس نے ارسہ سے سوال کیا۔ارسہ بتانے لگی۔

''بیس ستمبر جمعرات کی رات کو سالار یہاں ہمارے گھر فنکشن میں آیا تھا۔امی نے اپنے سب بیٹی داماد کی دعوت کر رکھی تھی۔ہمیں بھی بلایا تھا۔دعوت کے دوران میں نہ جانے اسے کس بات پر غصہ آیا اور وہ مجھ سے بلاوجہ ہی اکھڑا اکھڑا بولنے لگا اس کی ہمیشہ یہی عادت تھی۔ہمارے یہاں جب بھی آتا تھا ایسے ہی غصے میں رہتا تھا۔امی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اسے امی کو بھی برا بھلا کہا۔بات اتنی بڑھی کہ وہ فنکشن ادھورا چھوڑ کر یہاں سے چلا گیا اسی دوران میری طبیعت خراب ہوگئی اور سب میری دیکھ بھال میں لگ گئے۔پچیس ستمبر کو سالار کا فون میرے موبائل پر آیا۔اس نے

مجھے برا بھلا کہا پھر کہنے لگا کہ میں ابھی تک کیوں نہیں آئی۔شام سے پہلے گھر آجاؤں ورنہ میرے ساتھ اچھا نہیں ہوگا۔میں نے اسے بتایا کہ میری طبیعت صحیح نہیں ہے......اس نے اس بات کی پرواہ ہی نہیں کی اور اپنی بات پر مصر رہا کہ میں گھر آجاؤں۔میں نے اسے کہا کہ وہ مجھے لینے آجائے......میں اس کے ساتھ چلی جاؤں گی۔وہ مجھے اور میرے گھر والوں کو پھر برا بھلا کہنے لگا پھر اس نے مجھے کہا کہ میں اپنے کسی بھائی کے ساتھ آجاؤں۔میں نے کہا میں اپنے کسی بھائی کے ساتھ نہیں آسکتی...... پہلے ہی وہ لوگ اس بات پر غم و غصے میں ہیں کہ تم نے امی کو برا بھلا کہا تھا۔میری اس بات کو اس نے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی اور بری طرح سے اکھڑ گیا اور کہنے لگا کہ تم نہیں آنا چاہتی تو نہ آؤ...... پر کان کھول کر سن لو......شام تک تم گھر نہ آئیں تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔مجھے اس کی اس ہٹ دھرمی پر غصہ آگیا۔میں نے اس سے پوچھا کہ تم بات بات پر مجھے چھوڑ دینے کی دھمکیاں کیوں دے رہے ہو تو وہ غصے سے بولا۔میں دھمکی نہیں دے رہا...... ایسا کر بھی سکتا ہوں......اس پر میں نے کہا ٹھیک ہے جو میری قسمت میں ہوگا......ہو جائے گا۔اس پر اس نے مجھے کہہ کہ میں نے تمہیں طلاق دی،طلاق دی،طلاق دی...... کیا......میرے منہ سے ایک دم نکلا اور اس نے فون بند کر دیا۔جب اس نے ایسا کہا تو نہ پیروں کے نیچے زمین رہی اور نہ سر پر آسمان......''یہ کہہ کر ارسہ نے رونا شروع کر دیا۔پھر وہ پردے کی اوٹ سے ذرا سا باہر آگئی اس کے ہاتھ میں کلام پاک تھا۔

''میں اس قرآن پاک کی قسم کھا کر کہہ رہی ہوں کہ وہ مجھے طلاق دے چکا ہے اور بالکل اسی طرح جیسے میں نے آپ کو بتایا ہے۔اگر پھر بھی آپ لوگوں کو یقین نہیں آتا......تو......میں کیا کہہ سکتی ہوں۔''اس کے بعد ارسہ نے پھر رونا شروع کر دیا۔دونوں نمبردار ہی کیا نعیمہ بیگم کی آنکھیں بھی پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔البتہ......دلاور علی سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ ہمدردی کے لیے بہن کے پاس آگیا اور اسے سینے سے لگا لیا پھر اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔

☆☆☆

''ابھی طلاق ثابت نہیں ہوئی اور اس نے عدت کا ڈراما بھی رچالیا۔ عدت میں ہی صرف اسے پردے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس سے قبل تو اس نے محرم نامحرم کا کبھی خیال نہیں رکھا۔ وہ سامنے کیوں نہیں آئی آپ لوگوں کے...... ان کے ہاں تو پردے کا دستور ہی نہیں ہے۔ پھر یہ پردے کا ڈراما کیا تھا۔'' الباب سخت جز بز ہورہا تھا۔ انعام الٰہی ادھیڑ عمر شخص تھا...... محراب علی کو بتانے لگا۔

''لڑکی نے جو بیان دیا ہے...... وہ اس بیان سے قطعی مختلف ہے جو لڑکے نے دیا ہے اور پھر سب سے بڑھ کر اس نے قرآن پاک ہی اٹھا لیا اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی۔'' انعام الٰہی کے اس انکشاف پر محراب علی اور الباب گنگ رہ گئے۔

''کیا...... ارسہ نے قرآن پاک اٹھالیا؟''

''ہاں...... اس نے قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم اٹھائی ہے کہ سالار اسے طلاق دے چکا ہے۔ اس کے بعد تو کسی سوال کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ لوگ سالار سے پھر بھی تصدیق کرلیں۔ بالفرض اس نے ایسا کردیا ہے تو اسے گھبراہٹ کس چیز کی ہے۔ مرد ہی طلاق دیتے ہیں۔ غصے میں بھی یہ الفاظ نکل جاتے ہیں...... سالار ایسا کرچکا ہے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہئے...... ورنہ وہ دہرے گناہ کا مرتکب ہوگا۔'' اب محراب علی اور الباب کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

☆☆☆

''کیا...... ؟ ارسہ نے قرآن پاک کو ہاتھ میں اٹھا کر قسم کھائی ہے کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں۔'' اس کے جھوٹے حلف پر سالار کے سر پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ارسہ اس قدر گری ہوئی لڑکی ہے۔ کیسے اس نے ڈیڑھ برس سے اپنی رفاقت کے قابل سمجھا۔ اور اس کی ہر جائز ناجائز کو برداشت بھی کیا...... کیوں؟ اس کی خاموشی سب کے لیے معما تھی...... گھر کا ہر فرد خاموشی سے مشکوک انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''آپ لوگوں کو شاید میرے اوپر یقین نہیں آرہا...... ٹھیک ہے، میں بھی قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے کو تیار ہوں۔ اللہ کے گھر میں جا کر حلف دینے کو تیار ہوں کہ جو کچھ اس نے کہا وہ مجھ پر سراسر بہتان لگارہی ہے۔ جھوٹ بول رہی ہے وہ...... میں نے اسے دھمکی ضرور دی ہے...... طلاق نہیں دی...... آپ لوگ کیوں میرے اوپر یقین نہیں کررہے......'' بے بسی سے سالار نے اپنا سر دونوں ہاتھوں پر گرالیا۔

☆☆☆

''مفتی عبدالحی صاحب ہم آپ کو لڑکے اور لڑکی دونوں کے بیانات بتاچکے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں شرع کیا کہتی ہے؟'' مفتی عبدالحی صاحب اسی سالہ معزز صاحب علم، عالم دین ہستی تھے انہوں نے بغور ساری بات کو سنا پھر کہنے لگے۔

''یہ شرعی مسئلہ ہے جس طرح آپ لڑکے کو یہاں لے کر آئے ہیں۔ اسی طرح لڑکی کو بھی ہمارے سامنے لے کر آئیں۔ دونوں لڑکا لڑکی اپنے اپنے بیان تحریری قلمبند کرکے ہمیں دیں گے۔ تبھی میں آپ کو اطمینان بخش جواب دے سکتا ہوں۔'' مفتی صاحب کے جواب پر محراب علی اور الباب دونوں ہی بے چین ہوگئے۔

''مگر یہ تو ناممکن ہے مفتی صاحب۔''

''کیسے ناممکن ہے؟'' مفتی صاحب جلال میں بولے۔

''اس لیے کہ وہ لوگ ہٹ دھرمی پر اترے ہوئے ہیں۔ وہ لڑکی کو آپ کے سامنے نہیں آنے دیں گے۔ لڑکی کہتی ہے کہ وہ عدت میں بیٹھی ہے۔''

''طلاق ثابت نہیں ہوئی اور وہ عدت میں بھی بیٹھ گئی۔'' مفتی صاحب طنزاً مسکرائے۔ الباب اور محراب نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا اور جھجکتے ہوئے مفتی صاحب کو بتایا۔

''مفتی صاحب...... لڑکی قرآن پاک پہ حلف دے چکی ہے کہ اسے طلاق ہوگئی ہے اور دوسری طرف لڑکا بھی حلف اٹھانے پر تیار ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ ایسی صورت حال میں ہم کسے سچا سمجھیں۔'' اس بات پر مفتی صاحب کے چہرے پر تفکر اور جلال مزید بڑھ گیا۔ پھر وہ ناگواری سے بولے۔

''لڑکی سے حلف اٹھوانے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ آپ لوگوں نے جب جلد بازی کر ہی لی تو پھر میرے پاس کیا لینے آئے ہیں؟''

''مفتی صاحب...... ہم لوگوں نے لڑکی سے قرآن نہیں اٹھوایا...... اس کے گھر والوں نے اور لڑکی نے اپنی مرضی سے اٹھایا ہے۔ ابھی تو ہم معاملے کی چھان بین میں ہی تھے کہ اس نے فوراً ہی حلف اٹھالیا۔''

''آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ لڑکی کا بیان قلمبند کرا کر مجھ تک پہنچادیں اور اپنی طرف سے آپ لڑکے کا بیان تحریری لکھ دیں اور ممکن ہو تو لڑکی کی طرف سے ایک شخص اور لڑکے کی طرف سے ایک شخص یہاں آجائے...... ہم آپ کو...... شریعت کی رو سے فتویٰ دے دیں گے۔''

☆☆☆

''ہم لوگ اطمینان کر چکے ہیں اور فتویٰ لے چکے ہیں۔ جس سے طلاق ثابت ہو چکی ہے۔ اس لیے ہمیں کسی اور عالم دین کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ سب مولوی اپنی اپنی کرتے ہیں۔ شریعت کو مذاق بنا رکھا ہے ان لوگوں نے...... ارسہ کا کوئی بیان کسی مولوی کے پاس نہیں جائے گا۔'' دلاور علی نے سختی سے کہا تو باسط کہنے لگا۔

''دلاور بھائی ذرا...... ٹھنڈا دماغ کر کے سوچیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں...... ٹھیک ہے کہ وہ ارسہ کو طلاق دے چکا ہے اور پھر وہ انکار بھی کر رہا ہے...... ارسہ کا مستقبل التواء میں پڑ گیا ناں...... جب تک واضح طلاق ثابت نہیں ہوگی ارسہ کا دوسرا نکاح ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہمیں شرعی معاملات کو واضح انداز میں نمٹالینا چاہئے۔ ان کے مفتی صاحبان ارسہ کا بیان ہی تو مانگ رہے ہیں۔ بیان ارسہ ہی تو دے گی جو اس پر گزری ہے دیکھ لیتے ہیں۔ ان کے مفتی صاحبان کیا کہتے ہیں۔'' باسط کی بات دوررس تھی۔ دلاور علی سوچنے لگا۔

☆☆☆

''فقہ حنفیہ کے تحت...... فتویٰ کا جواب یوں ہے۔ ایسی صورتِ حال میں جب عورت یہ کہے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے تو عورت گواہ پیش کرے اگر اس نے گواہ پیش کر دیے ہیں تو طلاق ثابت ہوگئی۔ اگر عورت ثبوت یا گواہ پیش نہیں کر سکتی تو مرد پہ لازم ہے کہ قسم اٹھائے۔ عورت حلف نہیں اٹھائے گی (کیونکہ عورت مرد پر الزام لگا رہی مرد عورت پر الزام نہیں لگا رہا، اس لیے مرد حلف اٹھائے گا) اگر مرد حلف اٹھا

لیتا ہے تو مرد کی بات کا یقین کرتے ہوئے عورت کی بات غلط اور جھوٹی ثابت ہوگی اور اس طرح طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے عورت اسی مرد کے ساتھ اپنا گھر بسائے گی پھر بھی عورت کو اگر اس بات کا یقین ہے کہ اس کا شوہر اسے طلاق دے چکا ہے اور وہ گواہ بھی پیش نہیں کر سکتی نہ ہی کوئی ثبوت دے سکتی ہے تو وہ مرد سے دور رہے اور ازدواجی تعلق نہ اپنائے مگر اسے طلاق بھی نہ سمجھے اور جس طرح بھی ممکن ہو شوہر سے طلاق مانگ لے اور باقاعدہ علیحدگی اختیار کر لے۔ مرد اگر جھوٹی قسم کھاتا ہے اور عورت کو مجبور کر کے واپس بسا لیتا ہے تو وہ زنا کا مرتکب ہوگا اور سخت گناہ گار ہے اور دونوں جہانوں میں عذاب کا مستحق ہے۔'' ارسہ کی طرف سے باسط آیا تھا اور سالار طرف سے الباب۔

''مولانا صاحب ایک بات تو آپ نے واضح ہی نہیں کی۔ عورت حاملہ ہو تو کیا طلاق ہو جاتی ہے کیونکہ ہم جس لڑکی کا معاملہ آپ کے پاس لے کر آئے ہیں وہ حاملہ ہے...... اور سنا ہے حاملہ عورت کو طلاق نہیں ہوتی۔'' الباب نے اپنی طرف سے آخری کوشش کی......

''ایسی صورتِ حال میں بھی طلاق ہو جاتی ہے لیکن اس کی نوعیت کچھ یوں ہے۔ فقۂ حنیفہ کے تحت عورت اگر حمل سے ہے خواہ اسے ایک ماہ کا حمل ہے یا نو مہینے کا جب تک اس کے بطن میں اس مرد کا بچہ ہے مرد پر لازم ہے عورت کا نان نفقہ دیتا رہے گا اور جس طرح بھی ممکن ہو تو اسے اس حال میں اپنے گھر میں ہی رکھے۔ اگرچہ مرد اور عورت ایک دوسرے پر حرام ہو گئے ہیں۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد یہ تعلق بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اب عورت کی مرضی ہے بچے کو رکھے پالے پرورش کرے یا مرد کو دے دے اگر عورت اپنی پرورش میں بچے کو رکھتی ہے تو مرد بچے کی کفالت کے لیے اخراجات برداشت کرے گا۔ بصورتِ دیگر عورت پر کوئی ذمے داری نہیں...... لیکن عدت کی مدت حاملہ عورت کی تبھی مکمل ہوگی جب عورت حمل سے فارغ ہو جائے گی خواہ وہ ایک دن کے بعد بچہ پیدا کرے، خواہ نو ماہ کے بعد۔'' الباب خاموش ہو گیا ساری صورتِ حال واضح ہو چکی تھی۔

''اچھا کیا الباب بھائی آپ نے آخری سوال بھی کر لیا۔ آخر کو شرع کا معاملہ ہے...... تو چلو یہ...... صورتِ حال بھی واضح ہو گئی کہ حمل میں بھی طلاق ہو جاتی ہے اگر طلاق ثلاثہ دی جائے تو۔'' باسط نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے الباب کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تو الباب نے غصیلی نگاہ باسط پر ڈالی اور خشک لہجے میں کہنے لگا۔

''شاید آپ نے فتویٰ اچھی طرح سمجھا نہیں ہے۔ گھر جا کر اچھی طرح سمجھ لیجیے گا...... ہوسکتا ہے آپ کے سالے آپ کو سمجھا دیں۔ جب تک ارسہ خود طلاق کا مطالبہ نہیں کرے گی اور سالار باقاعدہ طلاق نہیں دے گا طلاق واضح نہیں ہوگی۔ سالار کا کیا ہے۔ مرد ہے ایک تو نکاح ہو جائے گا لیکن ارسہ کا نکاح نہیں ہوسکتا جب تک سالار باقاعدہ طلاق نہیں دے گا...... بہ صورتِ دیگر ارسہ ثبوت یا گواہ پیش کرے۔'' الباب نے کٹیلے انداز میں کہا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ باسط سوچ میں پڑ گیا۔

☆☆☆

''جب میں نے ارسہ کو طلاق ہی نہیں دی تو میں ان فتوؤں کا کیا کروں؟'' سالار پاگل ہونے کو تھا۔ ''مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آ رہا کہ وہ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ آخر کیا کسر چھوڑ رکھی تھی میں نے جو اس نے یکدم طلاق کا دعویٰ کر دیا ایک بار...... ایک بار اس سے مل لینے دیجیے...... میں اس سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس نے ایسا کیوں کیا......؟''

''پاگل ہو گئے ہو تم...... کیا حیثیت ہے تمہاری اس کی نظر میں جس نے جھوٹا قرآن ہی اٹھالیا، وہ تمہارے سامنے سچ بولے گی، بھول ہے تمہاری...... اسے تو خدا کے قہر سے بھی ڈر نہیں لگا، وہ تمہاری دھمکیوں میں آئے گی؟''

''میں اسے دھمکیاں نہیں دوں گا ایک دفعہ وہ میرے سامنے اقرار کر لے...... میں اسے جان سے ماردوں گا۔'' سالار کے سر پر جیسے خون سوار تھا وہ ریوالور اپنی جیب میں رکھ چکا تھا۔ الباب نے اسے تیزی سے قابو میں کیا۔ سالار چھڑوانے کے لیے مزاحمت کرنے لگا۔ الباب کو غصہ آ گیا۔ دوسری طرف سے محراب نے اسے گریبان سے پکڑ لیا۔

''اس وقت تمہارے سر پر خون سوار ہے ناں...... وہ تمہیں کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔ مارنا تھا ناں اسے تو اپنے گھر میں ختم کر دیتے...... اب کس زعم میں تم اس کے گھر جا رہے ہو۔''

''تمہارا کیا خیال ہے، یہ سب کچھ کیا بغیر پلاننگ کے ہو رہا ہے۔ اس کے بھائی ہی نہیں کرایے کے غنڈے تک تمہارے منتظر بیٹھے ہوں گے وہاں کس چیز کی خوش فہمی ہے تمہیں کہ اس نے یہ سب ڈراما تمہیں اپنے بس میں کرنے کے لیے رچایا ہے۔ بھول ہے تمہاری...... وہ تمہیں ٹھکرا رہی ہے...... پھر تم کیوں اس سے اس موضوع پر بات کرنا چاہتے ہو...... دے دو اسے طلاق...... اور جان چھڑاؤ اپنی......'' محراب علی نے حقارت سے کہا تو سالار نے باری باری سب کی طرف دیکھا۔ سب کے چہرے پر ارسہ کے لیے نفرت اور حقارت تھی۔

''وہ تمہارے قابل نہیں تھی سالار......'' عشرت بیگم رونے لگیں۔ ''محراب اور الباب صحیح کہہ رہے ہیں۔ اس نے تم پر الزام نہیں لگایا بلکہ طلاق کا مطالبہ کیا ہے۔ اسے طلاق دے کر جان چھڑا لو۔''

''نہیں...... نہیں دوں گا میں اسے طلاق...... وہ کہہ رہی ہے ناں...... میں نے اسے طلاق دے دی ہے تو ٹھیک ہے وہ کہتی رہے...... مگر میں اپنی طرف سے طلاق نہیں دوں گا...... نہیں دوں گا۔'' سالار کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور اس کے چہرے پر بے تحاشا پسینہ تھا۔

''نہیں ہے آپ میں سے کسی کو میری بات کا یقین تو نہ کریں۔ میرا اللہ تو جانتا ہے ناں......'' بے بسی سے اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

☆☆☆

''فتوے کے مطابق تو ارسہ کی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔'' دلاور علی نے ماں کی طرف دیکھا۔ باسط بھی درمیان میں بیٹھا تھا۔

''کیسے ثابت نہیں ہوتی؟'' باسط نے درمیان میں ہی لقمہ دیا۔

''صرف ارسہ گواہ اور ثبوت پیش نہیں کر سکتی...... وگرنہ طلاق اسے ہو چکی ہے اور یہ کیا کم ہے کہ اس نے کلام پاک کی قسم کھالی...... اگر سالار سچا تھا تو وہ بھی حلف اٹھالیتا پہلے تو بہت بڑھ بڑھ کر بول رہے تھے کہ اسے سامنے بٹھا کر بات ہو گی...... اب فتویٰ ملتے ہی سٹی گم ہو گئی۔''

''دلاور بھائی فتوے کے دوسرے حصے پر غور کریں۔ جس میں واضح لکھا ہے اگر عورت گواہ نہیں پیش کر سکتی اور اسے اس بات کا یقین ہے کہ اس کا شوہر اسے طلاق دے چکا ہے تو جس طرح بھی ممکن ہو وہ شوہر سے علیحدگی اختیار کر لے اور طلاق مانگنے کی کوشش کرے تو اب ہمیں چاہیئے کہ

طلاق کا...... باقاعدہ مطالبہ کریں تاکہ ان کا ابہام بھی ختم ہو جائے۔''

''ہاں...... باسط ٹھیک کہہ رہا ہے دلاور......'' نعیمہ بیگم نے تیزی سے کہا'' ارسہ کو طلاق ہو چکی ہے اب مصالحت کی گنجائش نہیں نکلتی...... اس لیے وقت ضائع کیے بغیر ہمیں طلاق مانگ لینی چاہیے۔ وہ لوگ تو بے شرمی پر اترے ہوئے ہیں۔ زندگی تو ہماری بچی کی خراب ہو جائے گی اگر ہم نے اس کام کو باقاعدہ قانون اور شرع کے تحت نہیں کیا۔'' نعیمہ بیگم نے زور دے کر کہا تو دلاور علی کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا۔

''ہم منہ سے طلاق مانگ لیں گے تو ارسہ کے مہر کا معاملہ التواء میں پڑ جائے گا اور طلاق مانگنے کے بعد حق مہر کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں ارسہ کا حق اسے پورا ملے۔ اس لیے میں طلاق کے مطالبے کے حق میں نہیں ہوں اور پھر جب طلاق واقع ہو چکی ہے تو پھر ہم مطالبہ کیوں کریں۔ شرع کا انہیں بھی پتا چلا چکا ہے اور ہمیں بھی...... میں صدر الدین سے کہوں گا کہ وہ ان لوگوں سے جا کر کہے کہ وہ لوگ اس کام کو باقاعدہ خود ختم کریں اور ارسہ کا حق مہر جو کہ پانچ لاکھ باؤن ہزار ہے وہ ادا کریں اور ارسہ کا سارا جہیز واپس کریں۔''

''مگر یہ بھی تو ممکن ہے دلاور بھائی اور خالہ جان...... ارسہ کے حمل کو بنیاد بنا کر وہ لوگ اس معاملے کو بھی لٹکائے رکھیں۔'' باسط کی بات نعیمہ بیگم کے سر پر ہتھوڑے کی طرح لگی۔

''ہاں، یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں...... جب تک بچہ پیدا نہیں ہو جاتا، ارسہ آزاد نہیں ہو سکتی...... پورے آٹھ ماہ پڑے ہیں ابھی اور آٹھ ماہ تک ارسہ کسی غلام لونڈی کی طرح اس کے بچے کو اپنے بطن میں پالے گی تب پھر کہیں جا کر آزاد ہو گی۔'' ماں کو گہری سوچ میں مبتلا پا کر دلاور علی جھنجلا گیا۔ وہ ماں کی سوچ کو پڑھ چکا تھا لیکن فی الوقت باسط کے سامنے اس موضوع پر کھل کر بات نہیں کر سکتا تھا۔ نہ جانے اس نے جو کچھ سوچا تھا ماں بھی ایسا سوچ رہی ہو گی اور پھر ارسہ...... ارسہ کی بھی تو کوئی رائے ہو گی۔

☆☆☆

''یار سالار کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم نے اتنے دن...... ہم سے اس بات کو چھپائے رکھا۔ یار ہم تیرے دوست تھے کوئی غیر تو نہیں جو تو نے ہمیں بتایا تک نہیں کہ تجھ پر یہ سانحہ گزر گیا۔'' یہی تو دوست تھے اس کے عظمت، عمران اور اسلم۔ تینوں ہی سن کر سخت افسوس کر رہے تھے۔

''یار اب تم خود کس نتیجے پر پہنچے ہو۔ ہمیں تو لگتا ہے ارسہ بھابی کے سارے گھر والے اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ تبھی تو وہ اپنے جھوٹ پر مضبوطی سے قائم ہے۔''

''بڑے افسوس اور شرمندگی کی بات ہے یار...... خدانخواستہ اگر میری بہن ایسا کرتی تو میں اسے گولی مار دیتا اور امی...... یہ لفظ منہ سے نکالنے سے پہلے ہی بیٹی کو زندہ دفن کر چکی ہوتیں۔ کیسی ماں ہے یار اس کی...... کیا تم لوگوں نے پہلے نہیں دیکھا تھا یہ سب کچھ۔''

''پتا نہیں...... سب گھر والوں کی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی تھی۔ بس نظر آ رہی تھی تو اس کی خوب صورتی۔''

''خاک خوب صورت ہوتی ہیں ایسی عورتیں...... لعنت بھیجو یار ایسی عورتوں کا کچھ اعتبار نہیں...... خدا کی قسم مجھے تو لگتا ہے اندر کوئی اور ہی کہانی ہوگی جو اتنی جلدی طلاق کی نوبت آ گئی...... یہ بتاؤ حق مہر کتنا تھا محترمہ کا......''

''پانچ لاکھ باون ہزار۔''

''اچھی خاصی رقم ہوتی ہے ساڑھے پانچ لاکھ...... کوئی ضرورت نہیں ہے اسے حق مہر دینے کی اور جہیز کا سامان بھی توڑ پھوڑ کر دینا...... یار قسم سے ہمیں تو یقین ہی نہیں آ رہا کہ تمہارے جیسے اعلیٰ خاندان میں بھی ایسا کام ہو سکتا ہے۔ یار کلنک کا ٹیکا لگا گئی وہ تو تمہارے۔''

''میں کلنک کا ٹیکا اپنے خاندانی وقار پر لگنے نہیں دینا چاہتا اور چاہتا ہوں جو سچائی ہے سامنے آ جائے لیکن...... لیکن میرے گھر والے اس بات کو سمجھ ہی نہیں رہے، وہ سمجھ رہے ہیں کہ میں اب بھی اس کی محبت میں گرفتار ہوں وہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد ایک دوسرے سے جان چھڑا لیں۔ ایسے میں کوئی میرے بارے میں سوچ ہی نہیں رہا۔ وہ مجھے جھوٹا بنا رہی ہے اور میں جھوٹا ہو رہا ہوں۔ کیوں دوں میں اس کی منشا کے مطابق طلاق......''

''سالار...... ایک بات آ گئی ہے میرے ذہن میں۔'' عظمت یکدم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''یار، یہ تم نے کون سے فون پر اس سے بات کی تھی۔''

''اپنے موبائل پر۔'' سالار نے جواب دیا۔

''تو یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا تمہیں چاہیے تھا کہ تم فوراً اپنی گفتگو ریکارڈنگ سے نکلواتے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا۔ مولویوں کے فتوے لے جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔''

''یہ کام ہم لوگ کر چکے ہیں سب سے پہلے ہم لوگ ان کے ہی آفس گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ ساری کالز ریکارڈ نہیں کرتے۔ جس کال پر آبزرویشن لگتی ہے وہی ریکارڈ ہوتی ہے۔ وہ بھی اس صورت میں پہلے اس نمبر کی ایف آئی آر کٹوائی جاتی ہے معاملہ پولیس کی تحویل میں جاتا ہے پھر پولیس وہ ریکارڈنگ کراتی ہے۔ عملہ خود یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ یہ جرم کی زد میں آتا ہے۔ البتہ اگر کسی کا جانکار اس فیلڈ میں ہے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا...... اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ میرے ساتھ ایسا کرے گی تو میں خود ہی اپنے موبائل میں ریکارڈ...... نہ کر لیتا۔'' سالار افسوس سے انہیں کہہ رہا تھا۔

''تم فکر نہ کرو...... ہم اس معاملے میں پھر کوشش کر سکتے ہیں۔ میرے بہنوئی کا بھائی سیل فون کے ہی محکمے میں ہے یہ مجھے معلوم نہیں کہ

کون سی کمپنی میں ہے میں اس سے آج ہی بات کرتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کوئی سبیل نکل آئے۔'' اس کی بات پر سالار کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور امید کی روشنی چہرے پر پھیل گئی۔

''یار عظمت اگر تم میرا یہ کام کر دو گے ناں تو مجھ پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ کم از کم میں سرخرو ہو جاؤ گا۔ اس نے جھوٹا کلام پاک اٹھا لیا۔ کس ضمیر اور کس دل سے میں سوچتا ہوں تو مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی۔ میری بات چیت کی ریکارڈنگ اگر نکل گئی ناں تو میں اسے مزہ چکاؤں گا کہ وہ زندگی بھر یاد رکھے گی۔ بس تم ایک بار......'' ابھی اس کے لفظ منہ میں ہی تھے کہ اسلم اس کی طرف دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''یار...... مزہ تم نہیں وہ رب اسے چکھائے گا جس کے قرآن پاک کا اس نے مذاق اڑایا ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب اور اپنے گھر کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اور وہ خود ہی بہترین انصاف کرنے والا ہے۔ تم دیکھنا وہ اسی دنیا میں بھگتے گی۔'' کیسے الفاظ تھے اسلم کے...... اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے یکدم انتقام لینے کا جذبہ بھی ٹھنڈا ہو گیا اور وہ گم صم سا اپنے دوستوں کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھائی جان!'' ارسہ حیران رہ گئی۔

''یہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔ جب اس شخص نے تم سے تعلق ہی نہیں رکھنا تو تم اس سانپ کی اولاد کو کس لیے اپنی کوکھ میں پالو گی۔ کیوں ماں بننا چاہتی ہو تم اس بچے کی جس کے باپ نے تمہیں اپنے نکاح سے بے دخل کر دیا ہے۔''

''مگر ایسا ابھی ہوا تو نہیں ہے۔ جب تک تحریری طور پر سالار کی طرف سے طلاق نہیں مل جاتی قانون اور شریعت تو اس بات کو نہیں مانتے نا'' ارسہ بے ساختہ کہہ گئی جو کہ نعیمہ کو سخت برا لگا۔

''تم نے قرآن پاک اٹھا لیا، ہمارے لیے اس سے بڑھ کر کیا گواہی ہوگی۔'' دلاور علی نے کہا تو ارسہ لاجواب ہوگئی اور خفت سے اس کا سر جھک گیا۔

''پھر بھی تم اس بارے میں سوچ لو۔ زندگی برباد کر دی ہے اس شخص نے تمہارے...... ابھی وقت زیادہ نہیں گزرا...... تمہارا گھر آسانی سے دوبارہ بس جائے گا۔ ہاں البتہ اگر بچہ پیدا ہو گیا تو تمہاری زندگی میں بہت سے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔''

''ایسا بھی ہوسکتا ہے سالار تم سے بچہ چھین لے...... کیا ملے گا تمہیں اتنی مشقت میں پڑ کر...... ماں تو تم اس بچے کی پھر بھی نہیں کہلاؤ گی۔'' دلاور علی اسے سمجھاتے ہوئے باہر چلا گیا۔ ارسہ گم صم سی بیٹھی رہی۔

''اچھی طرح سے سوچ لو...... ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں تمہارے بھلے کے لیے ہی کہہ رہے ہیں۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا...... ابھی یہ کام زیادہ آسانی سے ہو جائے گا۔ مزید وقت بڑھا تو تمہیں پریشانی ہوگی۔''

''مگر امی...... میں ایسا کیسے کر سکتی ہوں......؟'' ارسہ سخت روہانسی ہو کر بولی۔ ''درحقیقت ماں بننے کے بعد آنے والے بچے سے اسے قبل از وقت ہی محبت ہو گئی تھی۔ جس دن سے وہ پریگننٹ ہوئی تھی ممتا کے احساس سے چور رہنے لگی تھی۔

''کیوں نہیں کر سکتی تم ایسا...... ایسا کون سا مشکل کام ہے؟'' نعیمہ بیگم نے ناک چڑھا کر کہا۔

''پہلے ہی میں اتنی مشکل سے اتنے مہنگے علاج کے بعد ماں بننے کے قابل ہوئی تھی۔ ایسے کیسے اس بچے کو ختم کر سکتی ہوں۔'' نعیمہ بیگم نے سخت جز بز ہو کر پہلو بدلا۔

''کتنی مشکل سے ماں بنی تھیں۔ صرف ڈیڑھ برس ہی تو ہوا تھا تمہاری شادی کو...... کوئی دس بیس سال تو نہیں ہو گئے تھے اور پھر...... ڈاکٹر نے ہی کہا تھا ناں ایک بار ماں بن جاؤ گی تو پھر ساری رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔ بالکل بے فکر رہو۔ اگلی بار تم جلد ماں بنو گی۔ فی الحال تم اس مصیبت سے جان چھڑواؤ...... ویسے بھی میں اور دلاور نہیں چاہتے کہ اس بچے کی وجہ سے ہی وہ تم سے تعلق رکھنے کی کوشش کرے۔ کیوں...... تم اس کے باپ بننے کی خواہش کو پورا کرنے جا رہی ہو...... تمہیں تو چاہئے کہ اس سے اس طرح سے انتقام لو...... تا کہ اسے اچھی طرح سے پتا چل جائے کہ وہ یہاں مجھے اور دلاور کو کیا گالی دے کر گیا تھا۔'' نعیمہ بیگم لال انگارہ ہو گئی تھیں۔

''مگر امی...... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' وہ توقف کے بعد گھبرائے ہوئے سے انداز میں کہنے لگی تو نعیمہ بیگم نے کٹیلے...... تیوروں سے بیٹی کی طرف دیکھا پھر طنزاً مسکرا کر بولیں۔

''جب جھوٹا قرآن اٹھایا تھا تو نے جب تو تجھے ڈر نہیں لگ رہا تھا اور اب تجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' ماں کے لفظ ارسہ کے سر پر کوڑے کی طرح لگے اور اس کے پورے وجود میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

''وہ صرف ایک ناٹک تھا۔'' ارسہ برا مان کر بولی پھر اس نے ساری سچائی ماں کو بتا دی...... ماں بیٹی کی ہوشیاری سے خاصی متاثر ہوئی اور ٹھٹھہ مار کر بولیں۔

''لو تم نے تو میرے دل کا بوجھ ہی ہلکا کر دیا۔ چلو یہ بھی تو نے ٹھیک ہی کیا...... ورنہ دنیا جہان کے مولوی مُلا اس گھر میں آئے بیٹھے ہوتے اور سب سے جان چھڑوانا مشکل ہو جاتا...... اچھا کیا تو نے سب کا پتا ایک دفعہ میں ہی صاف کر دیا...... پر میں یہ سوچ رہی ہوں ارسہ اگر اس کم بخت نے تجھے طلاق نہیں دی تو...... ہمارا تو سارا گیم ہی الٹ جائے گا۔''

''اس بارے میں آپ بے فکر رہیں کسی طرح سے بھی ہو میں اس سے طلاق لے لوں گی۔ آپ دیکھنا وہ مجھے طلاق دینے پر مجبور ہو جائے گا۔ اب میں اس گھر میں دوبارہ نہیں جاؤں گی۔'' ارسہ نے اعتماد اور نفرت سے کہا تو نعیمہ بیگم کو خوشی ہوئی۔

''پر دلاور کہہ رہا تھا کہ اگر ہم نے منہ سے طلاق مانگی تو تمہارا حق مہر ختم ہو جائے گا ایسا کون سا راستہ اختیار کریں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔''

''انہیں بدنام کریں گے۔ انہی کے خاندان میں انہی کے لوگوں میں تب جا کر انہیں یہ بات سمجھ آئے گی۔ خاص طور پر جہاں سالار کی بہنیں بیاہی ہیں...... ان سمدھیانوں میں تا کہ وہ لوگ جلد از جلد جان چھڑوانے کی کوشش کریں۔''

''ارے واہ...... ارسہ...... تم تو بہت ذہین ہو گئی ہو۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم یونہی...... یہ بات تو تم نے مجھے خوب سمجھائی ہے۔ اب دیکھنا ذرا تم کہ میں کیا کرتی ہوں۔''

☆☆☆

''ارسہ کے متعلق یہ سب جان کر بہت افسوس ہوا آنٹی.....آپ لوگوں نے تو بتانے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی۔'' فرحان نے شکوہ کیا۔

''بس بیٹا.....ایک دم ہی سب کچھ ہو گیا کسی کو کیا بتاتے، اوسان ہی نہیں رہے تھے ہمارے تو۔'' نعیمہ بیگم یہ کہہ کر پھپک پھپک کر رونے لگیں تو فرحان افسوس سے سر ہلانے لگا۔

''صحیح کہہ رہی ہیں آپ، بہت بڑا سانحہ ہے یہ آپ لوگوں کے لیے اور ارسہ کو دیکھ کر تو میں دنگ ہی رہ گیا۔ روگ ہی لگا لیا ہے اس نے تو خود کو.....لگ ہی نہیں رہا یہ وہی ارسہ ہے جو کھلکھلاتی پھرتی تھی۔''

''بس بیٹا کچھ مت پوچھو.....ایک تو طلاق کا دکھ.....دوسرے گھر اجڑ جانے کا صدمہ ارسہ کو تو لے ہی بیٹھا ہے، ڈیڑھ برس میں بیاہی بھی گئی اور اجڑ بھی گئی۔ اللہ کسی دشمن کی بھی ایسی قسمت خراب نہ کرے جیسی میری ارسہ کی قسمت خراب نکلی.....'' یہ کہہ کر نعیمہ بیگم نے پھر رونا شروع کر دیا۔

''ایسا مت کہیں آنٹی کہ ارسہ کی قسمت خراب تھی۔ اسی لیے اس کے ساتھ ایسا ہوا بلکہ خدا کا شکر ادا کریں کہ وہ اس بدقسمتی سے جلد ہی باہر نکل آئی۔ اگر زیادہ وقت گزر جانے کے بعد ایسا ہوتا تو زندگی بھر کے پچھتاوے رہ جاتے۔ اچھا ہوا ان لوگوں کی حقیقت جلد ہی پتا چل گئی اور پھر ابھی تو ارسہ جوان ہے کیوں اپنی زندگی کو روگ لگا رہی ہے۔ شادی ہو گئی تو بچے بھی ہو جائیں گے۔'' نعیمہ بیگم کی آنکھوں میں چمک کوندی پھر وہ فرحان کو لجاجت سے دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

''تم آئے ہو تو اسے سمجھا کر جانا، فضول دل کو روگ لگا کر اپنا وقت برباد نہ کرے۔ اپنے اردگرد زندگی کو محسوس کرے۔ گھومے پھرے، لوگوں سے ملے، آئے جائے تاکہ اس کے دل سے بیکار کے خیالات اور پچھتاوے ختم ہوں۔''

''آپ فکر نہ کریں آنٹی.....میں جب تک یہاں ہوں ارسہ کو پھر سے ویسی ہی ارسہ بنا دوں گا جیسی وہ پہلے تھی۔'' نعیمہ بیگم کو ڈھارس ہوئی۔

''اچھا یہ بتاؤ.....آج کل کیا کر رہے ہو؟''

''کچھ نہیں وہی آوارہ گردی.....'' وہ بے ہنگم سا قہقہہ لگا کر بولا تو نعیمہ بیگم تعجب سے بولیں۔

''کیوں، کیا شادی وادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ بس، بہت ہوئی آوارہ گردی، اب تو شادی کر ہی لو۔'' اس سوال پر فرحان تھوڑا سا گھبرایا پھر اعتماد سے بولا۔

''ارے آنٹی، آج کل کی لڑکیاں اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر بھروسا کر لیا جائے گھر بسانا کوئی معمولی کھیل نہیں ہے۔''

''لو بھلا.....تم نے یہ کیسی بات کی۔ پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں ہوتیں کسی اچھے گھرانے میں شادی کرو گے تو گھر والی بھی بھروسے کی مل جائے گی۔''

''واہ آنٹی.....کیا خوب کہی مگر ایک بات بتائیں، کیا گھرانوں کا بھی آج کل بھروسا رہ گیا ہے.....آخر ارسہ کو آپ نے اونچے رئیس خاندان میں بیاہا تھا، سنا ہے کہ وہاں سات نسلوں میں بھی کسی نے طلاق نہیں دی لیکن ارسہ کو دے دی۔'' نعیمہ بیگم چور نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں پھر پچھتاوے سے بولیں۔

''ہاں بیٹا...... کہتے تو تم ٹھیک ہی ہو۔ان کا کیا گیا، میری ہی کم عمر بچی کو داغ لگ گیا۔''

''ارے چھوڑیں آنٹی...... یہ داغ تو ارسہ کی خوب صورتی اور گنوں کے آگے دکھائی بھی نہیں دے گا۔بس آپ اس کے لیے کوئی اچھا سا بر تلاش کریں۔''

''کہاں تلاش کروں؟ میری تو راتوں کی نیندیں ہی اڑ گئی ہیں۔بھائی علیحدہ فکر مند ہیں، کتنا چاؤ تھا دلاور علی کو ارسہ کو اونچے گھر میں بیاہنے کا کہتا تھا کہ میری بہن شہزادیوں جیسی لگتی ہے۔کسی بڑے گھرانے میں اس کا بیاہ کروں گا مگر دیکھو اس سے اچھا تو ارسہ غریب گھر میں بیاہی جاتی کم سے کم وہ عورتیں بھی ارسہ کے حسن سے جلتی تھیں تبھی تو اس کے پہننے اوڑھنے کو ہمیشہ تنقید کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔نظر لگ گئی میری بچی کو تو۔''

''فکر نہ کریں آپ آنٹی...... اللہ تعالیٰ نے ارسہ کے لیے اس سے بھی اچھا بر لکھا ہوگا تبھی تو آپ لوگوں کی جلد ہی جان چھوٹ گئی ا سے......''نعیمہ بیگم اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

''بالکل انجان لوگوں میں رشتے داری کرنا تو آسان ہے پر نبھانا مشکل ہے۔''

''ہاں بیٹا...... صحیح کہہ رہے ہو...... اب تو ہم ارسہ کی شادی دیکھے بھالے لوگوں میں کریں گے، ایسے گھر میں جس کا ماحول بھی ہماری طرح ڈھیلا ڈھالا ہو...... دقیانوسی پن نہیں ہو اس گھر میں اور لڑکا بھی ارسہ کا ہم مزاج ہو۔''

''تو پھر آنٹی آپ کو ڈھونڈنے کی بھی ضرورت نہیں...... مجھ سے زیادہ ارسہ کا ہم مزاج آپ کو پوری دنیا میں نہیں مل سکتا۔'' یہ فرحان نے کیا کہہ دیا تھا مارے خوشی کے نعیمہ بیگم کی آنکھوں میں سے آنسو چھلک پڑے۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو فرحان؟'' وہ بے ساختہ بولیں تو فرحان قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

''ارے، آپ تو سچ ہی سمجھ بیٹھیں...... میں تو مذاق کر رہا تھا۔'' فرحان کا یہ کہنا تھا کہ نعیمہ بیگم کا دل زور سے ٹوٹا۔

''میں کہاں ارسہ کے قابل...... ارسہ کے لیے تو آپ ارسہ جیسا خوب صورت، دلربا سا لڑکا دیکھیے گا۔ارسہ کہاں مجھے خاطر میں لائے گی۔'' نعیمہ بیگم کو پھر ڈھارس بندھی۔

''پگلے، ظاہری خوب صورتی میں رکھا بھی کیا ہے اور پھر کس چیز کی کمی ہے تجھ میں اور سب سے بڑھ کر تم ایک دوسرے کے ہم مزاج ہو اگر تم اس معاملے میں سنجیدہ ہو تو میں ارسہ سے بات کروں؟'' نعیمہ بیگم یکدم ہی واری سیاں نظر آنے لگیں۔فرحان کچھ گڑبڑایا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

''اصل میں آنٹی۔ارسہ میری دل لگانے والی عادت سے اچھی طرح واقف ہے...... مجھے پتا ہے وہ مجھے اسی بنا پر ریجیکٹ کردے گی۔''

''پگلے جوانی تو دیوانی ہوتی ہے۔جوانی میں کون ایسے شوق نہیں پالتا...... جب گھر والیاں آجاتی ہیں تو ساری دل لگی بھی گھر والی سے ہو جاتی ہے۔''

''اچھا آنٹی۔'' فرحان بے فکر ہو کر ہنسا ''بڑا گہرا تجربہ لگتا ہے آپ کا اگر ایسا ہے تو آپ ارسہ کی رائے لے کر دیکھ لیں لیکن ابھی نہیں، پہلے

میں ارسہ کو زندگی کی طرف لے آؤں اسے ویسا ہی بنادوں تب آپ اس تک میرا پیغام پہنچا دیجئے گا۔" نعیمہ بیگم نے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی اور دل ہی دل میں سوچنے لگیں۔

"بہت ہی بڑا بوجھ ہٹا دیا ہے تم نے میرے سینے پر سے، میری خواہش ہے کہ ارسہ، سالار سے پہلے ہی بیاہی جائے اس کا گھر سالار سے پہلے بس جائے تاکہ انہیں احساس ہو کہ میری بیٹی کی قدر و منزلت طلاق سے کم نہیں ہوئی ہے۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح نایاب ہے۔"

"ارے ہاں...... میں تو بتانا ہی بھول گیا ابو آئے ہوئے ہیں میرے ساتھ وہ اپنی خالہ کی طرف ہیں ہم لوگ اُدھر ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں بھی ٹھہرنے کی، یہ تمہارا اپنا گھر ہے ابھی انہیں فون کرو اور ادھر ہی آنے کا کہو......لو بھلا یہ کیا بات ہوئی ہمیشہ تو تم ہماری طرف ہی ٹھہرتے تھے۔"

"تب میں اکیلا ہوتا تھا ابو بھی ساتھ ہیں پھر سوگواری کا ماحول ہے آپ کے گھر میں، اچھا نہیں لگتا بن بلائے مہمانوں کی طرح نازل ہو جائیں۔"

"ہم بھی تو یہی چاہتے ہی کہ اس گھر سے سوگواریت ختم ہو جائے تم یہاں ٹھہرو گے تو خود بخود اداسی یہاں سے بھاگ جائے گی۔" دلاور علی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو فرحان خوش ہو گیا۔ دلاور علی نے اس کے کندھے پر تھپکی دی پھر ہنستے ہوئے بولا۔

"کیا بات ہے فرحان کچھ کمزور سے ہو گئے ہو یا مجھے لگ رہے ہو؟" اس بات پر فرحان کچھ نروس سا ہوا پھر منہ اور گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ہنس دیا۔

"وہ کیا ہے دلاور بھائی آپ نے ڈیڑھ برس کے بعد دیکھا ہے ناں......اس لیے آپ کو ایسا لگا ہو گا ویسے میں بالکل فٹ ہوں البتہ میں نے اپنا تھوڑا سا وزن کم کیا ہے، بہت زیادہ موٹا ہو گیا تھا میں۔"

"یہ بتاؤ...... پینے پلانے کی طرف زیادہ راغب تو نہیں ہو رہے ہو، چہرہ کچھ زرد سا لگ رہا ہے تمہارا۔"

"ارے نہیں دلاور بھائی، آپ تو پیچھے ہی پڑ گئے اور آپ قسم لے لیں، میں نے تو بالکل ہی چھوڑ دی ہے شوقیہ بھی کبھی کبھار۔"

"بڑی بات ہے۔" دلاور حیرانی سے ہنسا۔

"بہر حال خوشی کی بات ہے۔" نعیمہ بیگم چہک کر بولیں۔

"آپ یقین کریں آنٹی اب تو میں نے لڑکیوں سے بھی دوستیاں کم کر دی ہیں۔ ابو کے ساتھ بزنس میں لگا ہوا ہوں۔"

"یہ تو اور بھی خوشی کی بات ہے۔" دلاور نے نعیمہ بیگم کی طرف دیکھ کر کہا اور پھر خود ہی ہنس دیا۔

☆☆☆

"خدا کے واسطے اپنی اصل حالت میں واپس آ جاؤ، تھک گیا ہوں میں تمہاری یہ روتی بسورتی شکل دیکھ کر......کس چیز کا غم منا رہی ہو یار تم؟" ارسہ کیا بتاتی اسے طلاق کا دکھ ہرگز نہیں ہے لیکن اپنی کوکھ کو اس نے خود اجاڑا ہے صرف اس خوف سے کہیں سالار رشتہ پھر استوار نہ کر لے اور

اب اسے یہ ملال مارے ڈال رہا تھا کہ اس نے اپنا بچہ کیوں ضائع کیا۔ ماں بننے کا احساس اس کے لیے کتنا دل پذیر تھا۔ وہ چند ہفتوں میں خود کو کتنا بدلا بدلا محسوس کر رہی تھی۔ دن رات آنے والے بچے کے خیال میں مگن رہتی تھی اور پھر اچانک کیسی آفت ٹوٹی کہ سب کچھ ختم ہو گیا۔ اس نے مانگ تو اجاڑی تھی گود بھی اجاڑ لی۔ کتنی مشکل سے اس نے یہ خوشی دیکھی تھی...... کیا وہ پھر کبھی ماں نہیں بن پائے گی۔ یہ خیال اسے ہر پل بے چین رکھنے لگا تھا۔ جس سے اس کی نیندیں ہی نہیں بھوک بھی اڑ گئی تھی۔ سب بہن بھائی، بہنوئی، دوست احباب اس کی دلجوئی کے لیے دن رات آ رہے تھے۔ سب سالار کو اور اس کے گھر والوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس کا جہیز بھی جوں کا توں اٹھ کر آ گیا تھا، ہر چیز ویسی ہی تھی جیسی وہ اپنے کمرے میں چھوڑ کر آئی تھی۔ کسی بھی چیز کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا ان لوگوں نے، نہ صرف اس کے مطالبے پر تحریری طلاق بھیج دی تھی بلکہ جہیز بھی اٹھوا دیا تھا۔ سب اس سے اس سانحے پر افسوس کرتے تھے لیکن وہ خاموش رہتی کسی سے بھی اس نے اس احساس کو شیئر نہیں کیا تھا کہ وہ ماں بننے سے رہ گئی اور یہ قلق اسے مارے ڈالتا ہے کہ اس نے آزادی کی خاطر اپنے بچے کو بھی مار دیا۔ کیسی ماں ہے وہ...... اسے گم صم پا کر فرحان کہنے لگا۔

''دیکھو ارسہ...... میں جانتا ہوں یہ غم تمہارے لیے دہرا ہے مگر تمہیں خود کو سنبھالنا ہو گا اپنی نئی زندگی شروع کرو یار...... جو ہوا اسے بھیانک خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔ اچھی اور نئی زندگی کا آغاز کرو...... کس چیز کا غم منا رہی ہو تم؟ تمہیں پتا ہے اس کی دوسری شادی کی تیاری ہو رہی ہے لڑکی بھی سلیکٹ ہو گئی ہے اس کے لیے اور تم ہو کہ عدت کا ڈراما کر کے بیٹھی ہو۔ عدت تو تمہاری اسی وقت ختم ہو گئی تھی جس وقت تمہارا بچہ ضائع ہوا تھا۔''

''تمہیں کس نے کہا کہ اس کی شادی ہو رہی ہے؟'' ارسہ بری طرح چونکی تھی۔

''جناب اسی شہر میں رہ رہا ہے وہ، کہو تو اس کی ہونے والی بیگم کی تصویر بھی لا دوں تمہیں...... پھر تمہیں یقین آ جائے گا۔'' فرحان نے خوامخواہ کی بڑ کی ماری۔

''سالار نے اتنی جلدی دوسری شادی کا فیصلہ کر لیا۔'' ارسہ کو گہرا دھچکا لگا تھا۔

''ہاں...... تو اس کے لیے کون سا مشکل تھا شادی کرنا۔'' فرحان نے اسے اکسایا۔ ''وہ تمہاری طرح بے وقوف تھوڑی تھا اس نے تو سب کچھ پلاننگ کے تحت کیا ہو گا۔''

''پلاننگ کے تحت......'' ارسہ دل ہی دل میں ہنسی۔

''اس نے تو خواب میں بھی نہیں سوچا ہو گا کہ میں اس کے ساتھ ایسا کروں گی...... لیکن یہ عجیب بات ہے یا تو وہ طلاق ہی نہیں دے رہا تھا اور جب اسے پتا چلا کہ اس کا بچہ ہی ضائع ہو گیا ہے تو نہ صرف اس نے طلاق دے دی بلکہ دوسری عورت بھی منتخب کر لی۔ اس کا مطلب ہے اسے مجھ سے محبت تھی ہی نہیں۔ امی سچ کہتی تھیں وہ ایک ڈرپوک، بزدل اور فرسودہ خیالات میں جکڑا ہوا انسان تھا۔ میں اس کے ساتھ واقعی زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔ اس کے ساتھ چل کر میں خوامخواہ اپنی زندگی کو برباد کر رہی تھی اور اب وہ شادی کر رہا ہے، میری بے وفائی کا کچھ دن بھی غم نہیں منایا اس نے یعنی اسے کوئی غم نہیں میں نہیں تو کوئی اور...... تو پھر میں کس چیز کا غم منا رہی ہوں۔ سب سمجھا رہے ہیں مجھے...... میں ہی بیوقوف ہوں مجھے بھی زندگی کی خوشیوں میں واپس لوٹ جانا چاہیے۔ بچے کے ختم ہو جانے کا ملال تو بے معنی ہے اگر بچہ رہتا تو میری آزادی اور خواہشات میں رکاوٹ بنتا...... اسے

تو پھر بھی فرق نہیں پڑتا اور زندگی میری ادھوری ہو جاتی مگر اب میری زندگی میں کوئی ادھوراپن نہیں...... میں اپنی زندگی بھرپور گزاروں گی...... میں پھر سے ویسی ہی ارسہ بن جاؤں گی جیسی میں پہلے تھی۔‘‘

☆☆☆
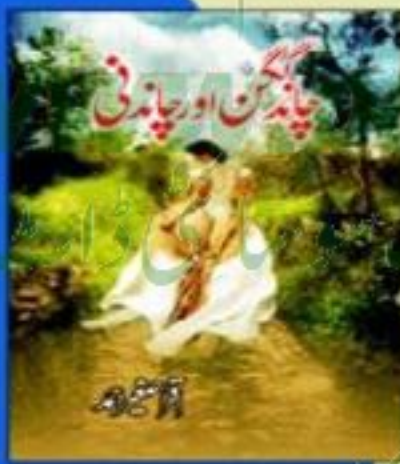
''بس کرو فرحان...... میں واقعی تھک گئی ہوں۔'' تیز انگلش میوزک کی وجہ سے کچھ بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔ فرحان نے اس کا ہاتھ ہی نہیں چھوڑا...... تب وہ ہنستے ہوئے بے حال سے انداز میں فرحان کے بالکل قریب ہو کر چلائی۔

''میں تھک گئی ہوں...... کچھ دیر ریلیکس کرنا چاہتی ہوں۔''

''بس، اتنا سا اسٹیمنا رہ گیا ہے تمہارا...... کہاں...... گئی وہ ارسہ...... جو گھنٹوں میرے ساتھ تھرکتی رہتی تھی۔'' فرحان نے اسے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور سانسیں غیر ہموار تھیں۔

''تمہارا تو دل بہت تیز دھڑک رہا ہے، آر یو او کے۔'' وہ یکدم بے چین سا ہوا اور اسے لے کر ایک سائیڈ پر بیٹھ گیا۔

''اوہ......'' اس نے گہری سانس لی اور پیشانی پر سے پسینہ پونچھا پھر اپنی سانس ہموار کرتے ہوئے بولی۔

''عادت نہیں رہی ناں اس لیے......'' فرحان اسے بغور دیکھنے لگا پھر اپنی طرف متوجہ پا کر ارسہ نے فرحان کی طرف دیکھا تو فرحان ہنس دیا۔

''میں کچھ منگواتا ہوں تمہارے لیے۔'' اس نے ویٹر کو آرڈر دیا پھر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''کیسا لگ رہا ہے میرے ساتھ یہاں آنا؟''

''بہت اچھا......'' وہ ہنس کر بولی۔ ''آج بہت دنوں کے بعد میں اس طرح کسی جگہ گھومنے پھرنے نکلی ہوں۔ شادی کے بعد تو میری زندگی بالکل ہی بدل گئی تھی۔ خشک اور اجاڑ سی...... میں تو خود حیران ہوں میں نے اتنے عرصے کس طرح ان لوگوں کے ساتھ گزارہ کر لیا۔'' وہ جیسے خود کا مذاق اڑا رہی ہو۔ فرحان ہنس دیا۔

''چھوڑو ان فضول باتوں کو...... بھول جاؤ سب۔''

''ہوں...... وقت لگے گا۔ گہرا دکھ دیا ہے اس نے مجھے...... تم جانتے ہو اس نے مجھے طلاق کس بات پر دی تھی۔ اس نے مجھے تمہارے ساتھ ڈانس کرتے دیکھ لیا تھا۔ رابعہ کی مہندی میں۔''

''مگر وہ تو تھا ہی نہیں اس فنکشن میں؟'' فرحان ذہن پر زور ڈالتے ہوئے بولا۔

''ہاں وہ نہیں تھا مگر میرے بے وقوف بھانجے نے اسے ریکارڈنگ دکھا دی۔'' پھر ارسہ نے فرحان کو ساری بات بتائی۔

''کیا ضرورت تھی اسے یہ سب کچھ کرنے کی۔ تم نے پوچھا نہیں اس سے۔'' فرحان کو عجیب سا لگا۔

''پوچھنا کیا تھا، اچھی خاصی لڑائی ہو گئی تھی ساجدہ باجی اور باسط بھائی سے مگر دیکھو ناں ان لوگوں کا بھی کیا قصور...... ہمارے یہاں تو یہ سب کچھ عام سا ہے مگر اس نے تو بات کا بتنگڑ ہی بنا لیا اور نوبت طلاق تک آ گئی۔''

''جاہل تھا وہ شخص...... اسے تمیز ہی نہیں تھی کہ تم جیسی آرٹ ذہن رکھنے والی لڑکی کو کس طرح ہینڈل کرنا ہے۔ اس جاہل کو تو صرف باورچن چاہیے تھی۔ ایسے شخص کو کیا پتا زندگی کی رنگینیاں کس چیز میں پنہاں ہیں۔ سچ پوچھو ناں، وہ تمہارے قابل ہی نہیں تھا۔ تم آرٹسٹک ذہن کی لڑکی ہو۔ وہ بنیاد پرست شخص تھا۔ تم لوگ زیادہ دیر ساتھ چل ہی نہیں سکتے تھے اور اچھا ہوا تمہارا بچہ بھی دنیا میں آنے سے پہلے چل بسا۔'' ارسہ کیا بتاتی...... وہ تو اس

کی ماں نے اور اس نے خود ختم کرایا تھا۔ اسے گم صم پا کر فرحان نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا پھر کہنے لگا۔

''ہم ہمیشہ سے اچھے دوست رہے ہیں کیا یہ دوستی کسی اور رشتے میں قائم ہوسکتی ہے؟'' ارسہ چونکی۔

''میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔'' ایک الوہی چمک ارسہ کے چہرے پر آ کر گزر گئی، کچھ دیر تک دونوں طرف خاموشی رہی، اتنی دیر میں ارسہ خود کو سنبھال چکی تھی۔ شکوے سے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

''یہ خیال تمہیں پہلے کیوں نہیں آیا...... کیا ہم پہلے اچھے دوست نہیں تھے۔'' فرحان ابھی کچھ سوچ کر جواب دیتا کہ ارسہ خود ہی بولی۔

''گویا اب تم مجھ پر ترس کھا کر مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ ہے ناں...... اگر ایسا ہے تو میں تمہارا احسان نہیں لوں گی۔'' وہ اوپرے دل سے کہہ رہی تھی۔ من تو اس کا کھل اٹھا تھا۔

''اب تم نے کہہ لیا تو میری بھی سن لو۔ خواہش تو میرے ساتھ ساتھ میرے گھر والوں کی بھی تھی لیکن تمہارے گھر والوں خصوصاً تمہارے بڑے بھائی کا ٹارگٹ کچھ اور تھا۔ اس کی سوچ کے آگے ہماری حیثیت ہی کیا تھی۔ وہ تو تمہیں امیر، مالدار گھر میں بیاہنے کا خواہ تھا۔'' اس کی بات پر ارسہ کلس گئی اور برملا فرحان کے سامنے بولی۔

''اس میں دلاور بھائی کے مفادات تھے، وہ چاہتے تھے کہ میں کسی ایسے گھر میں بیاہی جاؤں کہ میری معاشی حیثیت سب بہن بھائیوں کے لیے مورل سپورٹ بنے لیکن چند دن میں ہی انہیں پتا چل گیا کہ سالار اور اس کے گھر والے روپیہ تو کیا کسی کو بخار بھی دینے پر آمادہ ہونے والوں میں سے نہیں تھے۔ تبھی تو وہ جلد ہی اپنے فیصلے پر پچھتانے لگے تھے۔''

''یہ تو سراسر انہوں نے اپنے لیے ہی سوچا۔ تمہارے لیے تو کچھ نہیں سوچا۔'' فرحان نے اس کے ساتھ ہمدردی کی...... ارسہ چپ رہی پھر کہنے لگی۔

''اب میں اپنی زندگی کا فیصلہ خود کروں گی۔'' فرحان نے یکدم ڈرنے کی ایکٹنگ کی۔

''تو گویا تم مجھے ریجیکٹ کرنے والی ہو؟'' ارسہ اس کی حرکت پر کھلکھلا کر ہنس دی۔

☆☆☆

''یہ تو ہمارے لیے بہت ہی خوشی کی بات ہے کہ آپ کی ایسی سوچ ہے اگر یہ رشتہ ہم پہلے جوڑ لیتے تو آج ہمارے گھر والوں کے تعلق میں اور بھی مضبوطی آ جاتی۔'' دلاور علی نے فرحان کے والد صاحب کو کہا۔ جو فرحان کا باقاعدہ رشتہ مانگ رہے تھے۔ اس رشتے پر ارسہ کے سارے گھر والے مسرور اور متفق تھے...... خود ارسہ بھی دل ہی دل میں خود پہ نازاں تھی۔

''بس اگر آپ لوگوں کو یہ رشتہ منظور ہے تو منگنی آج ہی کیے لیتے ہیں اور شادی کی تاریخ بھی جلد ہی طے کر لیتے ہیں۔ ضرورت بھی کیا ہے اتنا وقت نکالنے کی۔'' گھر میں بیٹھے بٹھائے کتنا اچھا رشتہ آ گیا تھا۔ واقعی فرحان سے بہتر اور کون ارسہ کا جیون ساتھی ہوسکتا تھا ارسہ کے بہن بھائیوں میں ہی منگنی کی رسم ادا ہوگئی۔ دونوں طرف سے انگوٹھیوں کا تبادلہ ہوگیا۔

''بھئی منگنی تو سادگی سے ہوگئی ہے مگر شادی دھوم دھام سے ہوگی پورے باجے گاجے اور شور شرابے کے ساتھ۔'' سب ہی خوش ہو کر بولے تو کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا بلکہ دلاور کہنے لگا۔

''ہماری بھی ایک خواہش ہے کہ ارسہ کی شادی دھوم دھام سے ہوتا کہ لوگوں کو پتا چلے کہ ارسہ بدقسمت نہیں ہے۔'' دلاور کی بات پر الیاس صاحب اور بھی خوش ہوئے۔ اور آنا فانا شادی کا دن بھی متعین کر لیا گیا۔

اور جب فرحان کی منگنی اور شادی کی خبر الیاس صاحب نے فیصل آباد جا کر مہران کو سنائی تو مہران کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے ابو؟''

''یہ ہو رہا ہے۔'' الیاس صاحب ڈھٹائی سے بولے۔ ''اور تم اپنا منہ بند رکھو گے...... اور عنبر سے بھی کہو گے کہ اپنا منہ بند رکھے۔''

''مگر آپ لوگ جانتے بوجھتے کسی کی زندگی کیسے خراب کر سکتے ہیں فرحان کچھ عرصے سے ایچ آئی وی پازیٹو ہے۔''

''میں جانتا ہوں، تمہیں بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ ایچ آئی وی پازیٹو ہے تو کیا اسے موت سے پہلے مار دیں، اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ زندگی کی خوشیوں پر کوئی حق نہیں ہے اس کا۔'' مہران چپ سا ہو گیا۔

''ذرا خود سوچو مہران، اس نے ساری زندگی عیاشیوں میں صرف کی ہے اب تنہائی اور اکیلا پن اسے کاٹتا نہیں ہوگا، وقت سے پہلے مر جائے گا وہ اگر ہم نے اس کے بارے میں نہیں سوچا تو...... خوش ہے وہ اس رشتے پر...... شادی کرنا چاہتا ہے وہ ارسہ سے، زندگی پر اس کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا ہم سب کا ہے۔'' باپ کے دلائل پر مہران نے گہری سانس کھینچی۔ الیاس صاحب کتنی سفاکی اور بے رحمی کا ثبوت دے رہے تھے۔

''اگر وہ عیاش نہ ہوتا تو اسے یہ مرض بھی نہیں لگتا......''

''اب ان باتوں سے کچھ فائدہ نہیں ہے...... ٹھیک اور اس کا پراپر علاج ہو رہا ہے۔''

''مگر وہ علاج سے ٹھیک تو نہیں ہو جائے گا۔'' مہران نے بات کاٹی۔

''مگر وہ کنٹرول میں تو رہے گا ناں۔ اب جو کچھ اس کے ساتھ ہو چکا ہے اسے اس کے حال پر چھوڑنا وقت سے پہلے موت کے منہ میں دھکیلنا ہے اور میں اسے لحہ بہ لحہ مرتے نہیں دیکھ سکتا۔ جتنی بھی اس کی زندگی ہے میں اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں اب تم اس بات کو منہ پر نہیں لاؤ گے اور بھائی کی شادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو گے، سمجھے!'' مہران نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

☆☆☆

ارسہ کان سے فون لگائے مزے سے بستر میں لیٹی تھی اور فرحان اس کے کانوں میں اپنی محبت کی شیرینی انڈیل رہا تھا۔

''جب سے تمہارے پاس سے آیا ہوں۔ ایک ایک پل گزارنا مشکل ہو رہا ہے۔ نہ جانے کیسے گزرے گا یہ ہفتہ۔'' وہ بے چینی سے کہہ رہا تھا اور ارسہ کے من میں گدگدی ہو رہی تھی۔

''کتنا خوب صورت پیریڈ ہوتا ہے منگنی کا...... یہ مجھے تم سے منسوب ہو کر پتا چلا ہے کہ اس رشتے میں بھی کتنا چارم ہے۔'' وہ اس کی شیریں

باتوں میں الجھ رہی تھی۔

''اچھا......'' فرحان ہنسا۔ ''مگر خدا کے واسطے اس چارم کو زیادہ پسند نہیں کر لینا کہیں میری شادی ہی التوا میں پڑ جائے۔'' ارسہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

''بڑی جلدی ہو رہی ہے جناب کو۔''

''ہاں...... بہت جلدی...... میرا بس چلتا تو میں تمہیں ساتھ ہی لے آتا مگر...... ابو کی خواہش تھی کہ شادی باقاعدہ طریقے سے ہوگی اس لیے خاموشی اختیار کرنا پڑی۔''

''اور تمہاری کوئی خواہش نہیں تھی؟'' ارسہ نے چھیڑا۔

''میری بھی یہی خواہش ہے کہ ساری رسمیں ہوں لیکن یار ان میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔'' وہ بے چینی سے بولا تو ارسہ کو اپنا آپ نایاب اور معتبر لگا۔ کتنا چاہتا تھا فرحان اسے، اتنی چاہت تو اس نے کبھی سالار میں بھی نہیں دیکھی تھی۔ ہر وقت گھر والوں سے ڈرا سہما رہتا تھا سالار جبکہ فرحان کو شروع سے کسی کی پرواہ نہیں تھی اور اسے ایسے ہی مرد اچھے لگتے تھے۔ نڈر اور اپنی من مانی کرنے والے۔

''اچھا سنو...... تمہارے شادی کے جوڑے کی شاپنگ کرنی ہے۔ بولو، کس رنگ کا لوں اور ہاں ولیمے کا بھی بتا دینا؟'' فرحان اس سے پوچھ رہا تھا۔

''تم اپنی پسند سے لے لونا...... آخر تمہاری پسند بری تو نہیں ہے۔''

''بات یہ نہیں ہے۔'' فرحان نے کہا ''شادی کا دن ہر ایک کے لیے بہت اہم ہوتا ہے اور اس کی اہمیت تبھی برقرار رہتی ہے۔ جب دولھا، دلہن کو اپنی من پسند شاپنگ کا موقع ملے کچھ تو سوچا ہوگا تم نے کپڑوں کے بارے میں، جیولری کے بارے میں آخر یہ تمہاری زندگی کا اہم ترین دن ہے۔'' فرحان کی باتیں کس قدر اس کے مزاج کی عکاسی کر رہی تھیں وہ گھائل ہی ہو گئی اور کہے بنا نہ رہ سکی۔

''کاش، کاش فرحان...... تم مجھے پہلے ہی اس بندھن میں باندھ لیتے تو میں اپنی زندگی کے بہترین دن یوں ضائع ہونے کا غم تو نہ کرتی۔'' فرحان ہنس دیا۔

''اب تم ایسی باتیں کرو گی تو میں ابھی اڑ کر آ جاؤں گا۔''

''ہاں...... تو پھر آ جاؤ ناں...... اکٹھے ہی شاپنگ کر لیتے ہیں، آخر تم بھی تو اپنے لیے شادی اور ولیمے کا جوڑا لو گے۔''

''ہاں...... ابھی تک تو میں نے بھی کچھ خریداری نہیں کی...... چلو ٹھیک ہے میں کل تک تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔''

☆☆☆

''جہیز کا سارا سامان ویسے کا ویسا ہی ہے...... میرا تو خیال تھا کہ وہ لوگ اشتعال میں سامان توڑ پھوڑ دیں گے یا کم کر دیں گے مگر نہیں تو جیسے غصہ ہی نہیں آیا...... جیولری بھی تمہاری جوں کی توں ہے بس میک اپ وغیرہ کی اور کپڑوں کی کچھ خریداری کرنی ہے وہ تمہیں فرحان کرا دے گا۔''

''کیوں.....فرحان کیوں کرادے گا؟ مجھے جو خریدنا ہوگا میں اپنے لیے خود خریدوں گی۔فرحان کو جو اپنی طرف سے لینا ہوگا وہ لے لے گا۔''

''دیکھو ارسہ، دلاور نے انکار کردیا ہے وہ کہہ رہا ہے ایک روپے کی بھی نئی خریداری نہیں کرے گا۔ ہر چیز تو ہے تمہارے پاس.....تم کیوں ضد کررہی ہو.....لے لے گا فرحان تمہارے لیے۔تم نے ہی تو استعمال کرنا ہے اور پھر ویسے بھی اتنے بڑے پیمانے پر دوبارہ برات کے کھانے اور اسے ٹھہرانے کی ذمے داری چھوٹی نہیں ہے۔دلاور کا اچھا خاصا خرچہ ہوجائے گا۔''

''کیسی باتیں کررہی ہیں امی آپ.....ابھی تو دلاور بھائی کے پاس میرے وہ پانچ لاکھ روپے بھی ہیں جو میں نے حق مہر میں وصول کیے تھے۔''

''وہ روپے تمہاری پہلی شادی کے قرض میں اتر گئے۔'' نعیمہ بیگم نے کہا تو ارسہ حیرانی سے ماں کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

''تو اس کا مطلب ہے اب بھی دلاور بھائی کسی سے قرض لے کر میری شادی پر کھانے کا انتظام کریں گے۔'' وہ جل کر بولی۔

''ہاں.....اسی لیے تو کہہ رہی ہوں تم میانہ روی سے چلو اور دیکھو.....اب دوبارہ ان پانچ لاکھ روپوں کا ذکر مت کرنا۔دلاور نے سن لیا تو بہت ناراض ہوگا۔پہلے ہی بھائیوں، بھائیوں میں کاروباری کھینچا تانی چل رہی ہے۔سعد اور معیز نے علیحدگی کا مطالبہ کردیا ہے۔دلاور پہلے ہی بہت پریشان ہے۔بس میں تو یہ شکر ادا کرتی ہوں کہ اللہ نے مجھے دلاور جیسا بیٹا دیا ہے جو میرے برے بھلے وقت میں کام آرہا ہے۔ڈھائی سے تین لاکھ روپے کا خرچ ہے اب بھی تمہاری شادی کے کھانے اور ہوٹل میں قیام کا۔'' ارسہ چپ ہوگئی کیا بحث کرتی جب ماں ہی ہتھیار ڈال چکی تھی۔

''تمہاری شادی کے بعد.....گھر کا فیصلہ بھی ہوجائے گا۔خدا سے دعا کروں گی میری بیٹیاں اپنے اپنے گھروں میں آباد اور خوش رہیں اور کبھی پلٹ کر نہ آئیں۔'' یہ کہہ کر نعیمہ بیگم اپنے آنسو پونچھنے لگیں۔ارسہ نے مزید بحث اور جرح کا ارادہ ملتوی کردیا۔

☆☆☆

فرحان فیصل آباد سے آیا تو ارسہ کو شاپنگ کے لیے لے کر نکل پڑا۔ فرحان نے دو دن تک ارسہ کو جی بھر کر شاپنگ کرائی...... لیکن ارسہ نے شادی کا جوڑا نہیں خریدا اور نہ ہی فرحان کو خود اس کا جوڑا خریدنے دیا۔

''خیر ہے محترمہ...... پورا شہر گھوم لیا اور تمہیں کہیں اپنے لیے شادی کا جوڑا ہی پسند نہیں آیا؟''

''بے فکر رہو...... کسی خاص جگہ سے ہی شادی کا جوڑا خریدوں گی تاکہ جہاں سے خریدوں، بیچنے والوں کو بھی یاد رہے کہ نئی زندگی کا آغاز کس طرح کیا جاتا ہے؟''

''کیا...... مطلب؟'' فرحان نہیں سمجھا۔

''ایسا کرو...... کینٹ سائڈ پر چلتے ہیں۔'' پھر ارسہ، فرحان کو سالار کے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں لے گئی۔ اس کی بیں منٹ برائیڈل کی آرائش سے مزین تھی۔

اس نے وہاں سے برائیڈل ڈریس ایک منٹ میں چوائس کر کے خرید لیا۔ پھر وہ فرحان سے کہنے لگی۔

''تمہیں پتا ہے یہ سالار اور اسکے بھائیوں کا ڈیپارٹمنٹل اسٹور ہے، میں یہاں تمہیں اس لیے لائی تھی کہ جس وقت ہم اپنی شادی کے ڈریس خریدیں...... سالار ہمارے سامنے ہو...... لیکن وہ تو کہیں نظر نہیں آ رہا۔'' وہ مایوسی سے بولی تو فرحان ہنس دیا۔

''یہ بھی کوئی بہت بڑی بات ہے۔ یہاں دیکھو...... پورے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں کیمرے نصب ہیں۔ کسی ایک فلور میں کوئی تو اسے مانیٹر کر رہا ہوگا۔'' فرحان نے یہ کہا...... اور پھر یکدم برہم ہو کر ساتھ گزرتے شخص سے اونچا اونچا بولنے لگا۔ سلیز مین اور گارڈ دوڑ کر آئے تو فرحان نے انہیں بھی برا بھلا کہا اور ملازم کو تھپڑ مار دیا۔

''یہ کیا کر رہے ہو فرحان؟'' ارسہ بے چین ہو گئی اور فرحان کو بازو سے پکڑ کر کھینچنے لگی۔ تبھی تھرڈ فلور پر سالار کو اطلاع ملی کہ بیسمنٹ میں کسٹمرز کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس نے کمپیوٹر پر دیکھا کوئی شخص تیز تیز بول رہا تھا۔ سالار کو وہ جانا پہچانا لگا اور پھر جیسے سالار کی نگاہیں اسکرین پر سے ہٹنا بھول گئیں۔ برہنہ بازو میں لمبی قمیص اور کھلے پائنچوں کی شلوار پہنے بغیر دوپٹے کے بال کھولے ہوئے ارسہ اس کے ساتھ چمٹ کر کھڑی تھی۔ محراب لفٹ کے نزدیک پہنچا نیچے جانے کے لیے تو سالار نے آواز دے دی۔

''پلیز بھائی جان! آپ میں سے کوئی نیچے نہیں جائے گا۔'' محراب نے سالار کی طرف دیکھا پھر اس کی اسکرین پر نگاہ پڑی تو وہ دنگ رہ گیا۔

''ہم لوگ اپنی شادی کے ڈریس لینے کے لیے آئے تھے لیکن ہمیں کیا معلوم تھا یہاں کے ملازم کس قدر رال مینرڈ اور چیپ ہیں۔'' یہ ارسہ تھی۔ ''نہیں لینی فرحان ہم نے یہاں سے کوئی چیز...... چلیں آپ یہاں سے۔''

''میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اونر کو بلائیں آپ لوگ۔''

''سر کچھ بتائیں تو سہی ہوا کیا ہے؟'' گارڈ مؤدبانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''کچھ نہیں کہنا ہم لوگوں نے...... چلیں فرحان...... یہاں سے چلتے ہیں۔'' اور دوسرے ہی پل وہ لوگ باہر نکل گئے۔ سڑک پر تیز

موٹر سائیکل چلاتے ہوئے فرحان اور ارسہ زور زور سے قہقہے لگا رہے تھے۔

''مجھے پتا تھا کہ وہ سامنے نہیں آئے گا لیکن اس کے پاس میسج تو پہنچ گیا نا...... اسے چاہیے کہ وہ یہ ریکارڈنگ یادگار بنا کر رکھ لے۔'' وہ باہم ہنستے ہوئے بہت دور گم ہو گئے تھے۔

الباب اور محراب نے غصے اور نفرت سے یہ سب کچھ دیکھا۔ پھر الباب، سالار کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

''کہاں مر گئی تمہاری غیرت...... اول دن سے ذلیل کرتے آ رہے ہو تم ہمیں...... آج تک ہم لوگوں کو یہ پتا نہیں چل سکا کہ سچائی کیا ہے...... آخر وہ تم سے طلاق لینے پر کیوں مصر تھی۔ کچھ نہیں بتایا تم نے ہمیں اور بالآخر...... وہ خود ہی منظرِ عام پر آ گئی تو یہ وجہ تھی۔ تم پر طلاق کی تہمت کی۔''

سالار کی گردن جھک گئی تھی۔ نگاہیں فرش سے اٹھ ہی نہیں رہی تھیں۔ دونوں بڑے بھائیوں کی آنکھوں میں غم و غصہ تھا جبکہ سالار کے لب باہم اس طرح پیوست ہو گئے تھے جیسے کبھی نہ کھلیں گے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ دوسرے ہی پل وہ وہاں سے نکل کر باہر چلا گیا۔

''بہت ہی بزدل نکلا تمہارا سابقہ شوہر...... کم از کم اسے سامنے تو آنا چاہیے تھا۔'' فرحان گھر کے سامنے موٹر بائیک روک کر بولا تو ارسہ تحقیر و تنفر سے بولی۔

''وہ اتنا ہی بزدل ہے اور اس بزدلی کو غیرت سمجھتا ہے...... خیر میرا تو مقصد پورا ہو گیا۔ تمہیں ساتھ دیکھ کر ہی وہ مجھ سے بدظن ہوا تھا اب اسے یہ خیال ہی تکلیف پہنچاتا رہے گا کہ میں تمہارے ساتھ ہی گھر بسانے جا رہی ہوں۔'' یہ کہہ کر ارسہ فرحان کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور دونوں ساتھ ساتھ گھر میں داخل ہو گئے۔

☆☆☆

یہ اتفاق تھا یا تقدیر کے قرطاس پر یونہی لکھا تھا۔ جس روز فرحان کا نکاح ارسہ سے ہوا...... اسی روز نائمہ، سالار کی زندگی میں داخل ہوئی۔

سالار کی شادی سادگی اور وقار سے اختتام پذیر ہوئی تھی جبکہ ارسہ اور فرحان کی شادی میں ہر قسم کی رسم اور دھوم دھام شامل تھی۔

ارسہ اپنی زندگی پر جس قدر بھی ناز کرتی تھوڑا تھا۔ فرحان نے اس کی پسند کے مطابق سب کچھ کیا تھا۔ اسے احساس ہوا تھا کہ شادی کا بندھن کہتے کسے ہیں...... وہ فرحان کے بیڈروم میں دلہن کے روپ میں آراستہ و پیراستہ بیٹھی تھی اور فرحان اسے اپنی محبت کا یقین اور اپنی وابستگی کا احساس دلا رہا تھا...... جس پر وہ نازاں و فرحاں تھی۔

نائمہ واجبی سے شکل صورت کی لڑکی تھی۔ وہ سالار کے پہلو میں کھڑی ہو کر بھی نہیں جچ رہی تھی لیکن...... وہ اس کی شریک حیات بن گئی تھی۔ اس کے لیے معتبر تھی۔ سالار نے اس سے محبت کے دعوے نہیں کیے...... اس کی سج دھج کو نہیں دیکھا۔ وہ تو اپنی گھٹن کو آج لفظوں میں نکال دینا چاہتا تھا۔ اس ساری گھٹن کو جو کئی دن سے اسے حبس زدہ کیے ہوئے تھی۔

''میں ارسہ سے بہت محبت کرتا تھا۔ شاید وہ میری زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی تھی...... جب وہ میری زندگی میں آئی تو مجھے لگا۔ وہ میری زندگی میں آنے والی پہلی اور آخری لڑکی ہو گی لیکن...... ایسا نہیں ہوا اور وہ مجھے دھوکا دے کر...... بہتان لگا کر...... مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ وہ ایک علیحدہ

ہی ماحول کی پروردہ تھی۔ میں چاہ کر بھی اسے اس ماحول میں نہ ڈھال سکا۔ بعض اوقات میں اس کی بے پروائی پر چشم پوشی اختیار کر لیا کرتا جس پر گھر والے مجھ سے نالاں ہو جاتے...... بعض اوقات وہ مجھے اس قدر غصہ دلاتی کہ گھر والوں کے سمجھانے پر بھی مجھے سمجھ نہیں آتا تھا اور میرا دل کرتا کہ میں اسے جان سے مار دوں لیکن اسے احساس ہی نہیں ہوتا تھا میری باتوں کا۔ حالانکہ وہ گھر والوں کی رضامندی اور پسند سے اس گھر میں آئی تھی لیکن رفتہ رفتہ میرے لیے طعنہ بن گئی کیونکہ اس کی حرکتیں ہی ایسی تھیں۔ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں اس کی محبت میں پاگل ہو گیا تھا تبھی اس کے عیبوں پر پردے ڈالنے لگا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا جو کچھ میں ارسہ کے گھر میں دیکھتا ہوں اس کا تذکرہ اپنے گھر میں اپنے بہن بھائیوں میں بیٹھ کر کروں...... مجھے اس سے محبت ہی نہیں تھی، اس کی عزت بھی عزیز تھی...... مگر نہ جانے وہ کیسی لڑکی تھی وہ میرے سمجھانے پر میرا مذاق اڑاتی تھی۔ شادی کی پہلی رات جب میں نے اس سے کہا ارسہ آہستہ ہنسو تو وہ برا مان گئی۔ مجھے تبھی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ وہ کبھی میرا کہا نہیں مانے گی۔ میرے کہنے کے مطابق اپنی زندگی میں تبدیلی نہیں لائے گی اگر میں ایسا سمجھ بھی لیتا تو کیا ہماری زندگی اچھی گزرتی...... وہ اسی طرح اپنی من مانی کرتی تھی۔ البتہ کچھ عرصے کے بعد اس میں یہ بات آ گئی تھی کہ وہ میرا کہا مان لیا کرتی لیکن اپنے گھر جا کر وہی حرکتیں کرتی جن سے مجھے شکایت تھی۔ میں نے کبھی یہ بات گھر میں ظاہر نہیں کی۔ ایک طرح سے وہ بھی میری شخصیت میں تبدیلیوں کی خواہاں تھی۔ وہ کہتی تھی...... اگر میں اسے شریعت پر پابند کرنا چاہتا ہوں تو پہلے خود شرعی احکام کو اپناؤں اکثر وہ میرا مذاق اڑاتی اور کہتی کہ مجھے داڑھی رکھ لینی چاہیے...... میں اس کی باتوں سے کنفیوژ ہو جاتا لیکن...... میں آج سوچتا ہوں میں کنفیوژ کیوں ہوتا تھا۔ اس لیے کہ...... میں خود ادھورا مسلمان تھا۔

''ہاں...... میں نماز کا پابند نہیں تھا۔ یہ بھی سچ ہے...... میرے چہرے پر شرعی داڑھی نہیں تھی تو کیا ان دو باتوں کے نہ ہونے سے ایک مسلمان مرد ادھورا مسلمان ہوتا ہے۔ میں نہیں جانتا اس بات کو...... ہاں...... مگر میں اتنا جانتا ہوں...... میں نے آج تک کسی غیر عورت کو دلچسپی سے نہیں دیکھا۔ بری نگاہ نہیں ڈالی کسی پر...... کسی غیر محرم عورت کے ساتھ ہنسنا بولنا گوارا نہیں کیا۔ ہمیشہ رشتوں کا احترام کیا۔ یہ ہماری تربیت اور خون کا حصہ تھا کہ ہم عورت کو بہت معتبر دیکھنا چاہتے ہیں لیکن جب میں نے ارسہ کو ایک بالکل اجنبی شخص کے ساتھ ناچتے ہوئے دکھا تو مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہوا۔ میری غیرت تو یہ کہتی تھی کہ میں اسے...... سب کے سامنے طلاق دے دوں لیکن میرا آنے والا بچہ میری بزدلی بن گیا۔ اور اس وقت میں مصلحتاً خاموش ہو گیا اور یہ میری سب سے بڑی غلطی تھی۔

''تمہیں پتا ہے اس بات کا ذکر میں نے گھر آ کر کسی سے نہیں کیا...... گھر والے مجھ سے پوچھتے رہے اور یہاں تک کہ بات بڑھتے بڑھتے سب کے درمیان میں پہنچ گئی...... مگر میں نے کسی کو نہیں بتایا کہ میں نے ارسہ کا کون سا فعل دیکھا تھا سب کچھ ختم ہو گیا اور گھر والے مجھے لعن طعن کرتے رہے۔ جب ارسہ نے قرآن پاک اٹھا کر کہا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں تب میں ششدر ہی رہ گیا۔ ہر کوشش اور بھاگ دوڑ کے باوجود میں کوئی ثبوت نہ نکلوا سکا...... اور جب میں ہر کوشش میں ناکام ہو گیا تب میں نے ہار مان لی۔ ارسہ سے نہیں...... اس رب سے...... نہ جانے میرا اللہ مجھے کون سی بھلائی دینے والا تھا اور پھر میں نے اپنے اس فیصلے کو اللہ کے حوالے کر دیا لیکن کیسی بات ہے یہ...... اس نے اپنے راز خود ہی فاش کر دیے۔ چند روز قبل وہ میرے اسٹور پر آئی۔ اسی شخص کے ساتھ...... میں جو ذرا سی بات پر غصے میں آ جاتا تھا مجھے اسے دیکھ کر غصہ ہی نہیں آیا۔ آخر وہ میری لگتی ہی

کیا تھی جو میں غصہ یا غیرت دکھاتا۔ الباب بھائی مجھ سے بہت نالاں ہوئے۔ ان کا شروع سے خیال تھا کہ اندر خانے بات کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ ان کا قیاس بالکل درست تھا لیکن میں نے ارسہ پر کوئی کیچڑ نہیں اچھالی۔ جب میں نے اپنا معاملہ اللہ کو سونپ دیا تو اللہ ہی میرا بہترین بدلہ لینے والا......"
یہ کہہ کر سالار نے گہری سانس لی۔ پھر گم صم بیٹھی نائمہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

"سب لوگوں کی طرح تمہارے دل میں بھی خدشات ہوں گے۔ سوالات ہوں گے۔ تم شاید یقین نہ کرو...... مگر میرا دل یہ کہتا ہے کہ اس نے میرا بچہ بھی خود مارا ہوگا۔ صرف آزادی کی خاطر۔" یہ کہتے ہوئے سالار کے چہرے پر کس قدر کرب تھا۔ نائمہ حیرت زدہ رہ گئی۔ اس وقت وہ بالکل ٹوٹا ہوا تھا۔ اسے پر اعتماد اور مخلص ساتھی کی ضرورت تھی جو اسے نائمہ کی صورت میں مل گئی تھی۔

☆☆☆

"ارسہ اور فرحان ہنی مون سے لوٹ آئے ہیں...... اب مجھے بتا دو کہ میں نے اپنے بچے لے کر کہاں رہنا ہے؟" عنبر نے مہران سے سوال کیا تو مہران سوچ میں پڑ گیا پھر کہنے لگا۔

"کچھ دن اور صبر کر لو...... پھر ابو...... ارسہ اور فرحان کو علیحدہ کر دیں گے۔"

"وہ تو اب بھی علیحدہ ہیں۔ کون سا ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ لیکن ارسہ تو سارے گھر میں دندناتی پھرتی ہے صبح ہوتے ہی وہ کچن میں گھس جاتی ہے اب مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہوتا۔ آپ میرا کچن علیحدہ کروائیں یا پھر اسکے پورشن میں کچن بنوا دیں۔ کیوں آتی ہے وہ ادھر۔" عنبر نے جھرجھری لے کر کہا تو مہران کہنے لگا۔

"دیکھو...... وہم مت کرو...... جس طرح تم سمجھ رہی ہو یہ بیماری اس طرح نہیں پھیلتی۔"

"تو کس طرح پھیلتی ہے...... وہ ہمارے ساتھ کھائے پیے۔ بچوں کو لے۔ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا۔ میں صاف صاف بتا رہی ہوں یا تو اس کا ادھر آنا جانا ختم کرائیں ورنہ میں اسے سب کچھ بتا دوں گی۔" عنبر نے دھمکی دی۔

"تم ایسا نہیں کروں گی۔" مہران غصے میں آ گیا۔ "اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی اچھا نہیں ہوگا۔"

"کیا کرو گے تم؟" عنبر ڈٹ کر کھڑی ہوگئی۔

"تمہارے جیسا بے وقوف شخص میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔ جسے اپنے بچوں کی زندگی کا احساس نہیں۔ میں جا رہی ہوں اپنی امی کے گھر...... جب تم اس کا بندوبست کر لو تب آ کر مجھے لے جانا۔" عنبر نے غرا کر کہا اور اپنے بچے لے کر اندر کمرے میں چلی گئی اور اپنا سامان پیک کرنے لگی۔ مہران اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں آ گیا۔

"دیکھو عنبر! اس طرح تماشا مت دکھاؤ...... تمہیں پتا ہے میرے لیے بھی یہ سب کچھ بالکل غیر ارادی اور اچانک ہے اب تم کچھ موقع دو گی تو کچھ پلاننگ کر سکوں گا۔"

"تم پلاننگ کر ہی نہیں سکتے۔ اگر تم میرا یا اپنے بچوں کا بھلا سوچتے تو اسی دن اس گھر سے نکل جاتے جس دن تمہارے بھائی کو یہ مرض ہوا تھا۔"

''تو میرے بھائی سے تمہیں کیا تکلیف پہنچی۔ وہ تو خود بہ خود الگ تھلگ رہنے لگا تھا ساری فیملی سے۔'' مہران جھڑک کر بولا۔

''ہاں تبھی...... اس نے جانتے بوجھتے ہوئے بھی فیملی بنالی۔'' عنبر چڑ کر بولی۔ اس اثناء میں وہ اپنے بچوں کے کپڑے بیگوں میں بھر چکی تھی۔

''دیکھو عنبر...... تم اس طرح نہیں جاسکتیں، گھر کا سارا انظام درہم برہم ہوجائے گا۔''

''اب نہیں ہوگا۔ اب اس گھر میں دوسری بہو آچکی ہے۔ آخر اسے بھی تو موقع ملنا چاہیے گھر داری کرنے کا۔'' عنبر نے سکون سے کہا۔

مہران اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔

''دیکھو مہران میرے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ میں ابھی...... تمہارا سارا پول کھول دوں گی۔'' مہران برق رفتاری سے سامنے سے ہٹ گیا۔ عنبر تینوں بچوں کو لے کر گھر سے چلی گئی۔

☆☆☆

''عنبر بھابی کے جانے سے گھر بالکل ہی سونا ہوگیا ہے۔ آخر وہ میکے میں اور کتنے دن رکیں گی؟'' ارسہ نے فرحان سے پوچھا تو فرحان کہنے لگا۔

''وہ لڑ جھگڑ کر گئی ہے، پتانہیں کتنے دن تک رکے...... علیحدہ گھر کا مطالبہ ہے اس کا جب مہران مان جائے گا وہ آجائے گی۔''

''کیوں...... وہ علیحدہ کیوں ہونا چاہتی ہیں؟'' ارسہ کو حیرانی ہوئی۔ ''فیملی ہی کتنی بڑی ہے، ہمیشہ ساتھ رہا جاسکتا ہے۔ اچھی خاصی تو گنجائش ہے اس گھر میں۔''

''اسے تم پسند نہیں ہو۔'' فرحان نے جھوٹ بولا۔

''عجیب بات ہے۔'' ارسہ دل ہی دل میں حیران ہوئی۔ پھر کہے بنا نہ رہ سکی۔ ''میں نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جیسی عنبر بھابی ہیں بالکل الگ تھلگ رہتی ہیں۔ اپنے بچوں کو بھی کمرے میں بند کرکے رکھتی ہیں۔ میں تو حیران ہوتی ہوں وہ اس طرح کیسے رہ لیتی ہیں۔''

''تم اس کے علاوہ کوئی اور ذکر نہیں کرسکتیں؟'' فرحان چڑ گیا۔ ''کیا بہت یاد آرہی ہے اس کی؟''

''ایسا نہیں ہے فرحان...... میں پہلے بھی تم سے کہنا چاہتی تھی...... عنبر بھابی اپنے بچوں کو پیار کرنے نہیں دیتیں...... خود بھی کھنچی کھنچی رہتی ہیں اور بچوں کو بھی مجھ سے دور رکھتی ہیں حالانکہ ان کا چھوٹا بیٹا مجھے بہت پیارا لگتا ہے اکثر میرا دل کرتا ہے اسے گود میں لے کر بہت سارا پیار کروں لیکن جیسے ہی میں اسے گود میں اٹھاتی تھی بھابی اسے لے کر اپنے کمرے میں چلی جاتی تھیں۔ اب تم بتارہے ہو کہ وہ مجھے پسند نہیں کرتیں۔ ویسے اس ناپسندیدگی کی کوئی وجہ تو ہوگی؟'' وہ دلچسپی سے فرحان کے قریب ہوگئی تو فرحان غصے میں آگیا۔

''تم ایسا کرو اس سے خود پوچھ لینا۔'' وہ یکدم اتنی تلخی سے بولا کہ ارسہ حیران رہ گئی۔

''فرحان...... کیا ہوگیا ہے آپ کو؟''

''تم سوچو کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ ایک انسان تمہیں مسلسل اگنور کررہا ہے، تم سے بات نہیں کرنا چاہتا وہ اپنے بچوں کو تمہارے کمرے میں

بھی آنے نہیں دیتی..... اتنی نفرت کرتی ہے تم سے.....اور تم ہو کہ مسلسل اسے اہمیت دے کر اس کا ذکر ہی کیے جا رہی ہو..... زہر لگتی ہے وہ عورت مجھے..... ہر وقت مہران کو میرے خلاف بھڑکاتی رہتی ہے..... ابو کے خلاف کان بھرتی رہتی ہے۔ مہران ہی تو ہمیں کما کر نہیں کھلا رہا..... جو کچھ بھی ہے سب کچھ ابو کا ہے مگر اسے تو جیسے گمان ہے کہ اس کے شوہر کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں ہم لوگ..... تمہارے آنے سے خرچہ بڑھ گیا ہے اسی وجہ سے تم اس کی نظروں میں کھٹکتی ہو..... ابو اس کے بچوں کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتے۔ اس لیے وہ بچوں کو کمرے میں بند کر کے ابو کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ بلیک میل کرتی ہے ہمیں اور تم سمجھ ہی نہیں رہیں کہ اس کی کیا نیچر ہے؟ کیا نفسیات ہے۔" ارسہ کو حیرانی ہوئی۔

"بھاڑ میں جائے وہ" ارسہ چیخ کر بولی۔ "بڑی اتراتی ہے اپنے بچوں پر اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بچے دے دے گا۔ ابو کی..... تنہائی دور ہو جائے گی۔" فرحان اس کی بات پر نظریں چرا گیا اور کچھ نہیں بولا۔

"مجھے بچے بہت اچھے لگتے ہیں فرحان..... میں دن رات دعا کرتی ہوں میں جلدی سے پھر سے ماں بن جاؤں مکمل ماں۔" وہ گہری حسرت سے بولی تو فرحان تب بھی چپ رہا۔

"تمہیں بھی تو بچے بہت اچھے لگتے تھے۔ تم کچھ نہیں کہتے اس بارے میں؟" وہ فرحان کو گم صم پا کر چھیڑنے لگی۔

"ہو جائیں گے ارسہ بچے بھی..... ابھی ہماری شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔" وہ چڑچڑے سے انداز میں بولا تو ارسہ ایک بار پھر حیران رہ گئی۔

"بہرحال، میں نہیں چاہتا کہ میرے بہت جلد بچے ہوں..... بچے ہونے کے بعد..... زندگی کی ساری رنگینی ختم ہو جاتی ہے۔" پھر اس نے یکدم اپنا لہجہ بدل لیا اور ارسہ کو پیار سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"ابھی تم ایسے ہی بہت حسین لگتی ہو..... بچوں کے بعد یکدم بے ڈول ہی ہو جاؤ گی جس طرح اکثر عورتیں ہو جاتی ہیں اور پھر مجھے اتنا وقت بھی نہیں دے سکو گی جس طرح اب دیتی ہو..... پھر تمہاری ساری توجہ اور چاہت کا مرکز بچے ہی ہوں گے۔ اس لیے میں دعا کروں گا کہ تم کبھی ماں نہ بنو۔" یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں کتنی سفاکی تھی۔ ارسہ نے بے ساختہ اپنے منہ سے نکلتی تکلیف دہ چیخ کو ہتھیلی رکھ کر روکا اور شکوے سے بولی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں فرحان؟" اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی تھی۔

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔" وہ اسی کیفیت میں تھا۔ "فی الحال اپنے دل میں ماں بننے کی خواہش کو پنپنے نہ دینا کیونکہ مجھے اولاد کی خواہش نہیں ہے۔" وہ بے رحمی سے کہہ کر باہر چلا گیا اور کئی پل کیا کئی گھنٹے تک ارسہ کے دماغ میں فرحان کی بات گونجتی رہی۔

☆☆☆

"انسان کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ایسے کیسے فرحان اولاد ہونے سے روک سکتا ہے..... میرے اندر ماں بننے کی کتنی خواہش ہے۔ یہ تڑپ کوئی نہیں جان سکتا۔ شاید یہ تڑپ اس ملال میں پنہاں ہے جسے میں نے کھو دیا۔ میں فرحان کو مناؤں گی۔ فرحان میری ہر بات مانتا ہے اور یہ بھی مان جائے گا۔ میں ماں بننا چاہتی ہوں۔ اپنے وجود کے ٹکڑے کو گود میں کھلانا چاہتی ہوں۔" اس نے حسرت سے

اپنے خالی ہاتھ دیکھے اور دل میں عزم کیا۔ کسی طرح سے بھی وہ فرحان کو اس چیز پر راضی کرے گی لیکن عجیب بات تھی وقت کے ساتھ ساتھ اس پر انکشاف ہونے لگا فرحان یہ موضوع پسند ہی نہیں کرتا وہ جتنی زیادہ بچے کی خواہش دل میں رکھتی تھی فرحان اتنا ہی بچوں سے چڑ تا تھا۔ وہ بہت زیادہ سوچنے کے بعد بھی کھوج نہیں پائی۔ فرحان میں یہ تبدیلی اب آئی ہے یا وہ شروع سے ہی ایسا تھا۔

یونہی زندگی کے شب و روز گزر رہے تھے کہ ارسہ کو اپنے اندر کچھ تبدیلیوں کا احساس ہونے لگا۔ اسے ہمہ وقت متلی کی سی کیفیت رہنے لگی تھی۔ پھر ایسا ہوا اسے قے آنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی موشن بھی لگ جاتے اسے جس روز پہلی مرتبہ قے آئی وہ خوشی سے ناچنے کو تھی۔ خدا نے اس کی سُن تھی۔ اس نے دل میں مصمم ارادہ کیا تھا کہ فرحان سے جس قدر ہوگا اس بات کو چھپائے گی۔

''ایک بچہ ہو جائے، بے شک اس کے بعد وہ جتنا زیادہ کہے گا میں وقفہ کروں گی لیکن ابھی نہیں۔'' وقت گزر رہا تھا اس کی طبیعت میں نڈھالی سی آتی جارہی تھی۔ بسا اوقات اس کا گلا بھی خراب رہنے لگا تھا۔ گلے کی خرابی کی وجہ سے اسے ٹمپریچر ہو گیا اور بڑھتے بڑھتے زیادہ بڑھ گیا۔

فرحان کو اس کی طرف سے تشویش ہونے لگی۔ پھر اس نے دل میں سوچا ''ایک روز ارسہ کے ساتھ یہ سب تو ہونا ہی تھا۔'' اس کی خود غرضی اپنی جگہ مگر اسے ارسہ کا خیال بھی تو رکھنا تھا۔

''تمہاری طبیعت مجھے لگتا ہے ٹھیک نہیں ہے۔ چلو میں تمہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے کر چلتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے تمہیں بخار ہے۔'' وہ ارسہ کو ایک ڈاکٹر کے پاس لے گیا جس نے ارسہ کا گلا وغیرہ چیک کر کے اسے بخار اور گلے کی دوا دے دی جس سے ارسہ کو دو تین روز کے بعد کچھ افاقہ محسوس ہوا لیکن اس کی قے بند نہ ہوئی۔

''تمہیں قے کب سے آرہی ہے؟'' وہ تشویش سے پوچھ رہا تھا۔ ارسہ نے بات گول مول گھما دی۔ وہ ایک بار ماں بنی تھی اور اسے اسی طرح قے آتی تھی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فرحان کو وقت سے پہلے پتا چل جائے اور وہ اس بچے کو ضائع کرانے کے بارے میں منصوبے بنانے لگے۔ اس لیے اس نے فرحان کو مطمئن کرنا چاہا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے متلی اسے اچانک ہوئی تھی۔

ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ اس کا گلا پھر خراب ہو گیا اور اسے پھر ٹمپریچر ہو گیا۔ فرحان نے اس بارے میں الیاس صاحب کو بتایا۔ فرحان کی ساری میڈیسن الیاس صاحب کے کمرے میں ہی رکھی تھیں اور وہ روز وہیں جا کر میڈیسن لیتا تھا۔

''مجھے لگتا ہے ارسہ پر بھی بیماری حملہ آور ہو گئی ہے مجھے سمجھ نہیں آتا کہ وہ مجھے اپنی کیفیت صحیح طرح کیوں نہیں بتاتی۔ اب بھی میں اسے کہہ رہا تھا کہ ڈاکٹر کے پاس چلتے تو اس نے چلنے سے انکار کر دیا اسے تیز بخار ہو رہا ہے میں سوچ رہا ہوں کہ اسے اپنی میڈیسن میں سے ڈوز دے دوں کیونکہ مجھے یقین ہے وہ بیماری میں مبتلا ہو چکی ہے۔''

''پاگل ہو گئے ہو تم...... بغیر ٹیسٹ کے تم اسے کوئی میڈیسن نہیں دو گے۔''

''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ...... میں اس کا ٹیسٹ کراؤں گا تو اس پر پول کھل جائے گا کہ وہ میری وجہ سے......!''

''کیسے کھلے گا پول...... اول تو تم اس لیبارٹری سے ٹیسٹ نہیں کراؤ گے جہاں سے تمہارے ٹیسٹ ہوئے تھے۔ نہ ہی اس ڈاکٹر کے پاس

لے کر جاؤ گے اسے جس کے زیر علاج تم ہو۔ ایک بات یاد رکھنا فرحان...... تم اس پر کبھی بھی ظاہر مت کرنا کہ وہ تمہاری وجہ سے......اس مرض میں مبتلا ہوئی ہے...... ہاں جب مرض ظاہر ہو جائے تو تم اپنا بھی مرض ظاہر کر دینا مگر رکھنا اسی پر...... کہ اسے ہی یہ مرض تھا۔ اس طرح تمہارے معاملات زیادہ نہیں بگڑیں گے۔ کچھ دن پریشانی ہوگی پھر سب کچھ معمول پر آجائے گا۔'' الیاس صاحب بیٹے کو آہستہ آہستہ سمجھا رہے تھے جو فرحان کو اچھی طرح سے سمجھ میں آ گیا کچھ دیر وہ خاموش رہا پھر بولا۔

''اچھا...... وہ مہران والے معاملے کا کیا بنا؟''

''عنبر...... بضد ہے علیحدہ گھر لینے پر...... مہران سے کہا ہے میں نے، گھر دیکھ لے اور اس سے زیادہ میں کیا کر سکتا تھا...... تم اپنے گھر میں آباد رہنا...... وہ اپنے گھر میں آباد رہیں گے۔''

''اور آپ؟''

''میں دونوں طرف رہ لوں گا...... ویسے فرحان...... بچوں کے بغیر مجھے یہ گھر کھانے کو دوڑ رہا ہے ممکن ہے میں مہران کی طرف ہی چلا جاؤں بہرحال تم فکر مت کرنا...... میں ادھر بھی آتا رہوں گا۔ تمہیں بالکل اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتا۔ پہلے ارسہ کے ٹیسٹ ویسٹ کرالو۔ اس کا معاملہ کلیئر ہو جائے پھر کچھ پلاننگ کر لیں گے۔ ویسے بھی تم اکیلے تھوڑی ہو...... اب تو ارسہ بھی ہے تمہارے ساتھ۔'' الیاس صاحب بیٹے کو حوصلہ دے رہے تھے جیسے پل پل مرتے انسان کو زندگی کی اچھی امید کا دھوکا دیا جاتا ہے۔

''وہ تو خود اس مرض میں مبتلا ہو گئی ہے۔'' فرحان کی آواز دھنسی ہوئی تھی۔

''تو کیا ہوا؟'' الیاس صاحب نے بیٹے کے کندھے پر تھپکی دی۔ ''بہت سے لوگ ہیں جو اس مرض میں سالہا سال جیتے ہیں، ریگولر میڈیسن اور چیک اپ سے۔''

''ارسہ کو بچوں کی بہت خواہش ہے۔'' وہ ہارنے کے سے انداز میں بولا۔ الیاس صاحب نے کرب سے گہری سانس لی۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں فرحان اگر تم اس طرح ٹوٹ جاؤ گے تو کس طرح معاملات کا سامنا کرو گے۔ بہت سے لوگ بالکل نارمل بھی ہوتے ہیں اور تاحیات بے اولاد رہتے ہیں تمہیں کس چیز کا قلق ہے۔ اس کی کسی خواہش کو خود پر حاوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بے فکر رہو اس پر جیسے ہی یہ راز افشا ہوگا وہ ساری خواہش بھول جائے گی۔'' الیاس صاحب کی خود غرضی عروج پر تھی جو فرحان کے لیے ڈھارس کا سبب بن رہی تھی۔

☆☆☆

وہ ارسہ کو چیک اپ کے لیے پھر اسی ڈاکٹر کے پاس لے گیا اور اس کی ساری کیفیت بتائی۔ ڈاکٹر نے دوا کے ساتھ کچھ ٹیسٹ بھی لکھ دیے جو بے حد ضروری تھے۔

''کیا ضرورت ہے ان ٹیسٹوں کی؟'' وہ گھر آ کر کہنے لگی ''میں نے نہیں کرانے کوئی ٹیسٹ ویسٹ۔'' وہ بے پروائی سے بولی تو فرحان چڑ گیا۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ تم اپنا علاج کرانے سے کیوں کترا رہی ہو، کیوں اس قدر ضد میں آ رہی ہو۔ یہ تمہارا بار بار بخار ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

تمہارے سامنے ڈاکٹر نے کہا تھا نا؟'' ارسہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''تمہیں میرا اتنا ہی خیال ہے نا تو مجھے کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے چلو...... کیونکہ میں جانتی ہوں مجھے کون سا مسئلہ ہے۔'' فرحان نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا پھر سر پکڑ لیا...... تو گویا اسے کوئی خوش فہمی ہے پھر اس کی خواہش پر اسے لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کیا اور ارسہ کے شک کی تردید کرتے ہوئے بولی۔

''نہیں مسز فرحان...... فی الحال تو آپ کو ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بہر حال آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں اور ذرا کچھ یہ ٹیسٹ کرالیں۔ ان رپورٹس کے بعد میں آپ کا پراپر علاج کر سکوں گی۔''

جہاں ارسہ سخت مایوسی کی حالت میں گھر میں آئی تھی وہاں فرحان کو اطمینان تھا۔ اس کے بعد فرحان نے اس کے ٹیسٹ کرالیے۔ وہ ٹیسٹ رپورٹس دیکھ کر لیڈی ڈاکٹر تشویش میں مبتلا ہوگئی اور ارسہ کے دو ٹیسٹ اور لکھ دیے۔ اگلی بار جب وہ لوگ ٹیسٹ رپورٹس لے کر گئے تو فرحان ذہنی طور پر تیار تھا جبکہ ارسہ الجھن میں مبتلا تھی کہ اسے اچانک کیا ہوگیا ہے جو وہ ہر وقت بیمار رہنے لگی تھی۔ لیڈی ڈاکٹر نے حیرانی سے دونوں کی طرف دیکھا اور پھر ان سے چند سوالات کیے۔

''کتنا عرصہ ہوا ہے آپ لوگوں کی شادی کو؟''

''تقریباً چار ماہ۔'' فرحان نے جواب دیا۔ لیڈی ڈاکٹر کے چہرے پر کرب بھی تھا اور سختی بھی۔

''میرا خیال ہے مسٹر فرحان آپ بھی یہ ٹیسٹ کرالیں۔ اس کے بعد ہی میں کچھ کہہ سکتی ہوں۔'' وہ رکھائی سے بولی تو فرحان کہنے لگا۔

''کیا مطلب ہے ڈاکٹر صاحبہ آپ کا...... جو بات ہے آپ مجھے صاف صاف بتائیں۔'' پھر وہ خود ہی کہنے لگا۔ ''ویسے بھی یہ میری بیوی کی دوسری شادی ہے۔ ڈیڑھ برس یہ کسی اور شخص کے ساتھ زندگی گزار کر آئی ہے۔'' اس کے یہ کہنے سے لیڈی ڈاکٹر کے چہرے کی کرختگی خود بہ خود زائل ہوگئی۔

''اچھا...... یہ بات تو آپ لوگوں نے مجھے بتائی ہی نہیں۔'' پھر لیڈی ڈاکٹر ارسہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

''دیکھیں محترمہ، میں جو بات آپ کو بتانے جا رہی ہوں یہ یقیناً آپ کے لیے تکلیف دہ اور پریشان کن ہوگی لیکن آپ گھبرائیں مت...... ہر بیماری کا علاج ہے۔''

''کیا...... مطلب...... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ؟'' لیڈی ڈاکٹر نے پہلے فرحان کی طرف دیکھا پھر ارسہ کی طرف۔

''آپ کو ایچ آئی وی پازیٹو ہے۔''

''کیا؟'' ارسہ کے سر پر دھماکا ہوا۔ قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ سماعتوں پر یقین ہی نہ آیا۔ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''مگر...... یہ کیسے......؟'' اس نے بے چین ہو کر فرحان کی طرف دیکھا جو سپاٹ چہرہ لیے بیٹھا تھا۔

''فرحان صاحب! آپ کو بھی اپنا چیک اپ کرانا ہوگا۔ آپ اپنی بیگم کا علاج کرائیں بہت سے اسپیشلسٹ ہیں اس مرض کے۔ پراپر علاج سے یہ مرض کنٹرول میں رہ سکتا ہے۔ بہر حال یہ تکلیف دہ تو ہے...... مگر اللہ کی رضا...... ہاں، آپ یہ بھول جائیں کہ آپ کبھی ماں بن سکیں گی۔

میرا مشورہ تو یہی ہے کہ آپ اس خیال کو ہی دل سے نکال دیں۔ کیونکہ ایک ایسی زندگی کو وجود میں لانا جو پہلے سے ہی اپاہج ہو...... اذیت ناک ہے اور کچھ نہیں...... بہتر گائیڈ آپ کو آپ کا معالج کردے گا۔ آپ ان ڈاکٹروں میں سے کسی ایک سے مل لیں۔'' لیڈی ڈاکٹر نے ایک پرچہ فرحان کی طرف بڑھایا۔ ارسہ سکتے کی سی حالت میں بیٹھی تھی۔

''ویسے فرحان صاحب اب تو گورنمنٹ نے لا بنا دیے ہیں۔ نکاح نامے پر...... ہیپاٹائٹس اور ایچ آئی وی ٹیسٹ لازمی ہوگئے ہیں۔ کیا آپ دونوں نے اپنے ٹیسٹ نہیں کرائے تھے؟'' فرحان خود پر مکمل کنٹرول کر چکا تھا۔ ارسہ کی طرف عجیب سی نگاہ سے دیکھ کر بولا۔

''ہمارے یہاں ابھی ان باتوں پر اتنی سنجیدگی سے کام شروع نہیں ہوا...... اگر واقعی گورنمنٹ اتنا سخت قانون بنا چکی تھی تو میری زندگی یوں تباہ نہ ہوتی۔'' ارسہ کی آنکھیں مزید حیرانی سے پھٹ گئیں۔

''شاید عدالتوں میں جو لوگ شادیاں کرتے ہیں ان کے لیے تحفظ ہے ان قوانین میں۔ ہمارے یہاں تو قاضی سے لے کر گواہان ان خانوں کو کراس سے پر کردیتے ہیں۔'' وہ کتنے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔ ارسہ کے پیر بے جان ہونے لگے۔

''نہیں فرحان...... مجھے...... یہ مرض نہیں تھا۔'' وہ چیخ کر کہنا چاہتی تھی پر اس کی آواز ہی نہ نکل سکی۔ گھر میں وہ کسی لاش کی طرح داخل ہوئی تھی۔ سارے راستے وہ اپنی یادداشت کو کھنگالتی آئی تھی اگر سالار کو یہ مرض ہوتا تو اس کی پریگنینسی کے وقت ڈاکٹرز نے بہت سارے ٹیسٹ کرائے تھے کچھ بھی نہیں تھا اسے۔ کہیں جب وہ اپنا بچہ ضائع کرانے گئی تھی اس دوران...... کسی انجکشن سے...... مگر...... نہیں اس کی تو طبیعت کبھی اس طرح خراب نہیں ہوئی جس طرح اب ہوئی ہے۔

''کہیں فرحان...... ہاں فرحان بھی تو...... وہ کیوں گھر والوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ اس کی بھابی کا میرے ساتھ رویہ ایسا کیوں تھا۔ عنبر...... اس گھر سے کہیں اسی لیے علیحدہ تو نہیں ہوئی......'' ساری کڑیاں ملنے لگیں...... اس کے اندر آگ سی بھر گئی...... فرحان ادویات لے کر گھر میں داخل ہوا تو اس نے فرحان کو دیکھا۔

''دیکھو...... میرا ضبط...... اتنی ہولناک بیماری کا سن کر بھی تم سے دور نہیں بھاگا اور تمہارے علاج کے لیے کوشاں ہوں مگر...... مجھے یہ بتاؤ تمہارے شوہر کو کیا کوئی ایسا ویسا مسئلہ تھا...... یا تمہارا بچہ جب ضائع ہوا تھا تمہیں...... خون وغیرہ لگا تھا۔'' وہ کتنا پرسکون تھا اور معمول سے سوالات کر رہا تھا۔ ارسہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''کیا کوئی مرد...... اتنا صابر و شاکر ہوسکتا ہے۔ کیا...... فرحان...... نے میرے ساتھ ایسا جان بوجھ کر کیا ہے؟''

''مجھے اب اپنے بھی ٹیسٹ کرانا ہوں گے خدانخواستہ اگر مجھے بھی یہ مرض ہوگیا ہوگا تو......''

''مجھے بچے نہیں چاہئیں۔ بھول جاؤ اس خواہش کو۔'' فرحان کا سفاکانہ لہجہ اسے یاد آیا جو اس نے کچھ دن پہلے کہا تھا۔

''یہ مرض تمہیں ہی تھا۔'' وہ بپھر کر بولی۔

''کیا؟'' فرحان چونک گیا۔ ''دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟ ایک تو میں تمہارا ساتھ دے رہا ہوں آگے سے تم مجھے ہی۔''

''ہاں...... میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ تمہیں یہ مرض تھا اور تم سے ہی مجھے یہ مرض لگا ہے۔''

''دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔'' فرحان غصے سے بولا۔ ''میں آج ہی اپنے ٹیسٹ کرا لیتا ہوں اگر مجھے یہ بیماری نہ ہوئی تو تم کیا کرو گی؟''

''یہ بات تو طے ہے کہ ہم دونوں اس مرض میں مبتلا ہیں۔ مگر یہ فیصلہ کون کرے گا کہ پہلے کون مبتلا تھا اور کس کی وجہ سے دوسرے کو یہ مرض لگا۔'' وہ خونخوار سے لہجے میں بولی تو الیاس صاحب کی آواز عقب سے آئی۔

''میں یہ فیصلہ کروں گا کہ میرے بیٹے کو یہ مرض نہیں تھا۔ تم ہی اس بیماری میں مبتلا آئی تھیں۔ اور تم نے ہی میرے بیٹے کے یہ مرض لگا دیا ہے۔'' وہ بے رحمی سے کہہ رہے تھے۔ ارسہ کے ہونٹ مارے خوف اور بے بسی کے باہم پیوست ہو گئے۔

''اور فرحان...... تم...... تم کیا اس کے مجنوں ہو جو اس کی اتنی بکواس سن رہے ہو۔ پہلے تو تم نے اس کی طلاق کے داغ کو اپنایا پھر اس کی بیماری کا ذمہ بھی اپنے سر لے رہے ہو...... تمہیں تو جان سے مار دینا چاہئے مجھے...... میرے نوجوان بیٹے کو اس عذاب میں مبتلا کر دیا تم نے...... اور اب ہم ہی پر غرا رہی ہو......'' الیاس صاحب قہر برسا رہے تھے۔

''اس کے گھر والوں کو فون کرو...... اور کہو لے کر جائیں اسے۔'' ارسہ گنگ رہ گئی۔ الیاس صاحب غصے میں بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور ارسہ دیواروں سے سر پٹخ پٹخ کر چلا چلا کر رونے لگی۔

☆☆☆

کتنے دن تک وہ یونہی سر پٹختی رہی، روتی رہی...... اپنی بے گناہی کا اعلان کرتی رہی...... پر فرحان اور اس کے باپ کے یہ الفاظ اسے آرے کی طرح کاٹ رہے تھے کہ وہی اس مرض میں مبتلا تھی۔ فرحان کئی روز تک اس کے کمرے میں نہ آیا...... وہ اسے اچھی طرح سے احساس دلانا چاہتا تھا کہ اصل میں وہی مجرم ہے۔ وہی بیمار ہے۔ آخر وہ کیسے خود کو سچا ثابت کرتی۔ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ یکدم زندگی کتنی ہولناک ہوگئی تھی۔ فرحان اور اس کے باپ کی ہٹ دھرمی اپنی جگہ پر...... اس کی بے بسی اپنی جگہ پر قائم تھی۔ پھر اسے خیال آیا کہ اپنے گھر والوں کو فون کرے اور اپنے اوپر ٹوٹ جانے والی قیامت کے بارے میں بتائے۔ خاص طور پر اس کی ماں جو اس کی سب سے بڑی غمگسار تھی اور پھر وہ ماں کے موبائل پر فون کرتی رہی۔ ان کا فون ہی اٹینڈ نہ ہوا۔ وہ اور بھی بے چین ہوگئی اس کا سینہ غم سے پھٹ رہا تھا لیکن اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ وہ بہن بھائیوں میں سے کسی کو بھی فون کرسکتی تھی مگر اس کا دل ہی نہ چاہا کہ کسی بہن بھائی سے رابطہ کرے اور اپنے اوپر گزر جانے والی قیامت کا بتائے۔ وہ دن رات اس ہی ادھیڑ بن میں تھی کہ اچانک ساجدہ کا فون آگیا۔ ساجدہ پہلے سے ہی پریشان سی تھی پھر بھی اس کا حال احوال لینے لگی۔

''کیسی ہو ارسہ تم......؟'' ارسہ کا دل تو غم سے پھٹ رہا تھا گلوگیر لہجے میں بولی۔

''مجھے تو آپ سب لوگ اس طرح بھول گئے جیسے میں کبھی آپ لوگوں کے درمیان تھی ہی نہیں۔'' اس نے شکوہ کیا تو ساجدہ مایوسی سے بولی۔

''بس کیا کریں ارسہ...... یہاں تمہاری شادی کے بعد پے در پے ایسے حادثے ہوئے کہ ہمیں کسی چیز کا ہوش ہی نہ رہا۔''

''خیریت تو ہے ساجدہ باجی! میں کچھ روز سے امی کو فون کررہی ہوں، وہ فون ہی اٹینڈ نہیں کررہی ہیں؟'' وہ بے چین ہوگئی۔

''ہاں...... وہ رابعہ کے میاں کا کچھ دن قبل سنگین ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ دن رات ہم لوگ اسی پریشانی میں رہے اور آج صبح شاہد کا انتقال ہوگیا۔''

''کیا؟'' خوف و دہشت سے اس کا منہ اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ادھر ساجدہ بھی رو رہی تھی۔

''ابھی سال بھی نہیں ہوا تھا اس کی شادی کو...... اور...... وہ بیوہ ہوگئی۔ اچانک ہنستی بستی گرہستی ختم ہوگئی۔'' ساجدہ رو رو کر بتا رہی تھی۔

''رابعہ...... رابعہ...... کیسی ہے؟'' ارسہ نے اپنے غم کو پس پشت دھکیلتے ہوئے رابعہ کا پوچھا۔

''رابعہ کیسی ہوگی...... بچہ ہوا...... وہ بھی مرگیا اور شوہر بھی اچانک لقمہ اجل بن گیا۔ پتھر کی بن گئی ہے وہ۔'' ارسہ سے اور برداشت نہ ہوا اور اس کی سسکیاں چیخوں میں بدل گئیں۔

''تم خود کو سنبھالو ارسہ...... امی کی حالت صحیح نہیں ہے۔ جب سے انہیں شاہد کی موت کا پتا چلا تھا وہ بے ہوش ہوگئی تھیں اب بھی وہ اسپتال میں ہیں اور ہوش میں نہیں ہیں۔ ڈاکٹرز ان کے بارے میں زیادہ پرامید نہیں ہیں۔ تم ایسا کرو...... فرحان کے ساتھ فوراً آجاؤ۔ نہ جانے پھر زندگی موقع دے یا نہ دے۔'' ساجدہ اور بھی کچھ کہہ رہی تھی پر اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ ساجدہ کی آواز بہت دور ہوتی جارہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا جارہا تھا۔

☆☆☆

اسے ہوش آیا تو فرحان اور ڈاکٹر باہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ''ان کا بلڈ پریشر بہت لو ہو رہا ہے۔ انہیں کھلائیں پلائیں۔ ٹھیک ہو جائیں گی یہ۔ بہرحال ڈپریشن اور لو بلڈ پریشر کی وجہ سے بے ہوش ہوگئی ہیں یہ، اب فکر کی کوئی بات نہیں۔ انجکشن لگا دیے ہیں میں نے۔ انہیں کچھ کھلا پلا کر یہ ادویات دے دیں۔'' فرحان ڈاکٹر کو چھوڑ کر جب کمرے میں آیا تو متواتر اس کے آنسو آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

''میں نے تمہاری ساری گفتگو سن لی ہے ارسہ...... اب اگر تمہیں سفر کے قابل خود کو کرنا ہے تو اپنی صحت کا خود خیال رکھنا ہوگا۔'' ارسہ نے تکلیف سے اس کی طرف دیکھا۔ فرحان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

''جھوٹے، دغاباز...... تم نے جانتے بوجھتے میری زندگی تباہ کردی۔ مال غنیمت سمجھ کر استعمال کیا مجھے اور اب بھی مجھ سے ہمدردی کر رہے ہو...... نہیں چاہئے مجھے تمہاری ہمدردی۔'' لفظ اس کے حلق سے باہر ہی نہ آسکے البتہ اس کی آنکھوں میں نفرت اور کرب کہرام مچا رہا تھا۔

''میں تمہارے لیے گرم دودھ اور سلائس لے کر آرہا ہوں۔ اس کے بعد تم یہ دوا پی لینا۔'' فرحان نے اس سے نظریں چرائیں۔ اور باہر نکل گیا۔

دوا کے بعد اس کی طبیعت کچھ بہتر ہوئی تھی۔ فرحان اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

''دیکھو ارسہ...... اس طرح کر کے تم میری زندگی کو مزید دشوار بنا رہی ہو...... میں اب بھی تمہارا ساتھ نبھانے کو تیار ہوں۔''

''کیوں...... کیوں ہے...... تمہیں مجھ سے اتنی ہمدردی......؟'' اس کی آنکھیں سوال کر رہی تھیں۔ جسے فرحان نے دانستہ نظر انداز کر دیا۔

''میرے اس کمپرومائز کو تم اپنی بقا سمجھنا۔ کسی بھی شخص کو یہ پتا چلے گا کہ تم اس مرض میں مبتلا ہو تو وہ تم سے تعلق ہی توڑ ڈالے گا اور بھی اندھیروں میں دھکیلی جاؤ گی۔ تمہاری بقا اسی میں ہے کہ تم اس راز کو اپنے اندر ہی رکھنا۔''

''تو گویا تم اپنی زندگی سے سمجھوتا کر چکے ہو...... اور مجھے بھی سمجھوتا کرنا سکھا رہے ہو۔'' اس نے تڑخ کر کہا تو فرحان بگڑ گیا اور جھنجلا کر بولا۔

''ٹھیک ہے، تم میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتیں۔ نہ رہو...... مگر...... میں...... اپنی ذات پر کوئی الزام برداشت نہیں کروں گا۔''

''تو گویا تمہیں یقین ہے کہ میں ہی اس مرض میں مبتلا تمہارے پاس آئی تھی؟''

''ہاں...... تم ہی اس مرض میں مبتلا تھیں اور تمہاری وجہ سے ہی میں اس مرض میں مبتلا ہو چکا ہوں۔ چار ماہ ہوگئے ہیں ہمارے ازدواجی تعلق کو...... اچھی طرح سے رچ بس گیا ہوگا یہ مرض میرے اندر بھی۔'' وہ ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہا تھا۔ ارسہ نے گہری سانس لی اور اپنے غم کو اپنے اندر دھکیلا۔

''بڑا ظرف ہے تمہارا...... کہ نہ صرف تم نے مجھے بلکہ میری بیماری کو بھی قبول کرلیا۔'' وہ دل ہی دل میں کڑھنے لگی۔

''اب تم مجھے بتا دو اگر تمہیں ملتان چلنا ہے تو میں ٹکٹ کا بندوبست کرلیتا ہوں۔'' فرحان نے اپنی خدمات پیش کیں۔ کس قدر نفرت ہو رہی تھی اسے اس شخص سے پھر بھی مجبور تھی اس کے ساتھ رہنے پر۔

''کس قدر خود غرضی کا ثبوت دیا ہے تم نے فرحان، تم نے صرف اپنے مفاد اور خواہش کی خاطر میری زندگی تباہ کر ڈالی۔ یاد رکھنا...... میں مر جاؤں گی مگر اب لوٹ کر تمہارے پاس نہیں آؤں گی۔ نہیں بنوں گی تمہاری کسی خواہش کی تسکین کا سبب۔'' وہ دل ہی دل میں کراہتے ہوئے جانے کی

تیاری کرنے لگی۔ ''مرنا ہی ہے ناں تو تنہا مر جاؤں گی مگر تمہاری سسکتی تڑپتی تنہائی کا سہارا نہیں بنوں گی۔ تمہارا ساتھ تو کیا..... تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی میں۔''

وہ اسی ارادے سے اس کے گھر سے نکلی تھی اور جب لمبا سفر طے کر کے اس نے اپنے میکے کی دہلیز پر قدم رکھا تو اس کی آنکھیں پتھرا گئیں اور پاؤں زمین نے جکڑ لیے۔ اس کی ماں کا جنازہ صحن کے بیچوں بیچ رکھا تھا۔ اس کی بہنیں آہ و بکا کر رہی تھیں وہ تو خود غموں سے لبریز تھی۔ ایک اور غم کا پہاڑ قیامت بن کر ٹوٹ پڑا تھا۔ وہ اپنا غم کس مہربان سینے میں انڈیلے گی..... کون اسے چھتنار دے گا۔ ماں دنیا سے چل بسی تھی۔ وہ دوڑ کر ماں کے جنازے کے قریب آئی۔ اس کی چیخیں زمین آسمان دہلا رہی تھیں۔ وہ پاگلوں کی طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔

''نعیمہ بیگم کو بیٹیوں کا غم لے ڈوبا۔ پہلے ایک بیٹی کو طلاق ہوگئی اور اب دوسری تو بیاہتا ہی بیوہ ہوگئی۔''

''چلو..... بے چاری نے طلاق یافتہ کو تو بیاہ ہی دیا تھا۔ اب اس بے چاری کا کون پرسانِ حال ہوگا۔ نہ بچہ رہا نہ شوہر..... نعیمہ کی یہی دونوں لڑکیاں اچھے گھروں میں بیاہی گئی تھیں باقی بیچاری بڑی تو غربت کی چکی میں پس رہی ہیں۔ سنا ہے ساجدہ کے میاں نے بھی دوسری شادی کر لی۔'' وہ رابعہ کو سینے سے لگائے بیٹھی تھی اور عورتوں کی باتیں، قیاس آرائیاں اس کی سماعتوں میں سیسہ انڈیل رہی تھیں۔

''یہ بھی تو ہے وہ طلاق یافتہ..... مگر سنا ہے اب بھی اچھے ہی گھر میں بیاہی گئی ہے..... اللہ کرے اس بچی کا بھی اچھا نصیب کھل جائے۔''

''پتا نہیں کیا بات تھی۔ پہلے جس گھر میں بیاہی گئی تھی وہ لوگ بھی بہت شریف تھے۔ نہ جانے نباہ کیوں نہ ہوا..... اب تو سنا ہے صحیح بس رہی ہے۔ شادی کے بعد پہلی بار ہی میکے آئی ہے۔''

''ہائے..... ہائے..... بے چاری نعیمہ..... جان سے بھی دکھیا تھی اور بیٹیوں کا غم بھی دیکھ گئی۔'' دن بھر ایسا ہی سلسلہ چلتا رہا۔ لگتا تھا لوگ دکھ بانٹنے نہیں، تماشا دیکھنے آ رہے ہیں۔ رابعہ کی آنکھیں تو جیسے پتھرا گئی تھیں۔ نہ اپنے غم پر بہانے کے لیے اس کے پاس آنسو تھے اور نہ ہی بین کے دو لفظ۔ وہ مجسم خاموش تھی۔ ارسہ کے پاس سے ہو کر آئی تو اور بھی نڈھال اور غم سے لبریز ہوگئی۔

☆☆☆

فرحان قل کے بعد چلا گیا تھا۔ ماں کے قل کے بعد وہ سب بہن بھائی ایک کمرے میں بیٹھے تھے۔ سب نعیمہ بیگم کا ذکر کر رہے تھے لیکن وہ خاموش ایک کونے میں بیٹھی سسک رہی تھی۔ دلاور جو اسے تین دن سے بری طرح روتا بلکتا دیکھ رہا تھا اٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ تڑپ کر بھائی کے سینے سے لگ گئی اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ سب کو اسے سنبھالنا نہایت مشکل ہو گیا۔ یہ وقت ہی ایسا تھا سب ایک دوسرے کو حوصلہ دے رہے تھے۔ ارسہ کے لیے ہر حوصلہ بے معنی تھا۔ کیسا غم والم کا سلسلہ شروع ہوا تھا جس نے سب کچھ ہی تہس نہس کر دیا تھا۔

پھر رفتہ رفتہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور ارسہ ماں کے کمرے میں تنہا رہ گئی۔ ماں کی یادیں اور اپنی بیماری کا دھچکا اسے ہر وقت نمناک رکھتا۔ یونہی وقت گزرتا رہا اور چہلم بھی ہو گیا۔

چہلم پر فرحان نہیں آیا تھا دلاور نے اس بات کو بہت محسوس کیا کہ وہ سوئم کے بعد سے دوبارہ آ کر نہ پھٹکا اور اب بھی نہیں آیا۔ زندگی میں کبھی اس نے اس گھر کے خوشی غم میں ساتھ نہیں چھوڑا تھا لیکن اب داماد بننے کے بعد وہ اچانک کس طرح بدل گیا۔ دلاور نے جب ارسہ سے پوچھا تو ارسہ پھٹ پڑی۔

''اب فرحان کبھی نہیں آئے گا بھائی جان!''

''کیوں؟'' دلاور کا لہجہ تند ہی نہیں حقیر بھی تھا۔ ''یہ شادی تمہاری پسند سے ہوئی تھی ارسہ! تم...... یہ کیا کہہ رہی ہو؟''

''ہاں...... میری پسند سے ہوئی تھی مگر مجھے کیا پتا تھا کہ مجھ پر ایسی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ آپ لوگوں نے جلد بازی میں دیکھا ہی نہیں فرحان ایچ آئی وی پازیٹو ہے اور مجھے اس اندھے کنویں میں دھکیل دیا۔'' اس نے رو رو کر دہائی دیتے ہوئے کہا۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو ارسہ؟'' دلاور کو جیسے یقین ہی نہ آیا۔

''میں آپ کو کیا بتاؤں...... مجھے بھی اس مرض نے اپنے شکنجے میں نگل لیا ہے۔'' وہ غم سے دہری ہو رہی تھی۔ دلاور کو یکدم کرنٹ لگا اور وہ کئی لمحے ارسہ کو ایسے دیکھتا رہا جیسے اچانک کوئی خوفناک سانپ پھن اٹھائے اس کے سامنے آ بیٹھا ہو۔ گویا اس نے ذرا سی بھی آنکھ جھپکی تو وہ سانپ اسے نگل لے گا۔ ارسہ رو رہی تھی اور دلاور ششدر بیٹھا تھا۔ اس وقت تو اس نے کچھ نہ کہا۔ تسلی کے دو بول نہ بولے پر شام کو کہنے لگا۔

''ایسا کرو ارسہ تم اپنے گھر چلی جاؤ۔''

''کیا؟'' ارسہ گنگ ہی تو رہ گئی۔

''ہاں ارسہ...... تمہارا اپنے گھر جانا ہی ٹھیک ہے۔ تم فوراً اپنا علاج شروع کراؤ...... فرحان تمہارا زیادہ خیال رکھ سکے گا۔ میں نے فرحان کو فون کر دیا ہے۔ وہ آ کر تمہیں لے جائے گا۔''

ارسہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بھائی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جو اس سے کئی قدم دور ہٹ کر کھڑا تھا۔

''ارسہ...... برا نہ ماننا...... ہمارے بھی چھوٹے چھوٹے بچے ہیں...... پہلے ہی ہم تو غموں سے نڈھال ہیں...... یہ بیماری ایک سے دوسرے کو لگتی ہے۔ دیکھو میری بات کا برا نہ ماننا اور پھر یہاں کون تمہاری دیکھ بھال کر سکے گا۔ یہ تو سب قسمت میں لکھا ہوتا ہے۔ ہم نے تمہاری بہتر قسمت کے لیے ہی تمہارا بھلا چاہا تھا۔ بظاہر تو فرحان میں کوئی نقص نظر نہیں آتا تھا۔ خدا نے اس بھید کو پوشیدہ رکھا۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ اب

تمہیں اپنی بدبختی سے سمجھوتہ کر لینا چاہیے۔'' ارسہ کے آنسو اب حلق میں گر رہے تھے۔

''تم اپنا علاج کرواؤ گی تو بہتر ہو جاؤ گی۔ ابھی یہاں کسی کو کچھ نہیں پتا۔ رفتہ رفتہ پتا چل گیا تو کوئی تمہارے پاس آ کر بھی نہیں پھٹکے گا۔ بہتر ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ۔'' دلاور کے چہرے پر کتنی اجنبیت تھی۔ ارسہ کی ساری خوش فہمی دھری کی دھری رہ گئی تھی۔

☆☆☆

''میرے پروردگار مجھے معاف کر دے۔ میں نے تیرے کلام پاک کا...... اس کی حرمت کا مذاق اڑایا تھا۔ جھوٹ بولا تھا میں نے...... بہتان لگایا تھا اپنے شوہر پر۔ گواہ بنایا تھا تیری کتاب کو...... بے شک اس میں تیری کتاب نہیں تھی۔ مگر دھوکا تو دیا تھا...... اس کتاب کا نام لے کر قسم اٹھائی تھی۔ میرے پروردگار مجھے معاف کر دے۔ میں نے جھوٹی قسم اٹھائی تھی...... تیری پاک کتاب سے کھیل کھیلا تھا۔ آج یہی کھیل عذاب کی صورت میں میری زندگی پر مسلط ہو گیا۔ فرحان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی مگر رہنے پر مجبور ہوں۔ وہ مجھے مرض لگا کر بھی مورد الزام ٹھہرا رہا ہے۔ میرے اللہ مجھے معاف کر دے۔ مجھے موت دے دے۔ میرے پردے ڈھانپ لے۔ میرے گناہوں کو خطاؤں کو معاف کر دے۔ میں سالار سے ملنا چاہتی تھی اس سے معافی مانگنا چاہتی تھی...... مگر وہ مجھے نہیں ملا۔ میں اس کے اسٹور پر بھی گئی تھی۔ مجھے پتا چلا کہ وہ جدہ میں سیٹل ہو گیا ہے۔ وہ اتنی دور چلا گیا، مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مجھے پھر کبھی نہیں ملے گا...... مجھے سالار معاف کر دے گا تو میرا اللہ بھی معاف کر دے گا۔' وہ اسی آس اور امید پر دن رات پاگلوں کی طرح سالار کا فون نمبر ملاتی تھی کہ شاید اس کا فون ہی اٹینڈ ہو جائے اور وہ اپنے کیے گئے جرم کی، بددیانتی کی اور بہتان کی معافی مانگ لے۔ اگر معاف کرنا خدا نے اس کے لیے لکھا ہوتا تو وہ سالار سے ضرور مل پاتی۔

سالار تو اس سے بہت دور چلا گیا۔ اسے کیا پتا تھا اللہ جب کسی کو پیار کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس کا بخت کتنا بلند ہو جاتا ہے۔ یہ صلہ سالار کے صبر کا تھا۔ سالار، نائمہ کے ہمراہ جدہ میں سیٹل ہو گیا تھا۔ یہاں اس نے احرام کی شاپ کھولی تھی۔ وہ اپنی زندگی اور جیون ساتھی سے بہت مطمئن اور خوش تھا۔

نائمہ قرآن پاک کی نہ صرف حافظہ تھی بلکہ ترجمہ وتفسیر سے بھی سند یافتہ تھی۔ تب ہی وہ فراغت کے وقت میں خواتین کو ترجمہ وتفسیر کی تعلیم دیتی تھی۔ وہ سورۂ نور کا ترجمہ پڑھ رہی تھی۔ سالار گھر میں داخل ہوا تو اس کی تلاوت کی آواز سن کر اس کے قریب ہی جوتے اتار کر بیٹھ گیا۔

''ناپاک عورتیں، ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔'' (سورۂ نور آیت 26) بے شک اللہ کی بزرگی اور بڑائی کا کوئی ثانی نہیں۔ سالار کا سر جھک گیا اور آنکھیں اس رحمان کی تعریف میں اشک بار ہونے لگیں۔ اس نے کہیں پڑھا تھا۔

''جب کوئی کام تمہاری مرضی کے مطابق ہو جائے تو شکر ادا کرو...... کہ اللہ نے تمہاری مرضی کو اتنی اہمیت دی اور اگر تمہاری مرضی کے خلاف ہو تو اور زیادہ شکر ادا کرو...... کہ اب وہ اللہ جل شانہ کی مرضی سے ہو گا جو ہماری مرضی سے بہتر اور بہت افضل ہے۔''

ختم شد